تاجدارِ کائنات ﷺ کے والدین کریمین کے حالاتِ زندگی

حضور ﷺ کے والدین

تحقیق وتحریر:

طاہر منصور فاروقی

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کے والدین

تحریر: طاہر منصور فاروقی

DATA ENTERED

الحمد پبلی کیشنز
رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انارکلی)۔ لیک روڈ۔ لاہور
7310944-7231490

Marfat.com

ھماری کتابیں .....

خُوبصورت، معیاری اور

کم قیمت کتابیں

تزئین واہتمام اشاعت

صفدر حسین

ضابطہ:۔

اشاعت اول : ستمبر 2009ء

مطبع : حاجی حنیف پرنٹرز لاہور

سرورق : عامر

قیمت : 200 روپے

Marfat.com

انتساب

آپ ﷺ کے

جلیل القدر حسب ونسب

کے نام

Marfat.com

درودِ ابراہیمی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○

Marfat.com

فہرست

☆ پیش لفظ ۹
☆ انتخاب ایزدی ۱۱

پہلا باب:
آلِ ابراھیمؑ، اولادِ اسماعیلؑ ۱۳

دوسرا باب:
رسول اکرمؐ کے آباواجداد جناب عدنان سے جناب ھاشم تک ۲۰

تیسرا باب:
جدِ امجد حضرت عبدالمطلب ۳۶

چوتھا باب:
والد ماجد حضرت عبداللہ ۴۹

پانچواں باب:
والدہ ماجدہ سیدہ آمنہؓ ۶۲

چھٹا باب:
فواطم وعواتک۔ رسول اکرمؐ کا مادری سلسلہ ۷۸

Marfat.com

ساتواں باب:

رضاعی والدہ بی بی حلیمہ۔ ۸۵

آٹھواں باب:

رسول اکرمؐ کے کفیل وسرپرست ۱۰۳

نواں باب:

رسول اکرمؐ کے آباء کا ایمان اور آخرت میں مقام ۱۳۱

دسواں باب:

والدین کے حقوق ۱۵۱

گیارھواں باب:

سمندر سے "ملی" پیاسے کو شبنم ۱۶۵

Marfat.com

پیش لفظ

''رسول اکرم ﷺ کے والدین.....'' ایک جگمگاتا ہوا موضوع ہے۔ جس کی ضیا پاشیاں ہمارے دلوں کو منور اور ذہنوں کو احترام سے لبریز کرتی ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ تذکرہ اس عظیم المرتبت جوڑے کا ہے جو اس عالم رنگ و بو میں نور کائنات کو وجود میں لانے کا ذریعہ بنا۔ اس نے ایک ایسی ہستی کو جنم دیا جو وجہ تخلیق کائنات ٹھہری۔ جس کا نام سنتے ہی مشام جاں معطر ہو جاتا ہے۔ جس کا تذکرہ ذہن کے اندھیروں اور روح کی تاریکیوں کو دور کر دیتا ہے۔

بی بی آمنہؓ خوش قسمت ترین ماں اور جناب عبداللہؓ خوش قسمت ترین باپ تھے۔ ان کی قسمت پر بنی نوع انسان ہمیشہ رشک کرتی رہے گی۔ خالق کائنات نے اپنے حبیبؐ کی نسبت سے جو مرتبہ ان کو عطا کر دیا، اب وہ دنیا کے کسی اور، ماں باپ کو نہیں مل سکتا۔ یہ مقام، یہ مرتبہ، یہ فضیلت، یہ بزرگی ان کے لئے مخصوص ہو کر رہ گئی۔

سیدہ آمنہؓ نے فرمایا تھا۔ ''ہر زندہ مرے گا اور ہر نئی چیز پرانی ہو گی۔ ہر بڑے سے بڑا بھی فنا ہو گا۔ میں بھی مر جاؤں گی۔ مگر میرا ذکر باقی رہے گا کیونکہ میں نے خیر عظیم کو چھوڑا ہے اور میں نے طاہر و طیب کو جنم دیا ہے۔''

Marfat.com

رسول اکرم کے حقیقی والدین کے بعد رضاعی والدہ اور کفیل و سرپرستوں کا درجہ بھی حقیقی والدین جیسا ہے۔ کیونکہ آپؐ نے ان کا ادب واحترام حقیقی والدین کی طرح کیا۔ چنانچہ آپؐ کے والدین کے تذکرہ کے ساتھ رضاعی والدہ اور کفیل و سرپرستوں کا تذکرہ اسی زمرہ میں آتا ہے۔ ہم نے اسے بھی پورے احترام کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین

طاہر منصور فاروقی

2/43۔شاہدرہ ٹاؤن لاہو

0300-8570286

Marfat.com

انتخاب ایزدی

حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کے دو برابر حصے کیے جو بہترین حصہ تھا مجھے اس میں رکھا۔ اس حصہ کی تین تہائیاں کیں جو بہترین تہائی تھی، مجھے اس میں رکھا۔ یہ کر لیا تو انسانی اقوام میں سے قوم عرب کو پسند فرمایا۔ عرب میں سے قریش کو، قریش میں سے بنی ھاشم کو، بنی ھاشم میں سے عبدالمطلب کی اولاد کو اور ان میں سے مجھ کو۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت عباس روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ممبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا:

میں محمد ﷺ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے بہترین مخلوق یعنی انسانوں میں سے کیا۔ پھر انسانوں میں دو گروہ عرب و عجم بنائے اور مجھے بہترین گروہ عرب میں سے کیا۔ پھر عرب کے چند قبیلے بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ قریش میں سے کیا اور پھر قریش کے خاندان بنائے تو مجھے سب سے اچھے خاندان بنی ھاشم میں سے کیا۔ یوں میں ذاتی اور خاندانی طور پر سب سے اچھا ہوں۔ (ترمذی، مشکواۃ شریف)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ خدا مجھے ایک پیغمبر سے دوسرے پیغمبر کے صلب میں منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے پیغمبری عطا کر کے بھیجا۔

ابو ھریرہؓ مروی ہیں۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ بنی آدم پر زمانے کے بعد جو زمانے گزرے ہیں۔ میری بعثت ان میں سے بہترین زمانے میں ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اس

Marfat.com

زمانے میں بھیجا گیا جس میں ہوں۔ قتادہؒ فرماتے ہیں۔ ہم سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جب کوئی پیغمبر بھیجنا چاہتا ہے تو اس قبیلہ میں سے انتخاب کرتا ہے جو زمین کے لوگوں میں بہترین ہو۔ پھر اس میں جو سب سے اچھا شخص ہوتا ہے اسی کو پیغمبر بنا کر بھیجتا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

Marfat.com

پہلا باب:

آل ابراھیمؑ اولاد اسماعیلؑ

رسول اکرم ﷺ آل ابراھیم اور اولاد اسماعیل علیہ اسلام میں سے تھے۔ حضرت واثلہ بن الاسقع فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے کنانہ کو برگزیدہ کیا اور کنانہ میں سے قریش کو قریش میں سے بنی ھاشم کو اور بنی ھاشم میں سے مجھ کو برگزیدہ اور قبول کیا۔ (ترمذی، مشکواۃ، مسلم) چنانچہ ہم حضرت ابراھیم اور حضرت اسماعیل علیہ اسلام کے تذکرہ سے ابتدا کر رہے ہیں کہ والدین کے وسیع تر معنوں میں ابتدا آباواجداد سے ہونا چاہیئے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام

حضرت ابراھیمؑ عراق میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا پیشہ نجاری اور بت تراشی تھا۔ جب حضرت ابراھیمؑ سن رشد کو پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا بت تراش باپ اور دوسرے لوگ اپنے ہاتھوں سے تراشیدہ بتوں کو پوجتے اور انہی کو اپنا معبود حقیقی سمجھتے

Marfat.com

ہیں۔ حضرت ابراھیمؑ لوگوں کے اس عمل سے مطمئن نہیں تھے۔ وہ سوچتے تھے کہ یہ لکڑی اور پتھر کے بے جان مجسمے کس طرح معبود ہوسکتے ہیں۔ وہ اس بارے میں غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ قرآن پاک حضرت ابراھیمؑ کی اس تحقیق و تجسس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

ترجمہ: پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔ مگر جب وہ غروب ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا○

پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔ لیکن جب وہ غروب ہوگیا تو آپ نے فرمایا۔ اگر مجھے میرے رب نے ھدایت نہ کی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا○

پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے۔ یہ تو سب سے بڑا ہے۔ لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔ اے قوم بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں○

میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یک سو ہو کر اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ (سورۃ الانعام۔۷۶تا۷۹)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیمؑ کو راہ حق کی تبلیغ کرنے کی ھدایت کی۔ آپؑ نے لوگوں کو جھوٹے خداؤں سے منہ موڑ کر حقیقی خدا سے رجوع کرنے کی تعلیم دینا شروع کی تو لوگ آگ بگولا ہو گئے۔ انہوں نے اپنے بادشاہ نمرود سے شکایت کی جو خود کو لوگوں کا رب الاعلیٰ کہتا تھا اس نے حضرت ابراھیمؑ کو جلتی آگ میں ڈال دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی کو محفوظ رکھا۔

حضرت ابراھیمؑ اپنی قوم سے مایوس ہو گئے۔ انہوں نے اپنی اھلیہ بی بی سارہ کو ہمراہ لیا اور فلسطین کو ہجرت کر گئے۔ یہاں آپ نے گلہ بانی شروع کر دی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد خشک سالی نے آگھیرا۔ سرسبز اور شاداب چراگاہیں سکڑتی گئیں۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ ریوڑوں کو لے جاتے ہوئے بالآخر ملک مصر میں جا پہنچے۔ مصر کے بادشاہ نے حضرت

Marfat.com

ابراھیمؑ کے بارے میں خواب دیکھا اور خوف زدہ ہوگیا۔اس نے آپؑ کی خوشنودی کے لئے گوناگوں تحائف نذر کئے جن میں ایک لونڈی بھی تھی اس کا نام ھاجرہ تھا۔

ادھر ایک طویل مدت سے جناب سارہ اولاد سے محروم تھیں۔انہوں نے ازخود اپنے شوہر (حضرت ابراھیمؑ) سے اصرار کیا کہ وہ ھاجرہ کو اپنی زوجیت میں لے لیں تاکہ وہ صاحب اولاد ہوسکیں۔انہوں نے ایسا ہی کیا اور پھر بی بی ھاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔لیکن پھر کچھ ہی عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے بی بی سارہ کی گود بھی ھری کر دی اور ان کے ھاں حضرت اسحاقؑ کی ولادت ہوئی۔

حضرت ابراھیمؑ نے دونوں بیویوں کو ایک جگہ رکھا ہوا تھا۔دونوں بیٹوں پر بھی باپ کی شفقت یکساں تھی۔مگر حضرت اسحاقؑ کی والدہ جناب سارہ کو حضرت ابراھیمؑ کی دونوں بھائیوں پر مساویانہ شفقت گوارا نہ تھی۔سارہ کے خیال میں اسماعیلؑ ان کی خدمت گار (بی بی ھاجرہ) کے بیٹے ہونے کی وجہ سے مساوات کے حقدار نہ تھے۔چنانچہ وہ بی بی ھاجرہ اور ان کے بیٹے کے لئے تعصب کا اظہار کرتی رہتی۔حضرت ابراھیمؑ نے زندگی کہ یہ تلخی محسوس کی اور اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا۔مشیت ایزدی کا اشارہ پاکر بی بی ھاجرہ اور کمسن اسماعیلؑ کو ساتھ لیا اور جنوب کی سمت روانہ ہوگئے۔یہ سفر انہوں نے درہ کوہ میں آکر ختم کیا جہاں آج مکہ معظّمہ آباد ہے۔اس درہ میں کوئی مستقل آبادی نہ تھی البتہ شام و یمن سے آنے جانے والے سوداگروں کے قافلے یہاں آرام کرنے کے لئے پڑاؤ کر لیتے۔جن کے چلے جانے کے بعد بیابان پہلے کی طرح ھولناک ہوجاتا۔

بی بی ھاجرہ نے یہاں ایک مختصر سی جھونپڑی بنالی۔حضرت ابراھیمؑ ان کے لئے جو تھوڑا بہت سامان خور دونوش لے کر گھر سے نکلے تھے۔وہ انہیں سونپ کر وطن واپس تشریف لے گئے۔یہ توشہ اور پانی جلد ہی ختم ہوگیا اب کمسن اسماعیلؑ پیاس سے بلک رہے تھے۔پانی کی تلاش میں بی بی نے درہ میں گردش کی اور ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گئیں اور پانی کے لئے دور دور تک نظر دوڑائی۔بی بی نے صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں کے ٹیلوں کی طرف ادھر سے ادھر سات چکر لگائے لیکن پانی کا کہیں نشان تک نظر نہ آیا۔

Marfat.com

ایک مرتبہ مایوس ہو کر اپنے بچے کو دیکھنے کے لئے واپس آئیں تو دیکھا کہ اسماعیلؑ اپنے پاؤں زمین پر رگڑ رہے ہیں اور ان کی ایڑیاں پانی سے شرابور ہیں۔ بچے کے پیروں کے نیچے سے ریت ہٹائی تو زیادہ مقدار میں پانی ابل پڑا۔ انہوں نے یہ پانی حضرت اسماعیلؑ کو پلایا، خود بھی پیا اور پھر چشمہ کے چاروں طرف مینڈھ بنادی تاکہ پانی پھیل کر ریت میں جذب نہ ہو جائے۔ ایسا کرتے ہوئے بے اختیار کہتی جاتی تھیں۔ زم، زم (ٹھہر، ٹھہر)

یہ درہ قافلوں کی شاہراہ عام پر واقع تھا۔ تاجر یہاں آرام کرنے کے لئے پڑاؤ کرتے تھے۔ پانی کا چشمہ پھوٹ پڑنے پر یہ مقام ان کے لئے اور بھی زیادہ کشش کا باعث بن گیا۔ عرب کے بعض قبائل یہاں مستقل طور پر اقامت گزیں ہو گئے۔ ان میں اولیت قبیلہ بنی جرہم کو حاصل ہے۔ حضرت ابراھیمؑ یہاں آتے رہتے تھے۔ ذبح عظیم کا واقعہ یہیں (منیٰ میں) پیش آیا۔

رسول اکرمؐ کی حدیث مبارکہ ہے۔ میں دو ذبیحوں (حضرت اسماعیل اور حضرت عبداللہ) کی اولاد ہوں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

حدیث نبوی میں مذکورہ دوسرے ذبیح حضرت عبداللہ کا تذکرہ اپنے مقام پر آئے گا یہاں پہلے ذبیح حضرت اسماعیلؑ کا تفصیلی ذکر ہو جائے۔ ذبیح عظیم کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ حضرت ابراھیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے کہ اپنے بیٹے کو اس کی راہ میں قربان کر دیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

ترجمہ: جب وہ اس کے ساتھ کام کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو ابراھیمؑ نے کہا...... اے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ تو سوچ کر بتا۔ تیری رضا کیا ہے؟ (بیٹے نے کہا) آپ مجھے صابروں میں پائیں گے۔ پھر جب ان دونوں نے سر تسلیم خم

Marfat.com

کردیا اور ابراھیم نے اسے ماتھے کے بل لٹا دیا تو ہم نے اسے ندا دی کہ اے ابراھیمؑ بلاشبہ تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ ہم یقیناً اچھا کام کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ان کے فرزند کو قربانی کے بالعوض فدیہ دے کر ایک بڑی قربانی (ذبح عظیم) سے چھڑا لیا۔ (الصافات ۱۰۲ تا ۱۰۷)

جب حضرت ابراھیمؑ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا تو غیب سے اس بچے کے عوض میں ایک ترو تازہ مینڈھا پیش ہوا۔ جسے حضرت ابراھیمؑ نے ذبح کر کے جلا دیا۔ قربان گاہ اور فدیہ کا مقام منیٰ تھا۔

حضرت ابراھیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ حضرت ھاجرہ کو اس جگہ آباد کیا تھا جہاں اب شہر مکہ ہے۔ عظیم و مقدس باپ بیٹے نے بعد ازاں اس جگہ ایک مسجد مکعب شکل کی تعمیر کی اور خدا سے دعا کی۔

ترجمہ: اور جب اٹھا رہے تھے بنیادیں بیت اللہ کی ابراھیم اور اسماعیل (اور دعا کرتے جاتے تھے) اے ہمارے رب قبول فرما ہم سے (یہ خدمت) بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔o اے ہمارے رب۔ اور بنا ہم دونوں کو فرمانبردار اپنا اور ہماری نسل میں سے (اٹھا) ایک امت جو مطیع فرمان ہو تیری اور بتا ہمیں طریقے اپنی عبادت کے اور قبول فرما ہماری توبہ بے شک تو ہی توبہ قبول فرمانے والا، رحمت فرمانے والا ہےo اے ہمارے رب، اور بھیج ان میں سے ایک رسول ان ہی میں سے (جو) پڑھ کر سنائے ان کو تیری آیات اور تعلیم دے ان کو کتاب و حکمت کی اور پاک کرے ان (کے دلوں اور زندگیوں) کو۔ بے شک تو ہی ہر چیز پر غالب اور حکمت والا ہے۔

(سورۃ البقرہ۔۱۲۷ تا ۱۲۹)

پروردگار! میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصہ کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار، میں نے یہ اس لئے کیا کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں، لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا دے اور انہیں کھانے کو پھل دے۔ شائد کہ یہ تیرے شکر گزار بنیں۔o (سورۃ ابراھیم۔۳۷)

Marfat.com

سرزمین مکہ میں کوئی روئیدگی یا پیداوار نظر نہیں آتی۔ لیکن مکہ کے بازاروں میں سبز ترمیوے اور ترکاریاں بہت سستی اور افراط سے ملتی ہیں۔ یعنی خدا نے حضرت ابراھیم علیہ اسلام کی دعا قبول کی۔ دعا کا دوسرا جزو بھی قبول ہوا اور حضرت اسماعیل کی نسل سے عظیم الشان رسول (حضرت محمدؐ) بھی پیدا ہوئے۔ اسی لئے رسول اکرمؐ کو دعائے خلیل (حضرت ابراھیمؑ) بھی کہتے ہیں۔

خانہ کعبہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے قرآن پاک میں ارشاد ہوا:

ترجمہ: بلاشبہ انسانوں کے لئے خدا پرستی کا جو پہلا معبد و مرکز بنایا گیا۔ وہ یہی عبادت گاہ مکہ ہے۔ ایک بابرکت گھر اور بنی نوع انسان کے لئے مرکز ھدایت جس میں ایسی نشانیاں ہیں جو (اپنی صداقت کی) خود گواہ ہیں۔ اور مقام ابراھیم ہے۔ اس گھر کی یہ خوبی ہے کہ جو کوئی اس کی حدود میں جا پہنچا وہ امن و حفاظت کے حصار میں آ گیا۔ (آل عمران)

حضرت اسماعیلؑ نے کعبہ کے اردگرد آباد ہونے والے پہلے عرب قبیلہ بنو جرھم کی ایک خاتون بنت مضاض سے نکاح کر لیا۔ اس بی بی کے بطن سے حضرت اسماعیلؑ کے بارہ بیٹے ہوئے۔ باقی سب تو سرزمین عرب میں پھیل گئے لیکن قیدار نامی فرزند مکہ میں رہا۔ قیدار کی اولاد نے اپنے نامور باپ کی طرح اس مقدس مسجد کی مکمل دیکھ بھال کی جو دنیا کے لئے توحید کی پہلی درس گاہ تھی۔

قیدار کی اولاد میں سے 37 پشتوں کے بعد عدنان نہایت اولعزم شخص گذرا ہے۔ اس کے چھوٹے بھائی عک نے یمن میں سلطنت قائم کی۔ عدنان کے بعد بنو اسماعیلؑ پر بنی جرھم کا قبیلہ غالب آ گیا۔ اگرچہ وہ ان کے ماموں تھے لیکن بنو جرھم نے ان کو مکہ سے نکال دیا۔ کیونکہ بنو اسماعیل بت پرستی میں بنو جرھم کا ساتھ دینے کو تیار نہ تھے۔ اولاد اسماعیلؑ مکہ کے اطراف و جوانب میں آباد ہو گئیں۔ بنو جرھم کے فسق و فجور اور ظلم و ستم سے تنگ آ کر قبائل عرب مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر قبیلہ بنو جرہم کو مکہ سے نکلنا پڑا۔ لیکن انہوں نے نکلنے سے پہلے بغض و حسد میں خانہ کعبہ کی قیمتی اشیاء کو چاہ زم زم میں ڈال کر اسے

Marfat.com

مٹی سے بھر دیا اور پھر یہ ایک طویل مدت تک بے نشان رہا۔ بعدازاں حضرت عبدالمطلب نے کھدائی کر کے اسے بحال کیا۔

علما انساب اس بات پر متفق ہیں کہ عدنان حضرت اسماعیل کے اولاد میں سے تھے۔یعنی اس امر میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریمؐ کا شجرہ طیبہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ تک جا پہنچتا ہے۔لیکن نبی کریمؐ خود اپنا شجرہ جناب عدنان سے آگے نہ بیان کرتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔رسول اکرمؐ نے جب بھی اپنا نسب بیان فرمایا تو معد بن عدنان سے آگے نہ بڑھتے اور فرماتے کہ نسب بیان کرنے والوں نے معد بن عدنان سے آگے جو بیان کیا ہے وہ غلط ہے اور یہ دو یا تین مرتبہ فرماتے۔(طبقات ابن سعد)

حضرت عمر فاروقؓ مستند نساب تھے۔انہوں نے فرمایا نسب جو صحیح بیان کیا جا سکتا ہے وہ عدنان تک ہے۔اس کے اوپر صحیح طور پر معلوم نہیں کہ وہ کون ہے اور اس کا نام کیا ہے۔

بعض علما انساب نے حضورﷺ کا شجرہ مبارک حضرت عبداللہ سے حضرت آدم تک بیان کیا ہے اور کچھ نے حضرت عبداللہ سے حضرت ابراھیم خلیل اللہ تک لیکن درست قول یہی ہے کہ حضرت عبداللہ سے جناب عدنان تک شجرہ بلا شک وشبہ درست ہے۔حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ...... عدنان اور حضرت اسماعیل کے درمیان 37 پشتوں کی روایات بھی ہیں۔

Marfat.com

دوسرا باب:

نبی اکرم ﷺ کے آباو اجداد

جناب عدنان سے جناب ھاشم تک

عدنان:

جب بابل کے فرماں روا بخت نصر نے عرب پر حملہ کیا تو حضرت ارمیہ نبی نے بخت نصر کو کہا کہ اللہ کی طرف سے اس کو دیگر قبائل پر حملہ کرنے کی اجازت ہے مگر عدنان پر نہیں۔ چنانچہ بخت نصر نے عدنان کو چھوڑ دیا اور دیگر قبائل پر حملہ کیا اور لوٹ مار کرنے کے بعد بہت سے مرد و زن قیدی بنا کر لے گیا، علامہ طبری روایت کرتے ہیں کہ عدنان اپنے زمانے میں اھل عرب کے نامور سردار تھے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیت اللہ کو غلاف پہنایا۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ جب بلاد عرب کے جنوب میں واقع پہاڑی سلسلے میں حضور نامی پہاڑ کے قریب رہنے والے لوگوں نے اپنے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے دو انبیاء حضرت ارمیہ اور ابرخیہ کو وحی فرمائی کہ وہ بادشاہ بخت نصر کو عرب پر چڑھائی کرنے کا حکم دیں تا کہ شعیبؑ کے قاتلوں اور بغاوت کرنے والوں کو سزا دے۔

Marfat.com

عدنان کی قیادت میں عرب متحد تھے۔اس کی وفات کے بعد منتشر ہو گئے۔ادھر بخت نصر بھی دنیا سے رخصت ہو گیا۔عدنان کی بیوی کا نام مہیدہ تھا جو حضرت ابراھیمؑ کی اولاد میں سے تھی۔عدنان کی اولاد تیس افراد پر مشتمل تھی۔سب سے بڑے فرزند معد تھے۔

معد:

معد کے معنی تر و تازہ ہیں۔جب بخت نصر نے عرب پر دوسرا حملہ کیا تو بنی عدنان یمن کی طرف چلے گئے کہ وہاں عدنان کے بھائی عک کی حکومت تھی۔مگر معد کو حضرت ارمیہؑ اپنے ساتھ شام لے گئے۔امام ابو جعفر طبری کا کہنا ہے کہ حضرت ارمیہؑ حکم الٰہی کے مطابق معد کو لیکر ملک شام چلے گئے۔وہ بنی اسرائیل کے ساتھ رہے۔جب فتنوں سے سکون حاصل ہوا تو پھر واپس آ گئے۔اپنے بھائیوں کو یمن سے بلا کر مکہ میں آباد کیا۔علامہ ماوردی کے مطابق اولاد اسماعیلؑ میں شرف و بزرگی کی بنیاد رکھنے والا پہلا شخص عدنان کا فرزند معد تھا۔

معد جنگ و جدل کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے،انہیں لڑائی کا بے حد شوق تھا چنانچہ جنگ جوئی کے ہنر کی باریکیوں سے آگاہ تھے لڑائی میں مہارت کے باعث آپ کو ابوالحرب بھی کہا جاتا تھا۔معد نے تہامہ پر قبضہ کر لیا۔ان کی حکومت قائم ہو گئی۔ان کے ہر حکم کی تعمیل تہامہ کے عرب قبائل پوری اطاعت کے ساتھ کرتے۔عرب کا مشہور شاعر مہلہل لکھتا ہے۔

ہمارا علاقہ تہامہ،اس وجہ سے امیر اور خوشحال ہو گیا کہ وھاں معد کی اولاد سکونت رکھتی تھی (اعلام النبوۃ الماوردی)

معد کی زوجہ معانہ بنت جوشم تھیں۔ان کی اولاد انیس افراد پر مشتمل تھی۔نزار ان میں ممتاز ہوئے۔

نزار:

نزار کا مادہ نزر سے نکلا ہے۔اس کے معنی قلیل کے ہیں۔تہامہ کے

Marfat.com

سردار معد کے ھاں جب بیٹے کی پیدائش ہوئی تو انہوں نے احباب کی دعوت کی۔ بہت سے اونٹ ذبح کے گئے۔ دعوت میں امیر غریب اپنے بیگانے سبھی مدعو تھے۔ کھانا کھلانے کے بعد معد نے کہا اس نعمت خداوندی کا شکرادا کرنے کے لئے میں نے جو کچھ کیا ہے وہ نزار (بہت قلیل) ہے۔ اور پھر بچے کا نام ہی نزار رکھ دیا گیا۔

نزار اپنے زمانے میں تمام لوگوں سے زیادہ وجیہہ اور حسین تھے۔ اس پر مستزاد کہ عقل وفہم میں بھی ان جیسا کوئی نہ تھا۔ ان کی بیوی کا نام سودہ بنت عک تھا۔ اس کے بطن سے مضر پیدا ہوئے۔

مضر:

اپنے والد کی طرح نہایت خوبصورت تھے۔ عقلمند اور دانا بھی تھے حدیٰ یعنی اونٹوں کو گا کر ھانکنا مضر کی کی ایجاد ہے۔ ایک مرتبہ وہ اونٹ سے گر گئے۔ ان کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ وہ درد سے چلائے۔ یایداہ...... یا یداہ ھائے۔ میرا ہاتھ...... ہائے میرا ہاتھ۔ چونکہ خوش الحان تھے۔ ان کی آواز سن کر اونٹ چراگاہ سے نکل کر ان کے پاس جمع ہو گئے۔ انہوں نے اندازہ لگالیا کہ اونٹ بھی آواز پر مسحور ہو جاتے ہیں۔ تندرست ہو کر انہوں نے گا کر اونٹوں کو رواں دواں رکھنے کا تجربہ کیا اور کامیاب رہے۔

ان کا کہنا تھا کہ میں گاتا ہوں تو اونٹنیاں گانا سن کر دمیں ھلاتی ہیں۔ یعنی مسرور ہوتی ہیں۔ (کامل ابن کثیر)۔

مضر کے کئی اقوال اس دور کے عربی ادب میں محفوظ ہیں۔

مثلاً:

o- اپنے نفسوں کو مشکل باتوں کا عادی بناؤ اور ہوا وہوس سے ان کا رخ پھیرے رکھو۔

o- بہترین بھلائی وہ ہے جو فوری کی جائے۔

o- اصلاح اور فساد کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہوتا ہے جتنا کسی دودھ دینے والے جانور کو دوبارہ دوہنے کے درمیان ہوتا ہے

۱۲۷۶۱۶

Marfat.com

مجاہدؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ سفر کی ایک رات میں چل رہے تھے۔ ایک شخص رہنمائی کا کام کر رہا تھا۔ اچانک ایک حدی سرا کی آواز سنائی دی۔ آنحضرتؐ نے اپنے سفر کے ساتھی سے فرمایا۔ اچھا ہوگا کہ ان لوگوں کے حدی سرا سے ہم بھی جا ملیں۔ چنانچہ تیزی سے نزدیک ہوئے۔ یہاں تک کہ قافلہ سے جا ملے۔ آپؐ نے استفسار کیا۔ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا...... مضری۔ آپ نے فرمایا میں بھی مضری ہوں۔
(طبقات ابن سعد)

حضرت عبداللہ بن خالد کہتے ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ مضر کو برا نہ کہو۔ وہ مسلمان تھے۔ مضر لوگوں کو دین ابراھیمی پر قائم رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ آپ کی زوجہ کا نام رباب بنت عبدہ تھا۔ آپ کے دو بیٹے عیلان اور الیاس تھے۔ الیاس سے رسول مقبولؐ کا شجرہ آگے بڑھا۔

الیاس:

سب سے پہلے قربانی کے لئے بیت اللہ کو اونٹ الیاس بن مضر نے ہی بھیجے تھے۔ اھل عرب آپ کی تعظیم کرتے اور آپ کو سید العرب کہہ کر پکارتے تھے۔ اپنی قوم میں آپ سب سے زیادہ سخی اور قابل احترام تھے۔ آپ اپنے والد کی طرح دین ابراھیمی پر قائم تھے۔ علما انساب کا کہنا ہے کہ جب الیاس جوان ہوئے تو حضرت اسماعیل کی اولاد میں خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ وہ انہیں تلقین کرتے کہ اپنے جلیل القدر باپ کی سنت اور طریقوں کی پابندی کریں۔ ان کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور قوم پھر سے سیدھے راستے پر آ گئی جو ان کے صالح بزرگوں نے اپنے لئے پسند کیا تھا۔ ان کا ایک مشہور قول ہے۔

جو خیر کو بوتا ہے۔ وہ خوشی کی فصل کاٹتا ہے۔
جو برائی کو بوتا ہے وہ ندامت کی فصل کاٹتا ہے۔

علامہ زینی دحلان ان کے بارے میں حدیث بیان کرتے ہیں کہ ''الیاس کو برا مت کہو، وہ مومن تھے۔ اھل عرب میں ان کی مثال ایسی تھی جیسے لقمان حکیم کی اپنی قوم میں۔

Marfat.com

آپ کی بیوی کا نام لیلیٰ خندف بنت حلوان تھا۔ پانچ بیٹوں میں مدرکہ سب سے بڑے تھے۔

مدرکہ:

آپ کا نام عمرو اور لقب مدرکہ تھا۔ علامہ طبری کے مطابق ان کی والدہ لیلیٰ بنت حلوان، خندف کے لقب سے مشہور تھیں۔ یمن کے ایک قبیلہ سے تعلق رکھنے والی یہ خاتون اپنی خوبیوں اور صفات کی بدولت بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں حتی کہ ان کی اولاد کو باپ کی بجائے ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

ایک روز عمرو اور ان کا بھائی عامر جنگل میں اونٹ چرا رہے تھے۔ انہیں شکار مل گیا۔ دونوں بھائی اسے پکانے میں مصروف ہو گئے اچانک ایک خرگوش چھلانگیں لگاتا ہوا وہاں سے گزرا۔ اسے دیکھ کر اونٹ بدکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ عمرو نے عامر سے پوچھا۔ اونٹوں کے پیچھے جاؤ گے یا شکار پکاؤ گے۔ عامر نے شکار پکانے کی حامی بھری۔ عمرو دوڑے اور تمام اونٹ ہانک کر واپس لے آئے۔ شام کو گھر آ کر والد کو واقعہ سنایا تو انہوں نے عمرو سے کہا...... تم مدرکہ ہو اور عامر سے کہا تم طانجہ ہو۔

مدرکہ کی بیوی کا نام سلمیٰ بنت اسلم تھا۔ ان کے پانچ بیٹوں میں سے بڑے بیٹے خزیمہ سے نسب آگے چلا۔

خزیمہ:

آپ کے سات بیٹوں میں سے ایک کا نام اسد تھا اور اسی کی نسبت سے آپ کی کنیت ابوالاسد ہوئی۔ آپ کے زمانہ میں لحی بن حارث نامی شخص یمن سے مکہ مکرمہ آیا۔ اس کے بیٹے عمرو نے عرب میں بت پرستی کو رواج دیا۔ پھر تمام قبائل اس معاملہ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔ بڑے بڑے بت بنائے گئے ہر قبیلہ ایک بت لے آیا اور بیت اللہ کو بت خانہ بنا دیا گیا۔ اس سیلاب نے چند افراد کے سوا سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ بچنے والوں میں خزیمہ بن مدرکہ شامل تھے۔ حضرت ابن

Marfat.com

عباس روایت کرتے ہیں۔خزیمہ نے دین ابراھیمی پر وفات پائی (زرقانی علی المواھب)
آپ کی بیوی کا نام عوانہ بنت سعد تھا۔ سات بیٹوں میں سب سے بڑے کنانہ تھے۔

کنانہ:

آپ کی کنیت ابوالنضر تھی۔امام محمد بن یوسف، کنانہ کا مطلب ترکش بیان کرتے ہیں۔ کنانہ ایک روز مطیم میں سو رہے تھے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ انہیں کہا گیا۔ ان چار چیزوں میں سے ایک چن لو۔ گھوڑے، اونٹ، تعمیرات اور دائمی عزت۔ آپ نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے یہ ساری نعمتیں عطا کر۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور قریش کو یہ ساری نعمتیں بخش دیں۔
رسول اللہؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیمؑ سے اسماعیل کو برگزیدہ کیا اور اسماعیلؑ کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو۔ (مسلم، ترمذی، مشکواۃ)۔ ان کے علم و فضل کی وجہ سے عرب ان سے رجوع کرتے رہتے تھے۔ (زرقانی)۔ کنانہ نے حضرت عیسیٰ، حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ کی زیارت کی تھی۔
آپ کی زوجہ ہرہ بنت مُر تھیں۔ چودہ بیٹوں میں سے نور محمدی جناب نضر کو تفویض ہوا۔

نضر:

نضر کا اصل قیس تھا۔ چونکہ آپ بہت حسین و جمیل تھے۔ اس لئے لوگ آپ کو نضر کہا کرتے تھے۔ نضر کے معنی تر و تازہ خوبصورت اور پر رونق ہونا ہے۔
رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا۔ قیس کو برا نہ کہو بلاشبہ وہ مسلمان تھے۔ ابوعثمان الحافظ کی روایت ہے کہ کہا جاتا تھا کہ نضر نے اپنے باپ کی بیوہ سے شادی کر لی تھی۔ اس غلط فہمی کی وجہ یہ تھی کہ ان کی بیوی اور والد کی بیوہ کا نام ایک ہی تھا۔ ان کا باہمی رشتہ بھی قریبی تھا۔ چنانچہ رسول اکرم نے تنبیہ فرمادی۔

Marfat.com

نضر کی زوجہ کا نام عکرشہ بنت عدوان تھا۔ ان سے مالک کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کے نسب کے لئے منتخب فرمایا۔

مالک:

آپ کی کنیت ابو الحارث اور نام مالک تھا۔ آپ کو ملک العرب کہا جاتا تھا۔ (زرقانی علی المواهب)۔ ان کی والدہ کا نام عاتکہ تھا۔ بعض علما نے عکرشہ لکھا ہے ۔جس سے غلط فہمی ہوتی ہے کہ یہ خاتون کوئی اور تھیں۔ دراصل عاتکہ ان کا نام اور عکرشہ لقب تھا۔ نضر لوگوں کی ضروریات کے بارے میں مالک سے دریافت کرتے اور ان کی حاجات پوری کرتے تھے۔ اپنے نامور والد کی طرح نضر کی اولاد بھی موسم حج میں حجاج کے پاس جاتی اور ضروریات پوری کرتی تھی۔

آپ کی زوجہ جندلہ بنت عامر تھیں۔ آپ کے بڑے بیٹے فہر کو نور محمدیؐ تفویض ہوا۔

فہر:

آپ کی کنیت ابو غالب اور لقب قریش تھا۔ روایت ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کا نام قریش اور والد نے فہر رکھا تھا۔ قریش، قرش کی تصغیر ہے۔ قریش اس مچھلی کو کہتے جو پانی کے اندر جانوروں کو اپنے دانتوں سے تلوار کی طرح کاٹ دیتی ہے۔

آپ کے زمانے میں یمن کا حاکم حسان مکہ پر حملہ آور ہوا۔ مقصد یہ تھا کہ کعبہ کو مسمار کر کے اس کے پتھر یمن لے جائے اور وہاں کعبہ بنائے۔ فہر اپنے بھائیوں اور قبیلہ کے ساتھ مقابلہ کے لئے نکلے۔ سخت لڑائی کے بعد آپ کو فتح نصیب ہوئی۔ فہر کے بیٹے حارث نے حسان کو گرفتار کر کے جنگی قیدی بنالیا۔ حسان تین برس تک مکہ میں بطور جنگی قیدی رہا۔ آخر اس نے فدیہ دے کر رہائی پائی۔ وہ یمن جاتے ہوئے راستے میں مر گیا۔

فہر کے سات بیٹے تھے۔ ان کی بیوی لیلیٰ بنت الحارث سے غالب پیدا ہوئے جن سے سلسلہ نسب آگے بڑھا۔

Marfat.com

غالب:

آپ کی کنیت ابو تیم اور نام غالب تھا۔ بڑے دانا اور عقلمند مانے جاتے تھے۔ اہم معاملات میں لوگ آپ سے مشورہ لیتے تھے۔

آپ کی بیوی کا نام عاتکہ بنت یخلد تھا۔ آپ کے دو بیٹے تھے۔ تیم اور لوئی۔ بنی تیم کے جدِ اعلیٰ یہی تیم تھے۔ جبکہ دوسرے بیٹے لوئی سے رسول اکرمؐ کا شجرہ آگے بڑھا۔

لوئی:

آپ کی کنیت ابوکعب اور نام لوئی تھا۔ لوئی دراصل لواالجیش کی تصغیر ہے (زرقانی)۔ شائد یہ نام اس لئے معروف ہوا کہ آپ اپنی قوم میں صاحب لوا (علمبردار) تھے۔ لوئی کو اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت سے متصف کیا تھا۔ بچپن ہی میں آپ کی زبان سے ایسے جملے نکلتے تھے جو ضرب المثل بن جاتے۔

آپ کی بیوی کا نام ماریہ بنت کعب تھا۔ ممتاز سلسلہ نسب بڑے بیٹے کعب سے چلا۔

کعب:

کعب کے معنی بلند و مرتفع، بزرگی و شرف کے ہیں۔ آپ اپنے نام کے مصداق قوم میں اشرف و اعلیٰ تھے۔ جمعہ کے دن لوگوں کو جمع کر کے وعظ و نصیحت کرنا آپ نے شروع کیا۔ بہت اچھے خطیب اور شاعر تھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف نے کعب کا ایک خطبہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

رات کی تاریکی چھا جاتی ہے اور پھر دن کی روشنی پھیلتی ہے۔
زمین پنگھوڑا ہے اور آسمان پختہ عمارت ہے۔ پہاڑ میخیں ہیں اور ستارے نشانات ہیں۔
یہ ساری چیزیں بے مقصد نہیں پیدا کی گئیں۔
کہ تم ان تکوینی آیات سے منہ پھیر لو

Marfat.com

بعد میں آنے والوں کا حال بھی وہی ہوگا جو پہلے والوں کا ہوا ہے۔
مرد بھی عورت کی طرح ہے۔انسان جوڑا جوڑا اور تنہا فنا کی طرف بڑھ رہا ہے۔
پس صلہ رحمی کرو اور اپنے وعدوں کو ایفا کرو۔
اور اپنے اموال میں اضافہ کرتے رہو۔
کیونکہ ان ہی اموال پر تمہاری مروت اور احسان کا دارومدار ہے۔

آپ کو عربوں میں بڑی قدر و منزلت حاصل تھی۔اسی وجہ سے عربوں نے آپ کی تاریخ وفات کو حوالہ کا سن بنا لیا۔پھر عام الفیل تک اسی سے واقعات کی تاریخ بیان کی جاتی رہی۔

آپ کی بیوی کا نام مخشبہ بنت شیبان تھا۔سلسلہ نسب آپ کے بیٹے مرہ سے آگے چلا۔حضرت عمر فاروق کا سلسلہ نسب کعب سے ہی جا ملتا ہے۔

مرہ:

حضورؐ کے نسب میں چھٹے دادا ہیں۔مرہ حضرت ابوبکر صدیق کے بھی چھٹے دادا تھے۔آپ کی کنیت ابو یقظہ اور نام مرہ تھا۔اس کے معنی قوت کے ہیں۔آپ کی بیوی کا نام ہند بنت سریر تھا۔مرہ کے تین بیٹے کلاب، تیم اور یقظہ تھے۔بنی ھاشم کلاب سے ہوئے یقظہ کے بیٹے مخزوم سے بنی مخزوم جبکہ سیف اللہ حضرت خالد بن ولید اور ام المومنین حضرت ام سلمٰی کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں تیم بن مرہ سے جا ملتا ہے۔

کلاب:

آپ کا نام حکیم اور کنیت ابو زھرہ تھی۔کلاب، کلب کی جمع ہے۔وجہ تسمیہ یہ بتائی گئی ہے کہ عرب اپنے بیٹوں کے نام درندوں کے نام پر ذنب، اسد اور کلب وغیرہ رکھتے تھے تا کہ وہ بہادر ہوں اور دشمنوں کے مقابلے میں شیروں اور بھیڑیوں کا طرح ثابت ہوں۔

Marfat.com

ایک شاعر نے ان کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔
ترجمہ: حکیم بن مرہ نے بخشش کو عام کر کے اور اذیت کو روک کر مخلوق کے درمیان برابری و مساوات قائم کی۔ اپنے کنبہ کو فائدہ پہنچانا اور مصیبتوں سے بچانا اس کے فضائل میں سے ہے۔

کلاب حضرت آمنہ کے تیسرے دادا تھے۔ ان پر حضور کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کا نسب جمع ہو جاتا ہے۔ عربی مہینوں کے نام کلاب ہی نے تجویز کیے۔

آپ کی بیوی کا نام فاطمہ بنت اسعد تھا۔ آپ کے دو بیٹے زہرہ اور قصی تھے۔ سلسلہ نسب آپ کے فرزند قصی سے آگے بڑھا۔

قصی:

آپ کا اصل نام زید اور کنیت ابوالمغیر ہ جبکہ لقب الجمع تھا۔ آپ ۴۰۰ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ قصی کے معنی دور دراز کا ہے۔ دراصل آپ کی پرورش اپنی قوم سے دور ہوئی تھی۔ آپ ابھی ماں کی گود میں تھے کہ آپ کے والد کلاب کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسعد نے ربیعہ بن حزام سے دوسرا نکاح کر لیا۔ ربیعہ کا قبیلہ ملک شام کی سرحد پر عذرہ نامی مقام پر رہتا تھا۔ چنانچہ آپ کو اپنی والدہ کے ساتھ جانا پڑا۔ بڑے بھائی زہرہ اپنی قوم میں رہ گئے۔

جوان ہونے پر قصی خود کو ربیعہ سے منسوب کرتے تھے۔ قبیلہ قضاعہ کے ایک شخص رقیع سے قصی کا تیراندازی کا مقابلہ ہوا۔ قصی جیت گئے۔ رقیع خجالت کے ساتھ بدزبانی پر اُتر آیا۔ اس نے کہا تو ہم سے نہیں اپنے شہر کیوں نہیں چلا جاتا۔ اپنی قوم میں کیوں نہیں رہتا۔

قصی نے آکر ماں سے استفسار کیا۔ ماں نے بتایا کہ تو قریش کے مشہور سردار کلاب بن مرہ کا بیٹا ہے۔ تیرا قبیلہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہے۔ جب حج کا موسم آیا تو زید والدہ سے اجازت لے کر حاجیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ بھائی زھرہ بہت خوش ہوئے۔ باپ کی جائیداد میں سے حصہ دے دیا۔

Marfat.com

قصی خوبصورت، شریف اور بہادر تھے۔ سردار مکہ حلیل بن حبشیہ نے اپنی بیٹی حبی کا نکاح آپ سے کر دیا۔ آپ کے ہاں چار بیٹے عبدالدار، عبد مناف، عبدالعزی اور عبد قصی پیدا ہوئے۔ مال و دولت میں بھی اضافہ ہوا۔ آپ کے خسر حلیل سردار مکہ نے مرتے وقت بیت اللہ کی تولیت کا حق اپنی بیٹی حبی کو دے دیا۔ اور بیت اللہ کے دروازے کھولنے اور بند کرنے کا فریضہ اپنے بیٹے المحترش کے سپرد کر دیا۔ حلیل کے انتقال کے بعد المحترش نے چند اونٹوں کے عوض اپنا منصب اپنے بہنوئی جناب قصی کے سپرد کر دیا۔ قصی کو بیت اللہ کی مکمل تولیت مل گئی۔

بنو خزاعہ قصی کے متولی بننے پر بہت برافروختہ ہوئے۔ انہوں نے تلوار کے زور پر یہ حق چھیننے کی کوشش کی۔ خوب جنگ ہوئی۔ دونوں طرف کے کئی آدمی مارے گئے۔ لیکن فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ فریقین نے عمرو بن عوف بن کعب کو اپنا ثالث مقرر کیا۔ عمرو نے کعبہ کا متولی قصی کو قرار دے دیا۔ یوں آپ باقاعدہ بیت اللہ کے متولی اور مکہ کے امیر بن گئے۔

جناب قصی کے کہنے پر قریش نے ایام حج میں حجاج کے کھانے پینے کا انتظام شروع کیا۔ پھر آپ نے ایک مشہور گھر (دارالندوہ) بنایا تمام کاموں کی تدبیر اور نکاح وغیرہ کی تقریبات اسی گھر میں ہوتیں۔ لڑائی کے لئے علم بھی یہیں تیار ہوتا۔ سب سے پہلے مزدلفہ میں روشنی کا انتظام بھی قصی نے کیا تا کہ لوگوں کو عرفات سے ہی یہ نظر آ جایا کرے۔

اپنی عمر کے آخری حصہ میں آپ نے حرم شریف کے تمام مناصب اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کے سپرد کر دیئے۔ لیکن امام محمد بن یوسف الصالحی لکھتے ہیں۔ قصی نے اپنے مناصب بیٹوں میں تقسیم کر دیئے۔ سقایہ اور ندوہ عبد مناف کو تفویض کیا۔ حجابہ اور لوا عبدالدار کو دیا۔ ایام حج میں منیٰ میں حاجیوں کی میزبانی کا فریضہ عبدالعزی کو سونپا۔ جب کہ وادی کی حفاظت کی ذمہ داری عبد قصی کو دی۔ یہی قول درست ہے۔

جناب قصی کے حکیمانہ اقوال عربوں میں زبان زد خاص و عام رہے۔ مثلاً

o- جس نے کسی سفلہ مزاج اور کمینہ خصلت آدمی کا احترام کیا۔ وہ گویا اس کی

Marfat.com

کمینگی میں حصہ دار بنا۔

o۔عزت واحترام سے جس کی اصلاح نہیں ہوتی۔ذلت ورسوائی اس کی اصلاح کر دیتی ہے۔

رسول اکرمؐ کا سلسلہ نسب قصی کے دوسرے بیٹے عبدمناف سے آگے چلتا ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبری اور حضور کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ جناب قصی کے تیسرے بیٹے عبدالعزی کی اولاد میں سے تھیں۔

عبدمناف:

آپ کا نام مغیرہ، کنیت ابوعبدشمس اور لقب عبدمناف تھا۔مناف، انافتہ سے ہے جس کے معنی ہیں بلند ہونا یا نمایاں ہونا۔اس کے معنی شرافت اور کثرت کے بھی ہیں۔

عبدمناف کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے بطحا کا چاند بھی کہا جاتا تھا۔حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ انہیں ایک پتھر ملا جس پر یہ عبارت کندہ تھی۔ میں مغیرہ بن قصی ہوں۔ میں قریش کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں۔اور اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کریں۔

آپ کے والد قصی نے مکہ کا اقتدار آپ کے بڑے بھائی عبدالدار کو سونپ دیا تھا۔اس لئے کسی نے اعتراض نہ کیا۔قصی کے بعد جب دونوں بھائیوں عبدالدار اور عبدمناف کی بھی وفات ہوگئی تو عبدمناف کے بیٹوں نے اپنا استحقاق ظاہر کر کے اقتدار کا مطالبہ کیا۔قریش میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے۔ بالاخر اس بات پر صلح ہوئی کہ سقایت اور افادہ کے علاوہ قیادت بنی عبدمناف جب کہ حجابہ ولوا اور دارالندوہ بنوعبدالدار کے پاس رہے۔

عبدمناف کے بیوی کا نام عاتکہ بنت مرو تھا۔اس سے چار بیٹے نوفل، مطلب، عبدشمس اور ھاشم پیدا ہوئے۔نور محمدیؐ حضرت ھاشم کو تفویض ہوا۔

Marfat.com

ھاشم:

آپ کا نام عمرو اور لقب عمرو العلا تھا۔ ھاشم کے نام سے مشہور ہوئے۔ سقایہ، افادہ اور قیادت ان کو ملی۔ ایک مرتبہ مکہ میں سخت قحط پڑا۔ ھاشم ملک شام میں گئے۔ وہاں سے بڑی مقدار میں خشک روٹیاں خرید کر لائے۔ ان کے ٹکڑے اونٹ کے شوربے میں ڈال کر ثرید بنایا جاتا۔ اھل مکہ پیٹ بھر کر کھاتے۔ اسی واقعہ کے بعد آپ کو ھاشم (روٹیوں کو چورہ کرنے والا) کہا جانے لگا۔ ھشم کی معنی ہیں توڑنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ وھب بن عبد قصی کے اشعار ہیں۔

ترجمہ: ھاشم نے اپنی قوم کے لئے وہ بوجھ اٹھالیا جس کے برداشت کرنے اور اٹھا کر کھڑے ہونے سے بڑے بڑے بہادر اور شریف انسان عاجز تھے۔

وہ اپنی قوم کے لئے ملک شام سے عمدہ گندم کی روٹیوں کی بوریاں لائے جن کے سب مشتاق تھے۔ پھر انہوں نے بڑی فراخدلی کے ساتھ روٹیاں توڑ دیں اور گوشت کے ساتھ ان کو نرم اور لذیز بنا کر اہل مکہ کو پیش کیا۔

ھاشم پہلے شخص تھے جنہوں نے سال میں دو مرتبہ قریش کے لئے تجارت کی غرض سے سفر کے طریقے طے کئے۔ ایک سفر سردیوں میں یمن و حبشہ تک اور دوسرا سفر گرمیوں میں غزوہ اور بعض اوقات انگورہ (انقرہ) تک۔ اس کے لئے ھاشم نے ہرقل (حکمران شام و روم) سے جب کہ ان کے بھائی مطلب نے نجاشی (حکمران حبشہ) سے قریش کے لئے تجارتی سہولتیں حاصل کرنے کے لئے معاہدے کئے۔

قریش کے ہاں دور جاہلیت میں ایک رسم ''اعتفاد'' کے نام سے رائج تھی۔ جب کوئی خاندان مفلس و قلاش ہو جاتا تو وہ شہر سے دور صحرا میں نکل جاتا۔ وہاں جا کر اپنے خیمے نصب کر دیتا۔ پھر ان خیموں میں چھپ کہ فاقوں سے دم توڑ دیتا اور کسی کو خبر نہ ہوتی کہ وہ مفلس اور کنگال ہو گئے ہیں۔ ھاشم نے اس اذیت ناک رسم کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اپنی قوم کو اکٹھا کر کے ایسے غریب خاندانوں کی مدد کا انتظام کیا۔

جناب ھاشم کا ایک خطبہ ملاحظہ کریں۔

Marfat.com

اے لوگو۔ ہم آل ابراھیم اور اولاد اسماعیل ہیں۔ نضر بن کنانہ کے فرزند ہیں۔ قصی بن کلاب کے بیٹے ہیں۔ مکہ کے مالک اور حرم کے رہنے والے ہیں۔ حسب کی بلندی اور بزرگی کی پختگی ہمارے لئے ہے۔ جس نے کسی کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا ہے اس کی مدد ضروری ہے۔ اگر وہ پکارے تو اس کو لبیک کہنا لازمی ہے۔ بجز اس کے کہ اس کی دعوت اپنے قبیلہ سے سرکشی اور قطع رحمی کی نہ ہو۔ اے قصی کے بیٹو، تم اس طرح ہو جس طرح درخت کی دو ٹہنیاں ہوتی ہیں۔ اگر ان میں سے ایک ٹوٹ جائے تو دوسری بھی وحشت و نقصان سے دوچار ہو جاتی ہے۔ تلوار کی حفاظت اس کی نیام سے ہو سکتی ہے۔ جو آدمی اپنے قبیلہ پر تیراندازی کرتا ہے۔ وہ خود بھی اپنے تیر کا نشانہ بن جاتا ہے۔

اے لوگو۔ حلم اور بردباری بزرگی ہے۔ صبر کامیابی کی کلید ہے۔ اچھائی ایک خزانہ ہے۔ سخاوت سرداری ہے اور جہالت کمینگی۔ دن بدلتے رہتے ہیں۔ زمانہ تغیر پزیر رہتا ہے۔ ہر انسان کو اپنے کام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اپنے اعمال کے باعث اس سے بازپرس کی جاتی ہے۔ اچھے کام کرو لوگ تمہاری تعریف کریں گے۔ فضول باتوں سے دامن کش رہو۔ بے وقوف لوگ تم سے علحدہ رہیں گے۔ ہم نشین کی عزت کرو، تمہاری مجلسیں آباد رہیں گی۔ اپنے شریک کار کی حفاظت کرو لوگ تمہاری پناہ لینے کے مشتاق رہیں گے۔ اپنی ذات کے ساتھ بھی انصاف کرو۔ تم پر اعتماد کیا جائے گا۔ مکارم اخلاق کی پابندی کرو کیونکہ اس میں تمہاری بلندی ہے۔ کمینہ عادتوں سے دور رہو۔ کیونکہ اس سے عزت خاک میں مل جاتی ہے۔ اور ماموری کا قصر منہدم ہو جاتا ہے۔

ھاشم کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ اور عبدشمس جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ جب پیدا ہوئے تو ھاشم کے پاؤں کا انگوٹھا عبدشمس کے سر کے ساتھ چسپاں تھا۔ دونوں کو الگ کرنے کے لئے تیز دھار آلہ استعمال کیا گیا جس سے خون کے چند قطرے ٹپک پڑے۔ جس پر لوگوں نے کہا کہ ان کی اولاد کے درمیان خونریزی ہوگی عبدشمس کا بیٹا امیہ تھا جس سے بنو امیہ کی داغ بیل پڑی۔

ایک مرتبہ ھاشم بغرض تجارت ملک شام جاتے ہوئے یثرب (مدینہ) میں بنو

Marfat.com

عدی بن نجار کے ایک شخص عمرو بن زید خزرجی کے ھاں ٹھہرے۔ اس کی بیٹی سلمٰی حسن و جمال اور صورت وسیرت میں ممتاز تھی آپ کی شادی اس سے کر دی گئی۔ بچے کی پیدائش کے وقت ھاشم بی بی سلمٰی کو یثرب اس کے والدین کے پاس چھوڑ کر سفر پر چلے گئے۔ غزہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ اس دوران سلمٰی کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ اس کا نام شیبہ رکھا گیا۔ بڑا ہو کر یہ بچہ عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوا۔

شیبہ کے معنی سفید بالوں والا ہے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے سر میں کچھ بال سفید تھے۔ آپ اپنی ننھیال (یثرب) میں پیدا ہوئے تھے۔ والد یعنی جناب ھاشم کے انتقال کی وجہ سے والدہ کے پاس یثرب میں ہی رہے۔ ایک دن آپ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ تیراندازی کی مشق کر رہے تھے۔ ایک شخص ثابت بن المنذر بھی وہاں کھڑا ان بچوں کو دیکھ رہا تھا۔ یہ شخص حسان بن ثابت (شاعر نبوی) کا والد تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بچہ اپنا تیر چلاتا ہے اور جب تیر نشانے پر بیٹھتا ہے تو خوشی سے نعرہ لگاتا ہے۔ ''میں ابن ھاشم سید البطحا ہوں۔'' اس شخص نے آپ کو بلا کر پوچھا۔ تم کون ہو؟ بتایا میں شیبہ بن ھاشم بن عبد مناف ہوں۔ ثابت بن المنذر کی مطلب بن عبد مناف سے راہ ورسم تھی۔ مطلب ان دنوں قریش کے سردار اور کعبہ کے منصب دار تھے۔ ثابت نے مکہ آ کر مطلب بن عبد مناف کو بتایا کہ میں تمہارے بھتیجے کو یثرب میں دیکھ کر آیا ہوں۔

تم اپنے بھتیجے کو دیکھو تو حیران رہ جاؤ۔ اس میں تمہارے خاندان کی تمام خوبیاں، خوبصورتی اور دبدبہ پایا جاتا ہے۔ میں نے اسے اپنے ماموں زاد بھائیوں میں تیراندازی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایسی تیراندازی کرتا ہے کہ میری ہتھیلی سے چھوٹے ھدف میں اس کا تیر داخل ہو جاتا ہے۔ ایسے لڑکے کو اپنے پاس لے آنا چاہیئے۔

مطلب یہ سن کر بے قرار ہو گئے اور کہا۔ میں جب تک یثرب نہ جاؤں اور اس کو لے نہ آؤں بے چین رہوں گا۔ ثابت نے کہا لیکن میرا خیال ہے کہ نہ تو سلمٰی اسے تمہارے سپرد کرے گی اور نہ اس کے ماموں تمہیں لے جانے دیں گے۔

مطلب بولے۔ نہیں ابو اوس اب میں اسے وہاں نہ چھوڑوں گا وہاں وہ اپنی قوم

Marfat.com

کے مناقب وفضائل سے بے خبر رہے گا۔ مختصر یہ کہ مطلب مکہ سے نکلے اور یثرب پہنچ گئے۔ انہیں شیبہ اپنے ننھیالی بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے مل گئے۔ مطلب نے دیکھا باپ کی شباہت پائی جاتی ہے۔ فوراً پہچان لیا۔

شیبہ نے گھر جا کر اپنی ماں سلمیٰ کو بتایا۔ سلمیٰ دو تین دن کے ردوکد کے بعد شیبہ کو مکہ بھجوانے پر تیار ہو گئیں۔ مطلب شیبہ کو لے کر مکہ میں داخل ہوئے۔ لوگوں نے دیکھا تو سمجھے مطلب اپنے لئے کوئی غلام لائے ہیں۔ اگرچہ مطلب نے بعد میں وضاحت کر دی کہ یہ تو میرا بھتیجا شیبہ ہے۔ لیکن لوگ انہیں عبدالمطلب (مطلب کا غلام) ہی کہنے لگے۔ یہی نام ان کے اصل نام پر غالب آ گیا۔

Marfat.com

تیسرا باب:

جدامجد۔ حضرت عبدالمطلب

حضرت عبدالمطلب رسول اکرمؐ کے دادا تھے۔ عبدالمطلب کے لفظی معنی ''مطلب کا غلام'' ہیں۔ جب مطلب شیبہ کو یثرب سے لے کر مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے شیبہ کو مطلب کا غلام سمجھا۔ ایک اور روایت کے مطابق چونکہ مطلب نے ان کی پرورش کی تھی اور یہ یتیم بھی تھے اس لئے عرب محاورہ کے مطابق غلام مطلب ہی مشہور ہوئے۔ مطلب نے آپ کو اپنے بیٹوں کی طرح پیار و محبت سے پالا۔ آپ کے والد کی تمام جائیداد دے دی۔ چونکہ آپ کے والد ھاشم مکہ کے سردار تھے۔ چنانچہ مطلب کی وفات کے بعد ان کی جگہ شیبہ یعنی عبدالمطلب کو دے دی گئی

عبدالمطلب کا پہلا نکاح صفیہ بنت جندب سے ہوا۔ ان سے حارث پیدا ہوئے۔ صفیہ کے انتقال پر ان کی دوسری شادی فاطمہ بنت عمرو سے ہوئی۔ انہیں سے رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ اور ان سے پہلے ابوطالب اور زبیر پیدا ہوئے۔

عبدالمطلب ھاشم کی طرح اپنے قبیلہ کے نامور سردار بنے۔ عبدالمطلب تمام قریش میں سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے بلند سب سے زیادہ بردبار، متحمل مزاج، سخی، اور فیاض تھے۔ ھلاکت میں ڈالنے والی باتوں سے دور رہتے۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ کسی

Marfat.com

بادشاہ نے انہیں دیکھ کر تعظیم، تکریم نہ کی ہو اور ان کی سفارش نہ مانی ہو۔ وہ جب تک زندہ رہے قریش کے سردار رہے۔ لیکن جب عبدالمطلب سردار بنے تو ان کے چچا نوفل بن عبد مناف کو اپنے بھتیجے کی یہ شان و شوکت اور سیادت ایک آنکھ نہ بھائی وہ حسد اور عناد کا شکار ہو گیا۔ جہاں بس چلتا بھتیجے کو زک پہنچانے کی کوشش کرتا۔ اس نے جناب عبدالمطلب کو ملنے والی ایک موروثی حویلی کے صحن پر غاصبانہ قبضہ جما لیا۔ جس سے یہ تاثر دینا مقصود تھا کہ ہم قوت و طاقت میں تم سے زیادہ ہیں۔ اس لئے حکومت کرنے کا حق بھی ہمیں کو ہے۔ ہم تمہاری سرداری نہیں چلنے دیں گے۔

عبدالمطلب نے جب خود کو بے بس محسوس کیا تو مدد کے لئے یثرب میں اپنے ماموں ابواسعد کو لکھا اور موجود صورت حال سے باخبر کیا۔ ابواسعد کو نوفل کی اس حرکت پر بہت غصہ آیا۔ اسی وقت اپنے قبیلہ کے ۸۰ نوجوان تیار کئے اور انہیں لیکر مکہ مکرمہ روانہ ہو گیا۔

عبدالمطلب ماموں کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے اور درخواست کی کہ گھر چلیں۔ لیکن ابواسعد غصہ سے بھرا ہوا تھا۔ بولا پہلے نوفل سے دو ہاتھ کر لیں پھر گھر چلیں گے۔

وہ حجر میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ تلوار بے نیام کی۔ تمام قریش وہاں موجود تھے۔ وہ بلند آواز سے دھاڑا۔

نوفل ...... کیا تم نے ہمارے بھانجے کو بے یار و مددگار سمجھ رکھا ہے۔ تم نے ہمارے بھانجے کی حویلی کا جو صحن چھین لیا ہے۔ وہ اسے واپس کر دو۔ ورنہ رب کعبہ کی قسم تمہارے بخیئے ادھیڑ دوں گا۔

ابواسعد کی آواز میں ایسی گرج تھی جس نے سب کے پتے پانی کر دیئے۔ اس کا تمتماتا ہوا چہرہ دیکھ کر سب کو یقین ہو گیا کہ اگر تو تکار ہو گئی تو ابھی خون کے دریا بہہ جائیں گے۔ نوفل نے فوراً کہا۔

رب کعبہ کی قسم میں اس کی زمین واپس کرتا ہوں (الکامل فی التاریخ)۔ سردار عبدالمطلب کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ چاہ زمزم کا سراغ لگا کر اسے بحال کرنا تھا

Marfat.com

قبیلہ کی سربراہی کے نتیجہ میں افادہ اور سقایہ کے فرائض عبدالمطلب کے پاس آ گئے۔ چنانچہ وہ حاجیوں کو کھانا کھلاتے اور پانی پلاتے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے مکہ میں کئی حوض بنوائے۔ ان دنوں زمزم ایک مدت سے زمانے کے گردوغبار کے نیچے آ کر دب گیا تھا اور اب نظروں سے اوجھل تھا۔

زمزم کے تہہ خاک ہونے کی وجہ عمرو بن حرث جرہمی کی عداوت اور حسد تھا۔ ایک زمانے میں بنو جرہم غالب آ گئے تھے۔ اور ان کی حکومت مکہ میں قائم ہو گئی تھی۔ بنو جرہم کے مظالم سے تنگ آ کر اولاد اسماعیل مکہ کے اطراف و جوانب میں آباد ہو گئی۔ لیکن پھر جرہم کے فسق و فجور اور ظلم و ستم سے تنگ آ کر قبائل عرب مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مجبوراً قبیلہ جرہم کو مکہ سے نکلنا پڑا۔ لیکن جس وقت مکہ سے نکلنے لگے تو خانہ کعبہ کی کچھ اشیاء، اسلحہ اور نوادرات چاہ زمزم میں دفن کر گئے۔ ایک عرصہ تک افراتفری کا دور رہا جس کے دوران چاہ زمزم تہہ خاک آ کر بے نشان ہو گیا۔

مکہ کی سرداری حاصل ہونے کے بعد عبدالمطلب کو خواب میں بشارت ہوئی اور چاہ زمزم کھودنے کا حکم ملا۔ اشارہ ہوا۔

طیبہ کو کھود ڈالو

اگلے دن خود سے حیران ہو کر پوچھا...... طیبہ کیا ہے؟

دوسری رات پھر خواب میں کہا گیا۔ ''برہ کو کھود''

متحیر رہے کہ برہ کیا ہے؟

تیسری رات محو خواب تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا۔

''حضونہ کو کھود۔''

انہوں نے پوچھا...... حضونہ کیا ہے؟ وضاحت تو کر؟ لیکن خواب ادھورا رہ گیا۔

چوتھی رات پھر ایک شخص نظر آیا اور بولا...... احضر زم زم (زم زم کو کھودو۔)

عبدالمطلب نے پوچھا۔ و مازم زم؟ زم زم کیا ہے؟

جواب ملا۔ چشمہ اسماعیل۔ زم زم وہ ہے کہ اس کا پانی ختم ہوگا اور نہ اس کی

Marfat.com

مذمت کی جا سکے گی۔ حاجیوں کی خواہش کے مطابق وہ انہیں سیراب کرے گا۔ یہ گندگی اور خون کے درمیان اس جگہ واقع ہے جہاں غراب الاعصم، چونچ سے کرید تا رہتا ہے۔ (غراب الاعصم سے مراد وہ کوا تھا جس کے دونوں پاؤں اور چونچ سرخ رنگ کے ہوتے ہیں اور پیروں میں کچھ سفیدی ہوتی ہے)۔ ان دنوں اس نوع کا ایک کوا مقام زم زم پر آ کر بیٹھتا اور مٹی کرید تا رہتا تھا۔ چونکہ اس جگہ قریش قربانی کیا کرتے تھے اس لئے وہاں خون اور گندگی رہتی تھی اور اسی وجہ سے کوا وہاں سے نہ ہٹتا تھا

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ ذبیح کی جگہ یہ غراب الاعصم موجود رہتا تھا۔ خواب میں حضرت عبدالمطلب کو اسی مقام کی نشاندہی ہوئی تھی اور بشارت ملی تھی کہ یہاں چاہ زم زم ہے جو تیرے لئے اور تیری اولاد کے لئے پینے کا پانی ہے۔ عبدالمطلب نے قریش سے چاہ زم زم کی کھدائی کے لئے مشورہ اور مدد مانگی۔ لیکن سب کا خیال تھا کہ صدیوں سے دبے چشمہ کی تلاش کے لئے کھدائی لا حاصل محنت ہوگی۔ اس لئے یہ خیال ترک کر دیا جائے۔ لیکن عبدالمطلب کو اپنے خواب کی صداقت کا یقین تھا۔ آپ نے قریش سے فرمایا۔ میں یہ کام ضرور کروں گا۔ عدی بن نوفل نے حضرت عبدالمطلب کو بڑے غرور سے طعنہ دیا۔

"اے عبدالمطلب، ہمیں اکڑ دکھاتے ہو حالانکہ تمہارا صرف ایک بیٹا ہے۔ آپ کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ حسرت اور عاجزی سے بارگاہ ایزدی میں دعا کی، اے اللہ۔ دس جوان بیٹے عطا فرما۔ ان میں سے ایک کو تیری راہ میں قربان کر دوں گا۔

عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لیا۔ ان دنوں حارث کے سوا ان کا کوئی اور لڑکا نہ تھا وہ زمین کھودنے کے لئے سامان و آلات لیکر بتائے گئے مقام پر پہنچ گئے۔ کدال اور پھاوڑے سے زمین کھودتے مٹی کو برتن میں بھرتے جسے اٹھا کر حارث باہر ڈال آتے۔ قریش ان کا مذاق اڑاتے رہے لیکن باپ بیٹا اپنے کام میں مصروف رہے۔

تین دن تک کھدائی جاری رہی۔ پھر نم آلود مٹی کے ساتھ زم زم کا نشان ابھر آیا۔ عبدالمطلب نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ یہ وہی زم زم چشمہ تھا جو حضرت اسماعیل کے لئے جاری ہوا تھا اور پھر بنو جرہم نے اسے چھپا دیا تھا۔

Marfat.com

اب قریش نے جان لیا کہ عبدالمطلب نے پانی تک رسائی پالی ہے۔ یہ سہرا صرف اس کے سر بندھے گا۔ سب نے آ کر کہا۔ ہمیں بھی اس کام میں شریک کرلو۔

ایک اور روایت ہے کہ کھدائی کے دوران بنو جرہم کا دفینہ برآمد ہوا۔ لوگ لالچ میں آ گئے چنانچہ کھدائی میں شرکت پہ اصرار کرنے لگے۔ عبدالمطلب نے کہا...... میں تو شریک کرنے والا نہیں۔ یہ معاملہ میرے ہی ساتھ مخصوص ہے۔ تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ متصادم ہو گئے تو بنو ھاشم تو میرے ساتھ ہوں گے ہی میں یثرب سے بنونجار کو بھی اپنی نصرت کے لئے بلالوں گا اور پھر ہمارا فیصلہ تلوار کرے گی۔ البتہ اس معاملے میں اگر تم کسی کو ثالث بنانا چاہتے ہو۔ تو مجھے منظور ہے۔ وہی فیصلہ دے۔

قریش نے کہا...... ٹھیک ہے قبیلہ بنی اسد کی کاھنہ ہذیم کو ثالث بنالیا جائے۔۔ یہ کاہنہ شام کے راستہ میں مقام دمان پہ مقیم تھی۔ اگلے روز سب لوگ کاھنہ کی طرف چل پڑے۔ بیس آدمی بنی عبد مناف کی اولاد سے جناب عبدالمطلب کے ساتھ اور بیس آدمی قریش کے مختلف قبائل کے تھے۔ جب یہ لوگ فقیر کے قریب پہنچے تو راستہ کھو بیٹھے اور سب کے پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا فقیر ایک سوکھے نالے کے مخزن کا نام تھا جس میں کبھی پانی رہا ہو گا۔ مگر ان دنوں مدت سے خشک تھا۔ سب لوگ بے بسی کے ساتھ بیٹھ گئے۔

جناب عبدالمطلب نے یہ دیکھ کر کہ سب کے سب موت کے منتظر بیٹھے ہیں لوگوں سے کہا...... خدا کی قسم خود کو اپنے ھاتھوں سے اس طرح ھلاکت میں ڈالنا تو بڑی عاجزی اور بے بسی کی بات ہے۔ ہم کیوں نہ چلیں پھریں اور قدم بڑھائیں۔ بیٹھے کیوں رہیں؟ شائد اس علاقے میں کہیں نہ کہیں اللہ ہمیں پانی عطا کر دے۔ یہ سن کر سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ عبدالمطلب بھی سوار ہو کر چلے۔ سواری ابھی چلی ہی تھی کہ اس کے سم کے نیچے سے ایک میٹھے پانی کا چشمہ ظاہر ہو گیا۔ عبدالمطلب اور ساتھیوں نے تکبیر کہی۔ سب نے پانی پیا اور قریش نے کہا...... حقیقت یہ ہے کہ ہمارے خلاف تیرے حق میں فیصلہ ہو چکا۔ جس نے اس بیابان میں تجھے پانی عطا کیا۔ اس نے یقیناً تجھے آب زم زم کا حقدار ٹھہرایا۔ خدا کی قسم اب ہم اس معاملہ میں کبھی تجھ سے جھگڑا نہ کریں گے۔

Marfat.com

سب لوگ واپس آ گئے۔کاھنہ کی طرف کوئی نہ گیا۔زم زم کو عبدالمطلب کے لئے چھوڑ دیا گیا۔عبدالمطلب نے کہا دفینہ کے لئے قرعہ ڈال لیتے ہیں۔

دفینہ میں سونے کے دو ہرن ، سات تلواریں ۔ پانچ مکمل زر ہیں اور پرانے کپڑے برآمد ہوئے تھے۔قرعہ کے مطابق عبدالمطلب نے دونوں ہرن کعبہ کی نذر کر دیئے۔تلواریں کعبہ کے دروازہ پہ لٹکا دیں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ دونوں ہرن بھی قبیلہ جرھم کے تھے۔عبدالمطلب نے جب زم زم کی کھدائی کی تو ھرن اور تلواریں برآمد ہوئیں۔ان پر قرعہ ڈالا تو یہ سب کعبہ کی نکلیں۔یہ سونے کی چیزیں تھیں جو کعبہ کے دروازہ پر چڑھادی گئیں مگر قریش کے تین اشخاص نے آپس میں سازش کر کے انہیں چرالیا۔

عبدالمطلب نے چاہ زم زم کی صفائی کرا کے آب رسانی کا عمدہ انتظام کر دیا۔حج کے موقعہ پر حجاج کو پینے کے پانی کی کوئی دشواری نہ رہی۔

مسور بن مخرمتہ الزھری سے روایت ہے کہ عبدالمطلب جب کبھی یمن جاتے تو قوم حمیر کے ایک سردار کے ہاں ٹھہرتے۔ایک مرتبہ کے قیام کے دوران ایک یمنی سے ان کی ملاقات ہوئی۔یہ یمنی ضعیف العمر اور قدیم کتابوں کا عالم تھا۔اس نے عبدالمطلب سے کہا۔

کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں تیرے جسم میں کوئی جگہ ٹٹولوں؟

عبدالمطلب نے کہا......میں تجھے ہر جگہ ٹٹولنے کی اجازت تو نہیں دے سکتا۔

یمنی بولا......نہیں صرف وہ جگہ جو تیرے ناک کا حصہ یعنی دونوں نتھنے ہیں۔

عبدالمطلب نے کہا......یہی بات ہے تو بسم اللہ۔

یمنی نے عبدالمطلب کے یار یعنی نتھنوں کو ٹٹولا اور کہا

میں نبوت دیکھ رہا ہوں۔ملک اور حکومت دیکھ رہا ہوں مگر ان میں سے ایک چیز مجھے قبیلہ بنی زہرہ میں نظر آتی ہے

جناب عبدالمطلب ، بزرگ یمنی کا اشارہ سمجھ گئے۔اس سفر سے واپس آ کر خود تو ھالہ بنت وھیب بن عبد مناف بن زھرہ سے نکاح کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ کا نکاح آمنہؓ

Marfat.com

بنت وھب بن عبد مناف بن زھرہ سے کیا۔ جن سے محمد الرسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے بنوزھرہ کے توسط سے اولادِ عبدالمطلب کو نبوت و خلافت دونوں عطا فرمائیں۔ (طبقات ابن سعد جلد اول)

حضرت عبداللہ۔ اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ بندے اور خاتم النبین کے والد ماجد تھے۔ ان کے قرعہ اور فدیہ کا واقعہ ان سے معنون باب میں تفصیل سے درج ہے۔

حضرت عبدالمطلب نے مکہ میں خضاب متعارف کرایا تھا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ یمن تشریف لے گئے۔ وہاں جس حمیری سردار کے ھاں آپ قیام کیا کرتے تھے وہ بالوں کو خضاب لگاتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے کہا عبدالمطلب ...... اگر تم اپنے سفید بالوں کا رنگ خضاب سے سیاہ کرلو تو جوان نظر آؤ گے۔ چنانچہ واپسی پر آپ اس سے بہت سا خضاب اپنے ساتھ مکہ لے آئے۔ اس سے پہلے مکہ میں کبھی کسی نے خضاب استعمال نہیں کیا تھا۔

ہشام بن محمد اپنے والد سے اور مدینہ کے ایک شخص جعفر بن عبدالرحمٰن بن المسور بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس قریشی نے پہلی مرتبہ خضاب استعمال کیا وہ عبدالمطلب بن ھاشم تھے۔

عبدالمطلب خضاب استعمال کرنے کے بعد اگلے دن مکہ میں باہر نکلے تو ان کے بال ایسے نظر آئے جیسے کوے کے سیاہ پر ہوں۔ عباس بن عبدالمطلب کی ماں قبیلہ بنت خباب نے کہا...... شیبہ الحمد۔ یہ رنگ اگر ہمیشہ رہ جائے تو بڑی خوبصورتی ہے۔ عبدالمطب نے جواب دیا۔

یہ سیاہی اگر میرے لئے ہمیشہ رہتی تو میں اس کی تعریف کرتا اور یہ اس مدت میں اس جوانی کا بدلہ ہوتی جو ختم ہو چکی ہے۔ میں نے اس سے فائدہ تو اٹھایا مگر زندگی تھوڑی ہے اور اے قبیلہ آخر کار بوڑھا ہونا اور مرنا بھی ناگزیر ہے۔ یہ ترجمہ جناب عبدالمطلب کے اشعار کا ہے جو اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ آپ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔

عبدالمطلب اور حرب بن امیہ کے درمیان بہت دوستی اور رفاقت تھی لیکن حبشہ

Marfat.com

کے ایک سفر کے دوران دونوں میں باہمی تفاخر کا تنازعہ پیدا ہو گیا۔ دونوں نے نجاشی (بادشاہ حبشہ) کو فیصل قرار دیا لیکن اس نے بیچ میں پڑنے اور فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ نفیل بن عبدالعزیٰ (حضرت عمر فاروق کے دادا) کو حکم بنایا گیا۔ انہوں نے حرب سے کہا...... کیا تو ایسے شخص سے مفاخرہ کرتا ہے جو تجھ سے زیادہ بلند و بالا ہے۔ تجھ سے زیادہ بڑے سر والا ہے۔ تجھ سے زیادہ صاحب عزت و شرف اور اسکے برعکس موجبات ملامت و خوف چیزوں میں تجھ سے کم ہے۔ تجھ سے زیادہ کثیر الاولاد ہے۔ تجھ سے زیادہ بدلہ عطا کرنے والا کریم اور سخی ہے۔ تجھ سے زیادہ اسکی زبان فصیح ہے۔

یوں نفیل نے حرب کے مقابلہ میں عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اس پہ حرب بگڑ گیا اور کدورت سے بولا...... یہ زمانے کا نقص و ابرام ہے۔ یعنی خرابی و فساد اور دھوکہ بازی کی ریت ہے۔ افسوس کہ ہم نے تجھ کو فیصلہ کرنے والا بنایا۔

محمد بن السائب کہتے ہیں جب تک باہمی تفاخر نہیں ہوا تھا اور نفیل بن عبدالعزیٰ کو حکم نہیں بنایا گیا تھا، حرب بن امیہ ہی عبدالمطلب کا ہم نشین اور ساتھی تھا۔ نفیل کے فیصلہ کے بعد حرب و عبدالمطلب جدا ہو گئے اور حرب، عبداللہ بن جوھان کا ساتھی اور ہم راز بن گیا۔

ابرھہ کا مشہور واقعہ حضرت عبدالمطلب کے زمانہ میں ہی رونما ہوا۔ ابو یکسوم ابراھتہ الاشرم یمن کا حکمران بنا۔ اس نے دیکھا کہ لوگ حج بیت اللہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ پوچھا کہ یہ لوگ کہاں جاتے ہیں۔

جواب ملا: حج بیت اللہ کے لئے مکہ جاتے ہیں۔

دریافت کیا: وہ (بیت اللہ) کس چیز سے بنا ہے؟

بتایا گیا: پتھر سے

پوچھا: اسکا غلاف کیا ہے؟

جواب ملا: یہاں سے جو دھاری دار کپڑے جاتے ہیں۔ وہی اس کے غلاف کے کام آتے ہیں۔

Marfat.com

ابرھہ نے کہا...... مسیح کی قسم۔ میں تمہارے لئے اس سے اچھا گھر تعمیر کروں گا۔
بالآخر اس نے ایک عمارت تعمیر کرلی۔

یمن کا کعبہ: ابرھہ نے اہل یمن کے لئے سفید، سرخ، زرد اور سیاہ پتھروں کا ایک گھر بنایا جو سونے چاندی سے مجلیٰ اور جواھر سے مزین تھا اس میں کئی دروازے تھے جن پر سونے کے پترے اور زریں گل کیلیں لگی ہوئی تھیں۔ ان پر جواھر بھی جڑے تھے۔ اس مکان میں ایک بڑا سا لال یاقوت لگا ہوا تھا اور دیواریں ریشمی پردوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔

ابرھہ نے لوگوں کو اس مکان کا حج کرنے کا حکم دیا۔ اردگرد کے کئی قبائل اس کا حج کرتے رہے۔۔ بہت سے لوگ اس میں اعتکاف بھی کرتے تھے لیکن عربوں کی توجہ کا مرکز خانہ کعبہ ہی رہا۔ ادھر ایک عرب نفیل الخثعمی ابرھہ کے کعبہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اس نے نیت کررکھی تھی کہ وہ اس عبادت خانے کے متعلق کوئی ناپسندیدہ حرکت ضرور کرے گا۔ ایک رات اسے موقعہ مل گیا۔ اس نے بہت سی گندگی جمع کرکے اس میں ڈال دی۔

ابرھہ کو اس کی خبر ملی تو سخت غضبناک ہوا اور کہنے لگا۔ عرب نے اپنے جس گھر (خانہ کعبہ) کے لئے نفرت میں آکر یہ کارروائی کی ہے میں اس کو زمین بوس کردوں گا۔ اس کا ایک ایک پتھر توڑ دوں گا۔ ابرھہ نے نجاشی کو لکھ کر کعبہ پر لشکر کشی کی اجازت طلب کی اور اسے درخواست کی کہ اپنا ہاتھی "محمود" اسے بھیج دے تاکہ وہ لشکر کشی میں اسے آگے رکھ کر ہیبت طاری کردے۔

یہ ہاتھی جسامت وقوت میں اپنی مثال آپ تھا۔ نجاشی نے اسے ابرھہ کے پاس بھیج دیا۔ جب ھاتھی آگیا تو ابرھہ اپنی فوج لیکر مکہ پر چڑھائی کے لئے نکلا۔ مکہ شہر کے باھر آکر اس نے پڑاؤ ڈال دیا تاکہ صورت حال کا ٹھیک طرح اندازہ لگا کر حملہ کرے۔ ابرھہ کے سپاھی مضافات میں پھیل گئے۔ اور لوگوں کے مویشی پکڑ کر لے آئے۔ ان میں حضرت عبدالمطلب کے کچھ اونٹ بھی تھے۔

جناب عبدالمطلب اپنے اونٹ لینے کے لئے ابرھہ کے پاس پہنچ گئے۔
ابرھہ نے پوچھا۔ کیا چاہتے ہو؟

Marfat.com

مجھے میرے اونٹ واپس دے دیئے جائیں۔ عبدالمطلب نے کہا۔

ابرھہ ہنس پڑا اور بولا۔ مجھے تمہارے متعلق جو اطلاع ملی تھی وہ یقیناً غلط اور دھوکے پر مبنی ہے۔ میں تو اس گمان میں تھا کہ تو مجھ سے اپنے گھر (کعبہ) کی بقا کے متعلق گفتگو کرے گا جس کے ساتھ تم سب کی عزت و شرف وابستہ ہے۔ لیکن تمہیں تو اپنے اونٹوں کی پڑی ہے۔

عبدالمطلب نے جواب میں کہا...... تو مجھے میرے اونٹ واپس کر دے اور اس گھر کے ساتھ جو جی چاہے کر...... اس لئے کہ یہ گھر...... بیت اللہ ہے۔ یہ جس کا گھر ہے وہ خود ہی اس کی حفاظت کر لے گا۔

ابرھہ اس یقین و ایمان سے بہت متاثر ہوا۔ لیکن خندہ استہزا کے ساتھ بولا...... ٹھیک ہے تم اپنے اونٹ لے جاؤ اور دیکھتے رہو کہ میں تمہارے گھر کی اینٹ سے اینٹ کیسے بجاتا ہوں۔

عبدالمطلب اپنے اونٹ لیکر واپس آئے۔ اور پھر ساتھیوں کو لے کر کوہ حرا پہ چڑھ گئے۔ اللہ سے دعا کی۔

"یا اللہ انسان اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے۔ تو اپنے گھر کی حفاظت فرما"

اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت کا خوب انتظام کیا۔ ابرھہ کا لشکر نیست و نابود ہو گیا۔ ایک روایت کے مطابق ابرھہ کے لشکر میں اچانک چیچک پھوٹ پڑی جس میں لشکر کا ایک ایک سپاہی مبتلا ہو گیا۔ یہ وبا بحرہ روم سے آنے والے پرندوں کے ساتھ آئی۔ ابرھہ خود بھی چیچک میں گھر جانے سے ڈر گیا اور کعبہ پر حملہ کرنے کی بجائے فوجوں کو واپس لوٹنے کا حکم دے دیا۔ فوج کے رہبر پہلے ہی بھاگ گئے تھے۔ فوجیں واپس لوٹیں تو قدم قدم پر سپاہی مرتے جاتے۔ باقیوں پر لحمہ بہ لحمہ مرض کی گرفت بڑھتی گئی۔ صنعا پہنچنے سے پہلے ابرھہ کی فوج کا کثیر حصہ لقمہ اجل بن گیا۔ خود اس کا جسم بھی آبلوں سے چھلنی ہو گیا اور جلد ہی اپنے سپاہیوں کے پہلو میں جا سویا۔

قرآن پاک میں اس واقعہ کے بارے میں سورۃ فیل نازل ہوئی۔ جس کے

Marfat.com

مطابق اصحاب فیل پہ پرندوں کے جھنڈ بھیجے گئے اور پھر وہ کھائے ہوئے بھوسے کی مانند ہو گئے۔

ترجمہ: اصحاب فیل کا انجام دیکھو۔تمہارے خدا نے ان کی تدبیریں کس طرح ناکام کر دیں۔ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیجے۔ جو ان پر کنکریاں برساتے تھے۔اور پھر ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیا۔(سورۃ الفیل)

واقعہ فیل، حضرت عبداللہ کے انتقال اور رسول اکرمؐ کی ولادت کے بعد ایک مرتبہ قریش پر ایسی خشک سالی اور قحط آیا کہ لوگ تڑپ اٹھے۔سب کی جان پر آبنی۔ان دنوں قریش کے ایک بزرگ رقیقہ نے خواب میں کسی کو کہتے ہوئے سنا۔

یہ پیغمبر جو مبعوث ہونے والا ہے۔تم ہی لوگوں میں سے ہوگا۔اس کے ظہور کا یہی زمانہ ہے۔اسی کے سبب سے تمہیں فراخی وکشائش نصیب ہوگی۔دیکھوایسا شخص تلاش کرو جو تم سب میں اوسط نسب ہو یعنی شریف خاندان کا ہو۔بلند وبالا ہو بھاری بھرکم ہو، سفید رنگ یعنی گورا چٹا ہو۔اس کی بھوئیں گھنی ہوں۔پلکیں لمبی ہوں۔بال گھونگھر والے ہوں۔رخسار بہت بھرے ہوئے اور ناک پتلی ہو۔(ناک کا بانسا پتلا ہو) وہ نکلے۔اس کی اولاد نکلے اور تم میں سے ہر ایک گھرانے کا ایک ایک شخص نکلے۔سب کے سب طہارت کرو۔خوشبوئیں لگاؤ۔رکن حرم کو بوسہ دو۔قیس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤ۔وہ شخص آگے بڑھے بارش طلب کرنے کے لئے دعا کرے۔تم سب آمین کہو ایسا کرو گے تو سیراب کئے جاؤ گے۔

رقیقہ نے اس خواب کا تذکرہ لوگوں سے کیا۔سب نے دیکھا کہ یہ صفت اور یہ حلیہ جو خواب میں بتایا گیا ہے صرف اور صرف جناب عبدالمطلب کا ہے۔سب لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے۔ہر گھر سے ایک ایک شخص نکلا۔جو حکم ملا تھا پورا کیا پھر ابو قیس پہاڑ پر چڑھ گئے۔ساتھ میں رسول اللہ ﷺ بھی تھے۔اگرچہ کمسن تھے لیکن دادا اپنے یتیم پوتے کو ساتھ لے گئے کہ ان کا وجود بابرکات ضروری تھا۔

عبدالمطلب نے باران رحمت کی دعا، ان لفظوں میں کی۔

”اے اللہ۔ یہ تیرے بندے ہیں۔ تیرے بندے کے بیٹے ہیں۔ یہ تیری

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حواشی

۱۔ حارث: [illegible]

[illegible]

۲۔ زبیر: [illegible] عبدالمطلب [illegible]

[illegible]

۳۔ [illegible]

[illegible]

۴۔ عبداللہ: رسول اکرم ﷺ کے والد تھے۔

۵۔ حمزہ: شیر خدا اور شیر رسول خدا تھے۔ غزوہ بدر میں شریک [illegible] غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

۶۔ المقوم:

Marfat.com

۷۔ حجل: ان کا نام مغیرہ تھا۔

۸۔ عباس: دانشمند، ھیبت اور رعب والے بزرگ تھے۔

۹۔ ضرار: جمال اور سخاوت میں ممتاز تھے۔

۱۰۔ قسم: ان تینوں کی ماں قبیلہ تھی

۱۱۔ ابولہب: کنیت ابوعتبہ اور نام عبدالعزیٰ تھا۔ حسن و جمال کی وجہ سے عبدالمطلب نے اس کی کنیت ابولہب رکھی۔ اعلان نبوت پر آپؐ کی زبردست مخالفت کی۔ رسالت مآب ﷺ کے شدید دشمنوں میں شمار رہا۔

۱۲۔ الغیداق: ان کا نام مصعب تھا۔

بیٹیاں

۱۔ ام حکیم۔ ان کا نام البیضا تھا۔

۲۔ عاتکہ۔

۳۔ برہ

۴۔ امیمہ

۵۔ صفیہ

جناب عبدالمطلب کی اولاد میں حارث، عبداللہ، ابوطالب عباس اور ابولہب کی اولاد آگے چلی۔ اگرچہ حمزہ، مقوم، زبیر اور حجل کی صلبی اولاد تھی مگر سب کا خاتمہ ہو گیا۔ باقی سب بے اولاد رہے۔

بنی ھاشم میں کثرت اولاد پہلے تو جناب عبدالمطلب پھر جناب حارث اور پھر جناب ابوطالب میں رہی۔ لیکن آخر میں یہ کثرت بنو عباس میں آ گئی۔

Marfat.com

چوتھا باب:

حضرت عبداللہ

آپ کی کنیت ابو محمدؐ اور لقب ذبیح معروف ہوا۔ باپ کے لاڈلے اور پیارے بیٹے تھے۔ ذبیح لقب ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے والد حضرت عبدالمطلب نے جب زمزم کنواں کھودنے کا اعلان کیا تو قبیلہ کے لوگ اس کام پر راضی نہ ہوئے۔ سب کی رائے تھی کہ یہ ایک بے سود کام ہے۔ چاہ زمزم کو بند ہوئے صدیاں گزر گئی ہیں اور پھر اس کے اصل مقام کا بھی کسی کو درست اندازہ نہیں چنانچہ اسے کھودنے اور بحال کرنے کا کام ایک سعی لا حاصل ہوگی۔ کوئی بھی اس کام میں جناب عبدالمطلب کا ساتھ دینے کو تیار نہ ہوا۔ آپ نے اپنے مددگاروں کی کمی دیکھی تو تن تنہا یہ کام کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ ان دنوں آپ کا ایک ہی بیٹا حارث تھا۔ آپ نے اسے ساتھ لیا اور کھدائی شروع کر دی۔ قبیلے کے عدم تعاون اور طعن وتشنیع پہ دل گرفتہ ہوئے اور اس دوران منت مانی کہ اگر اللہ انہیں مزید دس بیٹے دے اور وہ آپ کی زندگی میں پروان چڑھ جائیں تو ایک کی قربانی دے دیں گے۔

چاہ زمزم کی کھدائی ہو گئی اور آب رسانی بحال ہو گئی۔ وقت گزرتا رہا۔ خدا نے آپ کی دعا قبول کر لی تھی۔ آپ کو دس بیٹے عطا ہو گئے۔ جب یہ بیٹے جوان ہو گئے تو ایک رات حضرت عبدالمطلب خانہ کعبہ کے قریب سوئے ہوئے تھے کہ کسی نے خواب میں آ کر ان سے کہا...... اے عبدالمطلب ...... اپنے اللہ کے لئے تم نے جو منت مانی تھی اس کو پورا

Marfat.com

کر۔قربانی دے۔عبدالمطلب چونک کر بیدار ہوئے۔اگلے روز ایک مینڈھا ذبح کر کے فقراؤ مساکین میں تقسیم کر دیا۔اگلی رات خواب میں پھر دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے جو چیز مفید ہے بڑی ہے وہ قربانی کرو۔صبح اٹھ کر ایک بیل ذبح کیا۔تیسری رات حکم ہوا۔اس سے بھی بڑی قربانی دے۔اگلے روز اونٹ قربان کر کے تقسیم کر دیا۔لیکن رات کو آواز آئی۔اس سے بھی اکبر ذبح کرو۔حیرت سے پوچھا۔اونٹ سے اکبر کیا ہے؟ آواز آئی۔اپنی اولاد میں سے ایک بیٹا قربان کر جس کی منت تم نے مانی تھی۔ بیدار ہو گئے۔چاہ زمزم کی کھدائی اور اپنی منت یاد آ گئی اب الجھن میں پڑ گئے کہ کس کو قربان کروں۔

بیٹوں کو جمع کر کے اپنے خواب اور منت کے بارے میں بتایا۔کسی نے بھی اختلاف نہ کیا۔اور منت پوری کرنے کے لئے خود کو پیش کیا۔ جناب عبدالمطلب نے کہا اچھا......تو تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے نام لکھ کر پیالے میں ڈال دے۔اس پر عمل ہو گیا تو حضرت عبدالمطلب نے خانہ کعبہ کے اندر آ کر سادن (خادم) سے کہا۔ان سب کو لیکر قرعہ نکالو۔خادم نے قرعہ کے ذریعے نام نکالا تو عبداللہ کا نام نکلا۔ان سے باپ کو خصوصی محبت تھی لیکن قدرت کے فیصلہ کے آگے سر جھکا دیا اور عبداللہ کو لے کر قربان گاہ کی طرف چل پڑے عبداللہ کی بہنیں عاتکہ، بیضا اور برہ بھی وہاں موجود تھیں، وہ رونے لگیں۔انہوں نے التجا کی کہ قربانی کے بدلے کوئی اور تدبیر کر لی جائے۔وہاں موجود دیگر سرداران قریش نے بھی رائے دی اور کہا اگر آپ نے یہ قربانی کر دی تو آئندہ کے لئے ایسی رسم بن جائے گی جسے ختم کرنا اور اس پر عمل کرنا دونوں کام ہی مشکل ہو جائیں گے۔اس لئے اس قربانی کو حجت نہ بنایا جائے۔

طے ہوا کہ خیبر میں رہنے والی کاھنہ سے اس ضمن میں مشورہ لیا جائے۔وہ ضرور اس کا کوئی موزوں متبادل تجویز کر دے گی۔قریش کا ایک وفد اس کے پاس گیا۔اور سارا قصہ سنایا۔اس نے پوچھا۔تم لوگوں میں نفس کی دیت (خوں بہا) کیا ہے؟ بتایا گیا دس اونٹ۔کاھنہ نے کہا تو پھر ٹھیک ہے تم لوگ اپنے شہر جاؤ۔دس اونٹوں اور عبداللہ پر قرعہ ڈالو۔اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلے تو ٹھیک ورنہ مزید دس اونٹوں کی تعداد بڑھا کر قرعہ ڈالو۔

Marfat.com

اسی طرح تعداد بڑھاتے رہو۔ یہاں تک قرعہ اونٹوں کے نام نکل آئے ایسی صورت میں سمجھ لینا کہ اب ہمارا خدا راضی ہوگیا ہے۔اس نے عبداللہ کے بدلے اتنے اونٹوں کی قربانی منظور کرلی ہے۔ چنانچہ اونٹوں کوذبح کر دینا۔

اس تدبیر پر عمل کرنے کے لئے لوگ بیت اللہ میں آ گئے۔عبدالمطلب نے خانہ کعبہ کے خادم سے کہا کہ عبداللہ اور دس اونٹوں پر پانسہ ڈالو۔ خادم نے پانسہ ڈالا۔ نام عبداللہ کا نکلا۔ چنانچہ اونٹوں کی تعداد بیس کر دی گئی۔لیکن نام پھرلاڈلے بیٹے کا نکلا۔ جناب عبدالمطلب دس دس اونٹوں کی تعداد بڑھاتے گئے۔۹۰ کی تعداد تک عبداللہ کا نام نکلتا رہا۔ لیکن پھراونٹوں کی تعداد ۱۰۰ ہونے پر قرعہ اونٹوں پر نکلا۔عبدالمطلب اور وہاں موجود لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔سب نے برجستہ تکبیر کہی۔

لوگوں نے کہا اب خدا راضی ہوگیا۔عبدالمطلب نے فرمایا۔خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ جب تک تین مرتبہ اونٹوں کا قرعہ نہ نکلے تب تک نہیں۔ چنانچہ مزید دو مرتبہ قرعہ ڈالا گیا۔ قرعہ اونٹوں کا نکلا۔

طبقات ابن سعد میں درج ہے کہ قرعہ ڈالنے اور اونٹوں کی تعداد بڑھانے کا فیصلہ خود جناب عبدالمطلب کا تھا۔لیکن مشہور مستشرق کونستان ویرژیل جارج ...... ''پیغمبرؐ اسلام'' کے مولف نے لکھا ہے۔

یہ بات جانتے ہوئے کہ قربانی کے سوا کوئی تدبیر نہیں،عبدالمطلب نے سوچا کہ جس خدا نے زمین و آسمان جیسی بڑی چیزیں بنائی ہیں مجھ جیسے حاجت مند سے اس معمولی قرض کا مطالبہ نہیں کرے گا۔مگر وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ آیا خداوند کریم اس مطالبہ سے چشم پوشی کرنے کو تیار ہے یا نہیں۔ چنانچہ یہ جاننے کے لئے انہوں نے کسی عراف (ہر چیز جاننے والے) کی مدد چاہی۔

اس زمانے میں یثرب میں ایک عراف رہتا تھا۔ جو آسمانی باتیں معلوم کر لیتا تھا۔عبدالمطلب اونٹنی پہ سوار یثرب (مدینہ) کو چل پڑے۔ یثرب ان کا ننھیال تھا اور وہ وہاں آتے جاتے تھے۔عبدالمطلب گیارہ دن سفر کر کے مدینہ پہنچے۔عراف سے ملاقات

Marfat.com

کی۔اس نے ستاروں کی مدد سے حساب لگا کر بتایا......جس خدا نے تجھے دس لڑکے عنایت کئے۔وہ تیرے لڑکے کے خون سے درگذر کرنے کو تیار ہے۔لیکن شرط یہ ہے کہ تو اس کی دیت ادا کرے۔

عرب میں انسانی خون کا بدلہ اونٹ تھے۔عبدالمطلب نے پوچھا اگر میں دس اونٹ دے دوں تو خدا خوش ہو جائے گا۔عراف نے ستاروں کو دیکھ کر کہا نہیں۔انہوں نے کہا اگر میں پندرہ اونٹ قربان کروں تو کیسا ہوگا۔اس نے پھر آسمان کی طرف دیکھا اور جواب نفی میں دیا۔عبدالمطلب نے تعداد پندرہ سے ایک سو اونٹوں تک پہنچا دی۔تب عراف نے کہا کہ خدا نے تیری دیت قبول فرمائی۔عبدالمطلب مکہ واپس آئے اور اپنے بیٹے عبداللہ کی قربانی کی بجائے ۱۰۰ اونٹ قربان کر دیئے۔تب سے عرب میں قتل خطاً کی دیت سو اونٹ مقرر ہو گئی۔قرآن پاک میں بھی اس کی تائید فرمائی گئی۔

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ عبدالمطلب نے جب ان اونٹوں کی قربانی کی تو ہر ایک کے لئے انہیں چھوڑ دیا۔یعنی انسان، درندہ یا پرندہ جو چاہے یہ گوشت کھائے کسی کو ممانعت نہیں تھی۔البتہ نہ خود کھایا اور نہ اپنی اولاد میں سے کسی کو کھانے دیا۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ ان دنوں دس اونٹوں کی دیت (خون بہا) ہوتی تھی۔ یعنی دستور تھا کہ ایک انسانی جان کے بدلے دس اونٹ دیئے جائیں۔عبدالمطلب پہلے شخص تھے جنہوں نے ایک جان کا بدلہ سو اونٹ قرار دے دیا۔اسکے بعد قریش اور عرب میں یہی قانون رائج ہو گیا۔چاہ زم زم کی کھدائی کے بعد عبدالمطلب کا یہ دوسرا کارنامہ تھا۔دیت کی مقدار بڑھ جانے سے انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی اور قتل کی وارداتوں میں نمایاں کمی آ گئی۔

دراصل یہ اسی نور قدسی کے ظہور کی تمہید تھی جس کے عالم وجود میں آنے سے انسانیت کی قدر و قیمت میں اضافہ اور ظلم و ستم کا خاتمہ ہونا تھا۔

رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے۔میں دو ذبیحوں (حضرت اسماعیل اور حضرت عبداللہ) کا بیٹا ہوں۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ نور محمدی ﷺ کے سبب بہت زیادہ خوب رو اور مردانہ حسن و وجاہت کے شاہکار تھے حافظ ابن کثیر نے امام زہری کا قول نقل کیا ہے کہ آپ کے والد ماجد تمام قریش میں سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے۔ حضرت عبداللہ کی عمر جب اٹھارہ بیس سال کی تھی تو جوانی کی یورش، پارسائی کے تقدس کی بارش اور ھاشمی حسن و جمال کی رعنائیاں تھیں۔ آپ جس گلی اور جس کوچہ میں سے گزر جاتے حسنیاؤں کے دل سینوں میں مچل جاتے۔ سینکڑوں مخدرات چھپ چھپ کر جناب عبداللہ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب ہوتیں۔ روائت ہے کہ جب عبداللہ کی نسبت طے ہوئی تو مکہ کی دو دو شیزائیں اس غم میں جان بحق ہوگئیں۔ (پیغمبر اسلام۔ از کونستان ویتر یل جارج)۔

''حضرت عبداللہ کو اپنے زمانے میں عورتوں کی طرف سے انہی مشکلات اور صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑا جو حضرت یوسفؑ کو اپنے زمانے میں عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے پیش آئے۔ (السیرۃ النبویہ۔ زینی دحلان)

مواھب الدنیا کے کے شارحین کا کہنا ہے۔

''حضرت عبداللہ پورے قبیلہ قریش میں ایک نور تابندہ تھے۔ خوبصورتی میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ قریش کی عورتیں ان کے دام محبت میں اسیر تھیں اور قریب تھا کہ وہ ان کی محبت میں اپنی عقل وخرد کھو بیٹھیں (السیرۃ النبویہ۔ زینی دحلان)

حضرت عبداللہ کو بھی اپنے بھائی حمزہ کی طرح سیر وشکار کا شوق تھا۔ آپ شکار کے لئے دور دراز کے جنگلوں میں نکل جاتے۔ ایک دفعہ آپ ایک جنگل میں مصروف شکار تھے کہ آپ پر نامعلوم افراد نے حملہ کر دیا۔ آپ ان کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ لیکن آپ اکیلے تھے اور حملہ آور تعداد میں زیادہ۔ اس سے پہلے کہ آپ مغلوب ہو جاتے، ناگہاں کچھ افراد آپ کی مدد کو آگئے۔ حملہ آور فرار ہو گئے۔ علمائے سیرۃ کا خیال ہے کہ حملہ آور یہودی تھے۔ ان کا تعلق ملک شام سے تھا۔ وہ علامتوں سے پہچان گئے تھے کہ نبی آخر الزماں کا کوئی نہ کوئی تعلق ان سے ہے۔ وہ انہیں ختم کرنا چاہتے تھے۔ بعد ازاں شام کے سفر میں بھی انہیں دھوکے سے قتل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن مشیت ایزدی کے سامنے ان دشمنوں کی ایک نہ

Marfat.com

چلی۔

حضرت عبداللہ میں نور محمدی کی دلربائی کی شان یہ تھی کہ عرب کے بڑے بڑے روساء اس بات کے آرزومند تھے کہ اپنی بیٹیاں حضرت عبداللہ کے حبالہ عقد میں دیں۔ چنانچہ گھر گھر میں جناب عبداللہ کا چرچا رہتا۔ حضرت عبدالمطلب نے جناب عبداللہ کو قریش کے تجارتی قافلوں کے ساتھ یمن اور شام کے سفر پر بھیجنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے آپ کا طرز عمل ہمیشہ مثالی اور مستحسن پایا۔ آپ کے بارے میں کوئی ایسی روایت نہیں کہ متمدن دنیا میں جا کر بھی کبھی آپ نے عیش و طرب کی کسی سرگرمی میں دلچسپی لی۔ تجارت اور لین دین میں کبھی کسی نے آپ کی طرف سے غیر ذمہ دارانہ حرکت کا تذکرہ نہیں کیا۔

جن دنوں حضرت عبداللہ کے لئے رشتہ کے پیغامات آئے تھے۔ انہی دنوں حضرت عبدالمطلب کو یمن کا سفر درپیش آیا۔ جہاں حمیری سردار کے گھر میں یہودیوں کے ایک عالم نے حضرت عبدالمطلب کے نتھنے ٹٹولنے کی اجازت طلب کی تھی۔ دونوں نتھنے دیکھ کر اس نے کہا تھا۔ مبارک ہو سردار تمہارے ایک نتھنے میں نبوت اور دوسرے میں حکومت ہے لیکن ان کو میں بنوزھرہ کے پیوند میں ضیاافگن پاتا ہوں۔ تم جا کر بنوزھرہ سے مصاہرت کا تعلق پیدا کرو (زرقانی علی المواھب)۔

دنیائے عرب بشمول بحر روم کے مشرقی ساحل کے علاقے میں نبی کی پیدائش کوئی انوکھا واقعہ نہیں تھا۔ دنیا کے اس خطے میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور نبی تشریف لا چکے تھے۔ علمائے یہود انبیاء سے متعلق نشانات وعلامات سے واقف تھے۔ حمیری سردار کے ھاں مقیم یہودی عالم بھی یہ علم رکھتا تھا لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ سردار عبدالمطلب کے ھاں جنم لینے والا نبی، بنی اسرائیل کے انبیاء جیسا نہیں بلکہ دنیا کی تاریخ تبدیل کر دینے والا نبی آخر الزمان ہوگا۔

یہ امر مسلم ہے کہ اہلِ عرب گزشتہ زمانے میں ایک نبی کی پیدائش پر حیرت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب رسول اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ کو عرصہ حمل کے دوران غیر معمولی واقعات کے ذریعے علم ہوا کہ ان کا آنے والا بچہ پیغمبر ہے تو انہیں حیرت

Marfat.com

نہیں بلکہ مسرت ہوئی تھی۔ رسول اکرم ﷺ کی آمد سے پہلے اور پیدائش کے بعد جو واقعات رونما ہوئے ان سے لوگوں کو یہ تو اندازہ ہو رہا تھا کہ ایک نبی دنیا میں آ رہا ہے لیکن کسی کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ نبی امام الانبیاء ہوگا۔

جب عبدالمطلب سفر سے واپس مکہ مکرمہ آئے تو آپ کے پاس حضرت عبداللہ کی شادی کے پیغامات آ رہے تھے۔ آپ نے تمام پیغامات سے قطع نظر کرتے ہوئے دریافت کیا کہ کیا بنوزھرہ میں کوئی نیک سیرت اور قبول صورت لڑکی ہے۔ انہیں بتایا گیا کہ وھب بن عبدمناف کی لڑکی آمنہؓ حسن و جمال میں عدیم النظیر اور عفت و پارسائی میں بے مثل ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنی اہلیہ اور حضرت عبداللہ کی والدہ فاطمہ بنت عمرو کو بنوزھرہ میں بھجوایا۔ وہ وھب بن عبدمناف کے گھر پہنچیں۔ اھل خانہ نے ان کے لئے آنکھیں بچھا دیں۔ اور ان کی تشریف آوری کو اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھا۔ حضرت عبداللہ کی والدہ نے جناب آمنہؓ کو دیکھا تو ان کی صباحت و ملاحت دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں۔ وہ بحر کمال کے گوھر آبدار کو دیکھ کر کہنے لگیں کہ میں اپنے بیٹے عبداللہ کا پیام آپ کی بیٹی کے لئے لائی ہوں۔ یہ پیام سن کر گھر کی عورتیں خوشی سے اچھل پڑیں اور بولیں کہ ہم قریش کے سردار عبدالمطلب کے گھرانے کی لونڈیاں بننے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرتؓ عبداللہ کی نسبت حضرت آمنہؓ سے طے کر دی گئی۔

ان دونوں کا نسب نامہ یوں ہے۔ آمنہؓ بنت وھب بن عبدمناف بن زھرہ بن کلاب بن مرہ اور عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ۔ کلاب پر رسول اکرم ﷺ کا مادری اور پدری دونوں سلسلے جمع ہو جاتے ہیں۔

ابھی جناب عبداللہ کی شادی نہیں ہوئی تھی کہ ایک حسین و جمیل عورت نے خود کو آپ کے لئے پیش کیا۔ طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ وہ عورت ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ یعنی قتیلہ بنت نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھی اور کوئی کہتا ہے کہ فاطمہ بنت مرا الخشمعہ ایک کاہنہ تھی۔

Marfat.com

عروہ بن زبیر، محمد بن صفوان اور سعد بن محمد بن جبیر کہتے ہیں۔ یہ عورت جس نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب پر پیش کیا وہ ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ بن نوفل ہی تھی وہ دیکھ کر اپنے لئے شوہر پسند کرتی تھی۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عبدالمطلب ایک دن اتفاقاً قتیلہ کے پاس سے گزرے۔ اس نے اپنی ذات سے انہیں فائدہ پہنچانے کے لئے بلایا اور دامن پکڑ لیا۔ جناب عبداللہ نے سختی سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ گناہ ہے اور کیسے ممکن ہے؟ عبداللہ دامن چھڑا کر گزر گئے۔ اس واقعہ کے بعد جناب عبداللہ کا نکاح جناب آمنہؓ بنت وھب سے ہو گیا۔ ان دنوں قاعدہ یہ تھا کہ نکاح کے بعد لوگ بیوی کے گھر جاتے اور تین دن تک وہیں رہتے۔

بعدازاں حضرت عبداللہ کی ملاقات اسی عورت سے پھر ہوئی۔ پوچھا تو نے مجھ پر جو پیش کیا تھا آیا تو اس پر راضی ہے؟

اس نے کہا۔ نہیں۔ تو جب مجھے پہلے ملا تھا تو تیرے چہرے پر نور چمک رہا تھا۔ اب ملا ہے تو وہ نور نہیں ہے۔ بعض لوگ بجائے اس کے روایت کرتے ہیں کہ قتیلہ نے (عبداللہ سے) کہا۔

جس طرح گھوڑے کی پیشانی چمکتی ہے۔ اسی طرح جب تو پچھلی مرتبہ یہاں سے گزرا تھا تو تیری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک واضح چمک تھی۔ اب جو آیا ہے تو تیرے چہرے میں وہ بات نہیں۔

یہاں ایک تضاد پایا جاتا ہے۔ جس پر علمائے سیرت نے توجہ نہیں دی اور ایک ناقابل قبول بات کو من وعن نقل کرتے آرہے ہیں۔ جناب عبداللہ مسلمہ طور پر باحیا اور پاک دامن نوجوان تھے۔ انہوں نے دعوت گناہ کو سختی سے مسترد کرتے ہوئے کہا کہ یہ ناممکن ہے۔ لیکن یہی باکردار نوجوان یکایک خود ہی اسی بات پر تیار ہو جاتا ہے جسے غلط اور ناقابل قبول قرار دے چکا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کہ...... تو نے جو کچھ مجھ پر پیش کیا، آیا تو اس پر راضی ہے؟ کیا جناب عبداللہ متلون مزاج تھے؟ کمزور کردار کے مالک تھے؟ نہیں بلکہ اصل میں۔

Marfat.com

ہوا تھا کہ مذکورہ عورت نے دوسری ملاقات پر بے نیازی کا مظاہرہ کیا تو جناب عبداللہ کو اچنبھا ہوا کہ پہلے ہر دفعہ سامنے آنے پر ریشہ خطمی ہونے والی خاتون کی کایا کلپ کیسے ہوگئی۔

ابوالفیاض الخثعمی کہتے ہیں۔

جناب عبداللہ بن عبدالمطلب قبیلہ خثعم کی ایک عورت کے پاس سے گزرے۔ اسے فاطمہ بنت سر کہتے تھے۔ یہ بہت ہی حسین نوجوان لیکن باعزت و پاک دامن عورت تھی۔ اس نے کتابیں پڑھ رکھی تھیں۔ نوجوانان قریش میں اس کے چرچے تھے۔ اس کو جناب عبداللہ کے چہرے میں نور نبوت نظر آیا۔ پوچھا۔

تو کون ہے؟

عبداللہ نے بتایا کہ میں ابن عبدالمطلب ہوں۔

عورت بولی۔ کیا تو مجھ سے صحبت کرنے پر تیار ہے؟ میں تجھے ایک سو اونٹ دوں گی۔

جناب عبداللہ نے اس کی طرف دیکھا اور کہا

فعل حرام ممکن نہیں۔ اس کی بجائے مر جانا قبول ہے۔ حلال کی کوئی صورت نہیں کہ اسکا کوئی راستہ نکلے۔ پھر وہ معاملہ کیونکر ہو جو تیری نیت ہے؟

وہ عورت بولی سوچ لے۔ میں تیری دیت ایک سو اونٹ دینے پر تیار ہوں

جناب عبداللہ بے نیازی سے آگے بڑھ گئے۔

پھر جناب عبداللہ کا نکاح بی بی آمنہؓ کے ساتھ ہو گیا اور آپ تین دن تک اس کے ھاں رہے۔ پھر جو (فاطمہ) خثعمہ اور اس کے حسن و جمال کا خیال آیا کہ اس نے ان پر کیا بات پیش کی تھی تو اس کے پاس آئے۔ مگر اب کی بار خثعمہ نے وہ توجہ نہ دی جو پہلے دی تھی۔ پوچھا:

تو نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا۔ کیا تو اس پر اب بھی راضی ہے؟ فاطمہ نے جواب دیا...... ''وہ ایک مرتبہ کی بات تھی۔ اب نہیں''

یہ مقولہ اسی وقت سے مثال کے طور پر مشہور ہو گیا۔

Marfat.com

فاطمہ نے ساتھ ہی یہ بھی پوچھا...... میری ملاقات کے بعد تو نے کیا کیا؟ عبداللہ نے کہا۔ میری شادی ہوگئی اور میں اپنی بیوی کے پاس گیا۔

تیری شادی کس سے ہوئی؟

آمنہؓ بنت وھب سے۔ جناب عبداللہ نے کہا۔

اس کی قسمت؟ فاطمہ بولی اور پھر کہا۔ اے عبداللہ خدا کی قسم میں ایسی عورت نہیں ہوں۔ جس کے چال چلن میں شک وشبہ کی گنجائش ہو۔ بات یہ ہے کہ میں نے تیرے چہرے میں دیکھا کہ نور (نبوت) چمک رہا ہے۔ میں نے چاہا کہ یہ نور مجھ میں آجائے۔ مگر خدا نے نہ چاہا۔ اور اس نے اس کو وہیں منتقل کر دیا جہاں ہونا تھا۔

فاطمہ نے عبداللہ کو جس طرح اپنا آپ پیش کیا تھا اور عبداللہ نے اس سے انکار کیا تھا۔ اس کی خبر نوجوانان قریش کو بھی ہوگئی۔ انہوں نے اس سے تصدیق چاہی تو فاطمہ نے کہا۔

''میں نے دیکھا کہ ایک گھٹا سامنے ہے جو تیرہ وتار ہوگئی۔ یعنی بابرکت بارش کے بادل سے روشن ہوگئی۔ اس کے پانی میں ایک ایسا نور ہے جس سے اس کے اردگرد اسی طرح روشنی ہو رہی ہے۔ جس طرح صبح صادق کی روشنی ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ یہ ایک ایسی عزت ہے جو مجھے حاصل کرنا چاہیے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جتنے لوگ بھی چقماق سے آگ نکالنے کی کوشش کریں۔ وہ سب کامیاب ہو جائیں۔''

''قبیلہ زھرہ کی وہ خاتون کتنی خوش نصیب ہے جس نے عبداللہ سے یہ دولت حاصل کر لی۔ اور عبداللہ کو خبر تک نہ ہوئی۔ اے بنی ھاشم تمہیں خبر بھی ہے تمہارے بھائی کا روشن نور آمنہؓ نے اس سے لے لیا۔ اب اس کی مثال ایسے ہی ہے جسے تیل ختم ہو جانے پر چراغ کی بتی۔

''جو خوشیاں اور نعمتیں انسان کو حاصل ہوتی ہیں وہ صرف اس کی دانائی اور کوشش کا نتیجہ نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ کہ جو چیز اس سے کھو جاتی ہے وہ اس کی غفلت اور سستی سے کھو جاتی ہے۔''

Marfat.com

''جب تو کسی معاملے کا طلبگار تو اس میں خوبی اور اچھے طریقے کو ملحوظ رکھ۔ دو آمنے سامنے رہنے والے نصیبوں کے نتائج تجھے کافی ہوں۔''

جو مٹھی بند ہے یا جو ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کوئی نہ کوئی تیرے لئے کافی ہوگا۔

''چھوٹی سی آمنہؓ نے جب نعمت حاصل کر لی تو پھر اس نوجوان کی جانب میری نظر کم اور زبان گونگی ہوگئی۔ یعنی اس واقعہ کے بعد اس کی طرف مجھ کو خواہش نہ رہی۔

اسی واقعہ کے بارے میں طبقات ابن سعد میں ابو یزید مدنی کی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

''مجھے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے والد جناب عبداللہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت کے پاس سے گزرے جس نے دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک ایسا نور جگمگا رہا ہے جس کی چمک آسمان تک پہنچی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے جناب عبداللہ سے کہا۔

''آیا تو مجھ سے متمتع ہونے میں راغب ہے؟

عبداللہ نے کہا...... ہاں، مگر میں پہلے رمی جمرات کر لوں۔ (غور کیجئے رسول اللہؐ کے والد سے کیا جملہ منسوب کیا جا رہا ہے؟)

عبداللہ یہ کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ رمی جمرات کے ارکان ادا کئے۔ پھر اپنی بیوی آمنہؓ بنت وھب کے پاس گئے۔ پھر وہ خثیمہ عورت یاد آئی تو وھاں پہنچے۔ اس نے پوچھا کیا تو میرے بعد کسی عورت کے پاس گیا؟

عبداللہ نے کہا۔ ہاں میں اپنی بیوی آمنہؓ بنت وھب کے پاس گیا تھا۔

خثیمہ نے کہا...... اب مجھے تیری ضرورت نہیں۔ جب تو یہاں سے گزرا تھا تو تیری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور آسمان تک چمک رہا تھا۔ جب تو اپنی بیوی سے ملا تو نور جاتا رہا۔ اس کو اطلاع کر دے کہ تو سب سے بہترین اہل زمین کی حاملہ ہے۔

اس روایت میں بھی عقیدت کے جوش میں وہی غلطی کی جا رہی ہے جس کی

Marfat.com

نشاندہی پہلے کی جا چکی ہے۔ ذرا وہ حدیث یاد کیجئے جس میں اپنے اجداد کے بارے میں نبی رحمتؐ نے دوٹوک انداز اپنایا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے لقد جاکم رسولؐ من انفسکم کو فا کے زبر سے پڑھا اور فرمایا کہ میں حسب نسب میں اور صہر میں تم سب سے نفیس بہترین ہوں۔ آدمؑ سے لیکر میرے آبا تک کوئی زانی نہیں ہوا۔ سب نے نکاح کیا۔ (حضرت انسؓ مواہب الدنیا۔ مضائض کبری ۳۹/۱)

رسول مقبول ﷺ اپنے آبا کے بارے میں فرما چکے ہیں کہ وہ زانی نہیں تھے۔ سب نے نکاح کیا تو پھر ہمارے مورخین حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے منہ سے ایسے جملے ادا کرنے کی جسارت کس طرح کرتے ہیں جس سے تاثر ملتا ہے کہ وہ گناہ پہ مائل ہو گئے تھے (ہاں مگر میں پہلے رمی جمرات کرلوں) کہا جائے گا کہ یہ جملہ حکمت اور مصلحت رکھتا تھا، تا کہ بعد ازاں نور مصطفوی کی جناب عبداللہ میں موجودگی کی تصدیق وہ عورت کر سکے۔

بی بی آمنہؓ سے شادی اور آمنہؓ کے امید سے ہونے کے چند ہفتوں بعد حضرت عبداللہ قریش کے تاجروں کے ساتھ بغرض تجارت ملک شام کو روانہ ہوئے جناب عبداللہ پردیس میں بیمار ہو گئے۔ اہل قافلہ تجارت سے فارغ ہو کر یثرب (مدینہ) سے گزرے۔ عبداللہ علیل تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے ننھیال بنی عدی بن النجار کے لوگوں میں رہ جاتا ہوں۔ صحت یاب ہونے کے بعد مکہ آ جاؤں گا۔ باقی لوگ چلے آئے۔ عبداللہ وہاں ایک ماہ تک ٹھہرے۔

تجارتی قافلہ مکہ واپس آیا تو حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ بیمار تھے۔ ہم انہیں ان کے ننھیال یعنی خاندان بنو عدی میں چھوڑ آئے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو یثرب بھیجا۔ لیکن عبداللہ وفات پا چکے تھے۔

ننھیال والوں نے حارث سے جناب عبداللہ کی بیماری، تیمارداری اور انتقال کے حالات بیان کئے۔ اور بتایا کہ ہم انہیں نابغۃ الجعدی کی سرزمین میں دفن کر چکے ہیں۔ حارث نے واپس آ کر حضرت عبدالمطلب کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ سب کو سخت صدمہ

Marfat.com

ہوا۔حضرت عبداللہ نے ۵۷۰ء میں پچیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔

زھری کہتے ہیں کہ عبداللہ کو حضرت عبدالمطلب نے یثرب سے سوکھے چھوہارے لینے کے لئے بھیجا تھا۔وہ یثرب میں ہی انتقال کر گئے۔

ہشام نے اپنے والد محمد بن السائب اور عفوانتہ بن الحکم دونوں اصحاب سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب نے اس وقت وفات پائی جب رسول اللہ سات مہینے کے ہو چکے تھے (ان کی مراد حمل کے ساتویں مہینے سے ہوگی)۔

محمد بن سعد کہتے ہیں۔ثابت ترین روایت یہی ہے کہ رسول اللہ ماں کے پیٹ میں تھے کہ عبداللہ انتقال کر گئے۔

حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب نے ترکہ میں پانچ اوارک اونٹ، بھیڑوں کا ایک مختصر ریوڑ اور کنیز ام ایمن چھوڑی۔رسول اللہ ﷺ اس ترکہ کے وارث ہوئے۔اوارک ان اونٹوں کو کہا جاتا ہے جن کی خوراک اراک (پیلو) درخت کے پتے ہوتے ہیں۔ام ایمن کو رسول اللہ ؐ کی دایہ کا فریضہ نصیب ہوا۔ان کا نام برکہ تھا۔رسول اللہ ؐ نے بڑے ہو کر ان کو آزاد کر دیا۔عبید خزرجی نے ان سے نکاح کر لیا۔ان کے یہاں ایمن پیدا ہوئیں۔جن کی نسبت سے وہ بعدازاں ام ایمن کہلائیں۔

Marfat.com

پانچواں باب:

حضرت آمنہؓ

مکہ پر ابرھہ حبشی والئی یمن کی لشکرکشی سے چند ماہ پہلے حضرت عبدالمطلب کو یمن میں قیام کے دوران ایک یہودی عالم نے ان کی اولاد میں نبوت اور حکومت کی بشارت دیتے ہوئے مشورہ دیا تھا کہ وہ بنوزھرہ سے مصاہرت قائم کریں۔ واپسی پر حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے جناب عبداللہ کے لئے بنوزھرہ میں رشتہ دیکھنے کے لئے اپنی بیوی فاطمہ بنت عمرو کو یثرب بھیجا۔ فاطمہ بنت عمرو نے وہاں بی بی آمنہؓ کو دیکھا۔ ان کے حسن و جمال اور خلاق و اطوار سے بہت متاثر ہوئیں۔ اور جناب عبداللہ کا رشتہ بی بی آمنہؓ سے طے کر دیا۔

بنو ھاشم کی طرح سیدہ آمنہؓ کا خاندان بنوزھرہ بھی قریش کا ایک ممتاز قبیلہ تھا۔ سیدہ آمنہؓ کے والد وھب بن عبدمناف شریف النفس اور بلند اخلاق شخصیت تھے۔ ان کا تعلق تجارت کے شعبہ سے رہا تھا۔ جن دنوں بی بی آمنہؓ کے رشتہ کی بات چلی، وھب بن عبد مناف کا انتقال ہو چکا تھا اور جناب آمنہؓ اپنے چچا وھیب بن عبدمناف کی سرپرستی میں تھیں۔ چنانچہ جناب عبداللہ کے آمنہؓ سے نکاح کے لیے وھیب سے درخواست کی گئی۔

آمنہؓ حسن و جمال میں بے نظیر اور عصمت و پارسائی میں بے مثل تھیں۔ ان کی

Marfat.com

شرم وحیا اور پردہ کی سخت پابندی بنوزھرہ میں ایک مثال تھی۔ ان دنوں عرب کی عورتیں سرعام چشموں اور تالابوں میں اتر جانے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتی تھیں۔ سرعام بے پردہ آنے جانے میں ان کی یہ خواہش مچلتی تھی کہ اگر کسی شاعر کی نظر پڑ گئی تو ان کا حسن اشعار میں ڈھل کر سارے عرب میں گونجنے لگے گا۔ لیکن ان سب کے برعکس آمنہؓ بنت وھب کا حجاب اور حیا غیر معمولی تھے۔ وہ کبھی کسی غیر کے سامنے نہ آتی تھیں۔ چاردیواری کے اندر بھی وہ اپنا جسم ڈھانپ کر رکھنے کی عادی تھیں۔ برکہ...... ام ایمن کا کہنا تھا کہ ......آمنہ کی خدمت میں شب و روز رہنے کے باوجود اس نے کبھی ان کا جسم ٹخنوں سے اوپر برہنہ نہیں دیکھا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی مالکن کی کلائی یا گردن بھی نہ دیکھ سکیں۔

حضرت عبداللہ اور سیدہ آمنہؓ کا نکاح ہو گیا۔ اسی مجلس میں حضرت عبدالمطلب نے جناب وھب کی بیٹی ھالہ سے اپنا نکاح پڑھوایا۔ جن سے جناب حمزہ پیدا ہوئے۔ عرب میں رسم تھی کہ تزویج کے بعد دولہا تین دن تک دلہن کے گھر رہتا تھا۔ نکاح کے بعد حضرت عبداللہ بھی مسلسل تین دن تک بی بی آمنہؓ کے گھر رہے۔

یزید بن عبداللہ بن وھب بن زمعہ اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب آمنہؓ بنت وھب امید سے ہوئیں تو وہ کہتی تھیں مجھے یہ محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ میں امید سے ہوں۔ نہ ہی ویسا بھاری پن کا احساس ہوا جو عموماً عورتوں کو ہوتا ہے۔ پورا عرصہ مجھے ذرہ برابر کوئی تکلیف یا شکایت نہ ہوئی۔ ان چیزوں کی بھی خواہش نہ ہوئی جو ایسے دنوں میں عورتوں کو ہوا کرتی ہے۔ بلکہ طبیعت میں فرحت، جسم میں خوشبو اور چہرے پر چمک پیدا ہو گئی۔ البتہ نئی بات ایام کی بندش تھی۔ وہ کبھی بند ہو جاتے اور کبھی لوٹ آتے (طبقات ابن سعد)

ایک مرتبہ رات سوتے جاگتے کی درمیانی حالت میں تھی کہ کسی نے مجھ سے پوچھا۔

''تو نے محسوس کیا کہ تو امید سے ہے؟''

میں نے گویا اس کا یہ جواب دیا۔ میں کیا جانوں؟

Marfat.com

آواز آئی ''تو اس امت کے سردار اور پیغمبر کی ماں بننے والی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

پھر میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے پیٹ میں نور ہے۔

(مواھب ۱/۱۰۷)

لیکن ایک طرف بی بی آمنہؓ کو کائنات کی افضل ترین ہستی کے نور سے منور فرمایا گیا۔ وہ خوش خبری کے روح پرور ہلکورے میں تھیں کہ دوسری طرف ان پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ آپ کے شوہر جناب عبداللہ قریش کے قافلہ تجارت کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہاں آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ واپسی پر وہ اپنے ننھیال یثرب میں رک گئے اور پھر وہیں آپ کا انتقال ہوگیا۔

نوبیاہتا بی بی آمنہؓ کے دل پر اس خبر سے جو گذری اس کا اندازہ ہر حساس دل کو ہو سکتا ہے۔ شریک زندگی کے ساتھ ابھی نئی زندگی کا سفر شروع ہوا ہی تھا۔ ابھی تو ان کے گلشن حیات میں ایک نئی کونپل پھوٹنے کا مژدۂ جانفزا فضاؤں میں گونج رہا تھا کہ آمنہؓ کی دنیا تاریک ہوگئی۔ لیکن آمنہؓ ایک ایسی ہستی کی ماں بننے والی تھی جو رنج و محن میں فریاد کناں ہونے کی عادی نہ تھی۔ اسی ہستی اسی وجود کے نور نے انہیں عزیمت و استقامت دی۔ انہوں نے شوہر کی وفات پر گریہ وزاری کرنے کی بجائے وقار و متانت کا مظاہرہ کیا۔ صبر و شکیب کا پیکر بن گئیں۔

سیدہ آمنہؓ بلند کردار و بلند اطوار خاتون تھیں۔ چند ماہ کی بیاہی کوئی اور عورت ہوتی تو شوہر کے انتقال کے بعد سسرال چھوڑ کر میکے کا رخ کرتی۔ بی بی آمنہؓ جناب ھاشم کی بیوی سلمٰی کی طرح زچگی کے لئے میکے جا سکتی تھیں۔ قصی کی والدہ فاطمہ بنت سعد کی طرح شوہر کے انتقال کے بعد عقد ثانی کر سکتی تھیں۔ اس لئے کہ عربوں کے شب و روز تلوار کی دھار پر بسر ہوتے تھے۔ جنگ وجدل میں مرد مارے جاتے۔ اس لئے بیوگی ان کی عورتوں کے لئے کوئی انوکھا تجربہ نہ تھا۔ اکثر عورتیں اپنی زندگی میں کئی دفعہ بیوہ ہوتیں اور پھر سہاگن بن جاتیں۔ اول تو شوہر کے خاندان میں کسی سے بھی شادی ہو سکتی تھی۔ شوہر کا بھائی، بھتیجا،

Marfat.com

ماموں، چچا، حتی کہ شوہر کا باپ یا پھر سوتیلے بیٹوں میں سے کوئی ایک یا کوئی جو اسے قبول کرنے پر تیار ہو۔ اس طرح شوہر کی موت عام عرب عورت کے لئے کوئی مسئلہ نہ تھا۔ عدت کی مدت گزار لینے کے بعد وہ نیا گھر بسا لیتی۔ نئے شوہر کا انتخاب اپنی مرضی سے کر لینے کو بھی معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ نیا گھر بسا لیتی، نئی دنیا آباد کر لیتی اور نئے ماحول میں سمٹ کر بیٹھ جاتی۔

لیکن آمنہؓ بنت وھب ان سب میں مختلف تھیں۔ انہوں نے اپنے شوہر سے محبت کی تھی۔ وہ ایک مثالی بیوی اور مثالی ماں بن کر زندگی گزارنا چاہتی تھیں۔ اس لئے عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات جنگجو قوم کی کسی عام عورت کے شوہر کی موت نہ تھی۔ عبداللہ کے بعد انہوں نے عبداللہ کی نشانی کے لئے زندہ رہنے کے علاوہ کچھ نہ سوچا۔ اور پھر انہیں تو اشارے مل رہے تھے کہ وہ ایک پیغمبر کی ماں بننے والی ہیں۔ وہ عام ماؤں جیسا کوئی اقدام کرنے پر کیسے تیار ہوتیں۔ لیکن وہ گوشت پوست کی انسان تھیں۔ جو جذبات سے عاری نہیں ہوتا۔ شوہر کے انتقال نے انہیں صدمہ سے دوچار کیا اور انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار واویلا اور آہ وزاری کرنے کی بجائے اشعار میں انتہائی متانت اور وقار سے کیا۔ اس زمانے میں عرب کی بہت سی معزز عورتیں جو شعر وسخن کا ذوق رکھتی تھیں، اشعار سنتی اور خود بھی کہتی تھیں۔ سیدہ آمنہؓ نے حضرت عبداللہ کے سانحہ ارتحال پر جو مرثیہ کہا اس کے اشعار درج ذیل ہیں۔

ترجمہ:

o...... فرزند ھاشم کی وفات سے بطحا کی زمین خالی ہوگئی۔ اور وہ کفن لپیٹے ہوئے اپنے اہل سے بہت دور قبر میں چلے گئے۔

o...... موت نے ان کو اچانک پکارا اور انہوں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا۔ افسوس موت نے ابن ھاشم (عبداللہ) کی مثل لوگوں میں کوئی نہ چھوڑا۔

o...... ان کے دوست شام کے وقت ان کا جنازہ محبت و پیار سے اٹھا کر چلے تو از راہ محبت وہ باری باری کندھا دینے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔

Marfat.com

o......اگر چہ موت نے اور اس کے اسباب نے عبداللہ کو اچانک پکڑ لیا اور وہ ہم سے جدا ہو گئے لیکن بلاشبہ وہ بہت زیادہ سخی اور بہت زیادہ مہربانی اور پیار کرنے والے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

بی بی آمنہؓ نے اس جانکاہ صدمے کو برداشت کرتے ہوئے اپنی توجہ کا مرکز اپنے آنے والے بچے کو بنالیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ اشارہ غیبی نے مجھے میرے اُمید سے ہونے کا یقین دلایا اور پھر ایک زمانے تک خاموشی رہی۔ زچگی کا وقت قریب آ رہا تھا تو وہی آواز مجھے پھر سنائی دی۔ اس نے کہا!

کہہ میں ہر ایک حاسد کے شر سے اس بچہ کے لئے خدائے واحد وصمد سے پناہ مانگتی ہوں۔

سیدہ آمنہؓ کہتی ہیں کہ...... میں اس تعلیم کے مطابق یہی کہا کرتی تھی۔ عورتوں سے تذکرہ کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ اپنے دونوں بازوں اور گلے میں لوہا لٹکا لے۔ لوہا لٹکا تو لیا مگر چند روز کے بعد میں نے اسے کٹا ہوا پایا میں نے دوبارہ نہ پہنا۔

ابو جعفر محمد بن علیؒ فرماتے ہیں: ماہ ربیع الاول کی دس راتیں گزری تھیں کہ پیر کے دن رسول ﷺ پیدا ہوئے۔ وہ ذات اقدس اس دنیا میں تشریف لائی جو دعائے خلیلؑ اور نوید مسیحاؑ تھی۔

سلام اے آمنہؓ کے لال اے محبوب سبحانی
یارب صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم......

عیسوی تقویم کے مطابق ۵۷۰ء ۲۲ اپریل صبح صادق کے وقت افق مکہ پر ھدایت ورحمت کا آفتاب جہاں تاب طلوع ہوا۔ آپ کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ کے محلّہ شعب بنی ھاشم میں اس مقام پر ہوئی جو آجکل مولدالنبیؐ کے نام سے مشہور ہے۔

ولادت باسعادت کے وقت آپ کی والدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔ ایک اور روایت ہے کہ بصری کے محلات روشن ہوگئے (فتح الباری)۔

Marfat.com

شام اور بصری کے محلات دکھائے جانے کی تخصیص یہ بشارت تھی کہ مکہ مکرمہ سے لیکر شام تک کا تمام علاقہ آپ ﷺ کی زندگی میں ہی آپ کے زیرنگیں آجائے گا۔ اور بصری جو ملک شام کا ایک شہر ہے وہ خاص طور پر اس لئے دکھلایا گیا کہ سب سے پہلے بصری میں ہی نور ہدایت پہنچا۔

سیدہ آمنہؓ کا بیان ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو نہایت لطیف اور پاک و صاف تھے۔ جسم اطہر پر کسی قسم کی آلائش نہ تھی (طبقات ابن سعد) متعدد روایات میں ہے کہ آپ مختون (ختنہ شدہ) اور ناف بریدہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے متعلق ابن القبطیہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کی والدہ نے کہا...... میں نے دیکھا۔ گویا ایک شہاب مجھ سے نکلا ہے کہ زمین اس سے روشن ہوگئی ہے۔

عبداللہ بن عباس اپنے والد عباس بن عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ پیدا ہوئے تو ختنہ شدہ تھے اور ناف کٹی ہوئی تھی۔ عبدالمطلب کو اس پر مسرت آمیز تعجب ہوا اور بشارتیں یاد آگئیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے اس لڑکے کی ایک خاص شان ہو گئی۔

یہ امر مسلم ہے کہ عرب والے گزشتہ زمانہ میں کسی نبی کی پیدائش پر حیرت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ جب آمنہؓ بنت وھب کو اشارہ ہوا کہ ان کے ھاں ہونے والا بچہ نبی ہے تو انہیں حیرت نہیں مسرت ہوئی تھی۔ اسی طرح حضرت عبدالمطلب کو بشارت دیئے جانے کی روایات ہیں۔ بنی اسرائیل کے انبیا معاشرے کے چلن میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں لاتے تھے۔ اور جب کوئی صاحب شریعت پیغمبر یا نبی مبعوث ہوتا اور انقلابی تبدیلیاں لانے کا اعلان کرتا تو اس کی مخالفت اور مزاحمت زمانے کا دستور تھا۔ چونکہ عام انبیا ایسا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی طرف حیرت سے نہیں دیکھا جاتا تھا البتہ ان کے اعلیٰ وارفع کردار کی وجہ سے ان کی عزت واکرام سے منہ نہیں موڑا جاتا تھا۔ سرزمین عرب میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے لیکن معدودے چند کا تذکرہ لوگوں کی زبان پر رہا۔ بہر

Marfat.com

تھے۔ نبی سب سے زیادہ بہتر ... میں ... قریش ... کے حامل تھے۔
آپ ﷺ کی نبوت سے پہلے یہ معلوم تھا کہ یہود و نصاریٰ کا معاملہ مختلف تھا ... اور نبیوں کی پیشین گوئیوں کی بدولت معلوم تھا کہ سرزمین عرب میں ایک نبی ﷺ آنے والا ہے ... اس کی نبوت صاحب شریعت ہوگی اور ... انقلاب ... کہ تاریخ انسانی تبدیل ہو جائے گی۔ یہود و نصاریٰ نے مذہب کے نام پر ... اپنے ہاتھ سے کھو دیا ہوا تھا۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ اس وقت سے گھبراتے تھے جو بہرحال مشیت ایزدی تھی۔

حضرت حسان بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں سات آٹھ برس کا تھا اور سمجھی ہوئی بات سمجھتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے یکایک چلانا شروع کر دیا۔ اس کی چیخ و پکار سن کر تمام یہودی جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ کہنے لگا..... فارقلیط (ﷺ) کا وہ ستارہ جس کی ساعت میں انہوں نے پیدا ہونا تھا۔ وہ آج کی شب طلوع ہو گیا ہے (سیرت ابن ھشام)۔

حُیمہ کے آزاد کردہ غلام سہل مریش نصرانی تھے اور انجیل کے عالم تھے ان کا بیان ہے کہ انجیل میں رسول اللہ ﷺ کی صفت اور شناخت موجود ہے کہ وہ اسماعیلؑ کے خاندان سے ہوں گے اور ان کا نام احمد ہوگا۔ عبرانی میں احمد کا متبادل فارقلیط ہے۔

ابو جعفر محمد بن علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابھی شکم مادر میں تھے کہ آمنہؓ بنت وھب کو حکم ہوا۔ ان کا نام احمد رکھنا۔ محمد بن علی یعنی ابن حنفیہ حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا..... میرا نام احمد رکھا گیا۔

آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب کو عبداللہ اور آمنہؓ کے نور نظر کی ولادت کی خبر دی گئی۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب خانہ کعبہ میں تھے۔ خبر سنتے ہی عبدالمطلب کی آنکھوں کے سامنے اپنے نور نظر حضرت عبداللہ کی تصویر آ گئی۔ اٹھے اور گھر جا کر اپنے پوتے کو دیکھ کر مسرور و مطمئن ہوئے۔ تیسرے روز کعبہ میں لے گئے، اور پوتے کو اٹھا کر خانہ کعبہ کا طواف

Marfat.com

[illegible] آپ کا نام محمد رکھتے [illegible]

[illegible] اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالمطلب کو [illegible]

دی تھی۔

سیدہ آمنہ تو نومولود محمد ﷺ کو پا کر بہت خوش تھیں۔ محمد ان کے عبداللہ کی نشانی اور بہت بڑی [illegible] تھے۔ [illegible] ایک [illegible] تھا [illegible] اپنے [illegible] تھیں۔ چنانچہ بی بی آمنہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ عرب میں [illegible] اپنے بچوں کو [illegible] پرورش کے لئے [illegible] تھا۔ [illegible] شہر کی عورتیں اپنے بچوں کو [illegible] دیتی تھیں۔ [illegible] کے چند روز بعد بچہ کو [illegible] پرورش [illegible] بچے کا رضاعت کا عرصہ بادیہ نشین قبائل کی عورتوں کے پاس گزرتا تھا۔ یہ عورتیں اس مقصد کے لئے شہر کے چکر لگایا کرتی تھیں۔

جب آمنہ کی خواہش تھی کہ قبیلہ بنی سعد کی کوئی عورت ان کے نور نظر کو رضاعت کے لئے لے جائے۔ اس قبیلہ کی عورتوں کو بچے سنبھالنے کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ ان کی زبان خالص عربی تھی اور ان کے علاقے کی آب و ہوا بچوں کے لئے صحت بخش تھی۔ اس وقفہ میں سیدہ آمنہؓ نے ابتدائی تین روز تک اپنے نومولود کو اپنا دودھ پلایا۔ پھر عارضی طور پر ثوبیہ کی رضاعت میں دے دیا۔ ثوبیہ ابولہب کی کنیز تھیں۔

اور پھر سیدہ آمنہؓ کی خواہش پوری ہوگئی۔ کچھ دنوں بعد بادیہ نشین عورتیں مکہ شہر کے باہر خیمہ زن ہوگئیں۔ وہ ہر سال شہر کے نومولود بچوں کو رضاعت کے لئے لینے کے مقصد سے دیہات سے آتی تھیں۔ ان میں قبیلہ بنو سعد کی بی بی حلیمہ سعدیہ بھی تھیں۔ آپؐ کی رضاعت کا شرف اسے حاصل ہونا تھا چنانچہ وہ ننھے حضور کو اپنے ساتھ لے گئیں۔ دو سال کا عرصہ مکمل ہونے پر وہ آپؐ کو واپس والدہ ماجدہ کے پاس لائیں لیکن وہ ابھی انہیں خود سے جدا نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ شہر میں وبا پھیلی ہوئی تھی اور پھر اپنے انس و محبت کی وجہ سے حلیمہ نے بی بی آمنہؓ سے اصرار کیا کہ وہ آپؐ کو دوبارہ ساتھ لے جانے کی اجازت دے دیں۔

Marfat.com

ابتداً سیدہ آمنہؓ نے بی بی حلیمہ کی درخواست مسترد کر دی۔ وہ اپنے لخت جگر کو خود سے مزید دور نہیں رکھنا چاہتی تھیں۔ وہی ان کی ویران وتنہا زندگی میں دل جوئی کا سامان اور جینے کی امنگ تھا۔ وہ تو ایک ایک دن اس انتظار میں گزار رہی تھیں کہ ان کا نونہال واپس آئے اور سونے آنگن میں خوشیاں بکھیر دے۔ لیکن بی بی حلیمہ کا اصرار تھا کہ مکہ شہر کی آب و ہوا ان دنوں اچھی نہیں۔ آپ کے فرزند کی صحت پر برا اثر نہ پڑے۔ ایک دو برس کے بعد بچے میں قوت مدافعت آ جائے گی پھر کسی بات کا خدشہ نہیں رہے گا۔ جب حلیمہ کے اصرار اور منت سماجت میں اضافہ ہوا تو سیدہ آمنہؓ نے حلیمہ کو بچہ دوبارہ ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔

سیدہ آمنہؓ سمجھتی تھیں کہ حلیمہ بچے کو اصرار کر کے اور نہایت شوق سے لے گئی ہے۔ اب جب تک میں اسے پیغام نہیں بھیجوں گی وہ اسے واپس نہیں لائے گی۔ چنانچہ کچھ عرصہ گزر گیا تو انہوں نے سوچا کہ حضرت عبدالمطلب کو کہہ کر اپنے نونہال کی واپسی کا انتظام کریں۔ لیکن ابھی انہوں نے پیغام نہیں بھجوایا تھا کہ حلیمہ ایک دن اچانک، بچے کو واپس لے کر آ گئیں۔ وہ بہت خوش ہوئیں۔ بیٹے کو سینے سے لگایا اور خوشگوار حیرت سے پوچھا۔ کہ تم خود ہی آ گئیں۔ بی بی حلیمہ نے کہا شائد اس بچے پر کسی جن کا سایہ ہے۔ حیرت انگیز واقعات ہوئے ہیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس لئے آپ کی امانت واپس کرنے آ گئی۔

سیدہ آمنہؓ نے مسکرا کر کہا۔ میرے بچے پر جنات کا اثر نہیں ہو سکتا۔ یہ تو برکتوں والا بچہ ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ بچہ نبی اور پیغمبر ہو گا۔ اس کے سر پر تو رحمتوں کا سایہ ہے۔ دیکھو جنات کے اثر سے دل پر دہشت اور دماغ میں وحشت ہوتی ہے لیکن میرے بچے کے چہرے پر اطمینان وسکون کا نور ہے۔ لیکن تم نے اچھا کیا کہ اسے واپس لے آئی۔ میں اس کے لئے بے قرار ہو رہی تھی۔ اللہ تمہیں خوش رکھے۔ حلیمہ کو رسم ورواج کے مطابق ھدیہ و انعامات دیئے گئے۔ وہ آپ ؐ کو سیدہ کے سپرد کر کے رخصت ہو گئیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ آپ پانچ برس کے تھے کہ اپنی والدہ

Marfat.com

محترمہ کے پاس آ گئے۔ دوسروں کا بیان ہے کہ چار برس کی عمر میں آپؐ والدہ کی تحویل میں آئے۔ ابو عمر کا کہنا ہے کہ جس روز آپؐ واپس بی بی آمنہؓ کے پاس آئے، اس روز آپ کی ولادت کو پانچ سال اور دو دن گزر چکے تھے۔

زندگی کا اکلوتا سہارا گھر میں واپس آیا تو سیدہ آمنہؓ کے شب و روز میں نیا رنگ اور نئی رعنائی آ گئی۔ گھر میں نوخیز بچے کی موجودگی زندگی کی ہماہمی لے آتی ہے۔ یہاں تو ایک بابرکت و مسعود وجود کی موجودگی سے زندگی کی بہار اپنے جوبن پر آ گئی تھی۔ بی بی آمنہؓ ایک ماں تو تھیں لیکن ذوق سلیم رکھتی تھیں اور ایک نبی کی ماں کو یقیناً حساس و لطیف جذبات کا مالک ہونا چاہئے تھا۔ کمسن محمدؐ ہر وقت ایک تر و تازہ پھول کی طرح دکھائی دیتے۔ اس دور کے بچے مٹی میں لتھڑے ہوئے اور آنکھیں گد سے بھری ہوتی تھیں۔ لیکن نوخیز محمدؐ کے بالوں میں نہ کبھی خشکی و بے ترتیبی نظر آتی تھی اور نہ آنکھوں میں گد ہوتی۔ ہمیشہ صاف ستھرے اور پاک صاف ہوتے۔ اس میں ان کا اپنا مزاج اور ماں کی دیکھ ریکھ دونوں شامل تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں تیل آنکھوں میں سرمہ اور چہرہ شبنم سے دھلا ہوتا تھا۔ کمسن محمدؐ اپنے دادا عبدالمطلب یا تایا زبیر کی انگلی تھامے مکہ کی گلیوں بازاروں میں نکلتے تو لوگ اس آراستہ و پیراستہ گل رعنا کو دیکھ کر توجہ دیئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔

سیدہ آمنہؓ اپنے جگر گوشہ کو اسلاف کی کہانیاں اور لوریاں سنانے کے ساتھ ساتھ وہ سنہری باتیں سکھاتی تھیں جن کے لئے خالق کائنات نے ان کا انتخاب نبی آخر الزمان کی والدہ کے طور پر کیا تھا۔ اسی تعلیم و تربیت کا عکس حضور ﷺ کی کمسنی کی عادات و اطوار میں جھلکتا تھا۔ مثلاً جوانہ کی عید کے موقعہ پر رسول اکرم کے طرز عمل کا ذکر ام ایمن نے کیا ہے۔ آپ کی عمر اس وقت دس سال کے قریب تھی۔ بوانہ ایک بت تھا جس کے سامنے قریش حاضر ہو کر اس کی تعظیم کرتے اور قربانی کرتے تھے۔ وہیں اپنا سر منڈاتے۔ اس میں لوگ شریک ہوتے مگر رسول اللہ ﷺ انکار کر دیتے۔ ام ایمن کا کہنا ہے کہ میں نے دیکھا آپ کی پھوپھیاں غضب ناک ہو کر کہنے لگیں۔

''محمد، (ﷺ) تو جو ہمارے دیوتاؤں سے پرہیز و اجتناب کر رہا ہے تو اس طرز عمل

Marfat.com

سے ہمیں خود تجھ سے خوف ہے۔ یہ بھی کہا اے محمد (ﷺ) کیا ارادہ ہے۔ تم اپنی قوم کے کسی میلے میں شریک ہوتے ہو اور نہ اس کی جمعیت بڑھاتے ہو۔ ام ایمن کہتی ہیں کہ آپ نے کبھی قریش کے کسی میلے میں شرکت نہ کی۔

نبی اُمی کی پہلی تربیت گاہ جناب آمنہؓ کی گود تھی۔ بشری اعتبار سے آپ کی عظیم الشان شخصیت اور کردار سازی کی ابتدا سیدہ آمنہؓ نے کی۔ سیدہ آمنہؓ آپ کو اشعار اور قصیدے سناتیں جن میں آپ کے اسلاف کا تذکرہ ہوتا اور خیر و شر کی تمیز ہوتی۔

کمسن محمد (ﷺ) کو بنو سعد سے واپس آئے ایک سال کے قریب ہوا تھا کہ بی بی آمنہؓ کی طبیعت ناساز رہنے لگی۔ انہیں بخار آتا۔ مقامی اور روایتی علاج کیا جاتا رہا۔ کبھی طبیعت بہتر ہو جاتی اور کبھی کئی روز تک بستر پر پڑی رہتیں۔ بخار نے بی بی آمنہؓ کو نڈھال کر دیا۔ وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ ان کا گدرایا ہوا چہرہ کمزوری کی وجہ سے مرجھا گیا۔ سرخ و سفید رنگت جس پر کبھی طلوع آفتاب کا گمان ہوتا تھا۔ غروب ہوتے سورج کی زردیوں میں تبدیل ہو گئی۔ وہ اپنے کمرے میں کمبلوں میں لپٹی پڑی رہتیں۔ گمان غالب یہ ہے کہ ان کے دل و دماغ پہ یثرب چھایا ہوا تھا۔ اس لئے نہیں کہ وہ ان کا میکہ تھا اور وہ اداس ہو گئی تھیں۔ دراصل یثرب ان کے تصور پر اس لئے چھایا ہوا تھا کہ وہاں کی ریتلی مٹی کے ایک ابھرے ہوئے تودے کے نیچے وہ سو رہا تھا جسے ان کی زندگی کا ساتھی بنایا گیا تھا۔ وہ چاہتی تھیں کہ محمدؐ کو لیکر عبداللہ کی آخری آرام گاہ پر حاضری دیں۔

آج کل سیدہ آمنہؓ کو عبداللہ یاد آتے تھے۔ یثرب یاد آتا تھا۔ اپنا میکہ یاد آتا تھا۔ اپنے بھائی، اپنے چچا، اپنے ماموں اور اہل قبیلہ یاد آتے تھے جن کی حمایت حاصل کرنے کے لئے عرب کا ہر سردار بے تاب رہتا تھا۔ سیدہ کو اپنے میکہ کا وہ مردانہ حصہ یاد آتا تھا جہاں شب و روز مہمانوں کا ہجوم رہتا تھا۔ جس کے حلیفوں کی تعداد باغ کی کھجوروں سے زیادہ تھی۔ اور وہ باغ جن کی کھجوریں دنیا بھر میں اپنی مٹھاس اور نرمی کی وجہ سے مشہور تھیں۔ بنو نجار نے اپنی ہتھیلیوں کی چھاؤں میں یثرب کی اس کلی کو پالا تھا۔ اور پھر جب عبداللہ آمنہؓ سے شادی کر کے اسے مکہ لائے تو اسے یوں محسوس ہوا تھا کہ وہ ایک عظیم تحفظ میں آ گئی ہو۔

Marfat.com

اسے لگتا تھا کہ اب کوئی مصیبت کوئی پریشانی اس پر اپنا سایہ نہ ڈال سکے گی لیکن موت نے سب کچھ درہم برہم کر دیا۔ عبداللہ کو موت کے پنجے سے کوئی نہ چھڑا سکا۔ نہ طاقتور میکے والے اور نہ عظیم و ذی وقار سسرال والے۔ آمنہؓ کو یثرب اور عبداللہ شدت سے یاد آ رہے تھے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ یثرب جائیں گی۔ اپنے محمد ﷺ کو باپ کی تربت دکھائیں گی۔ اپنے میکہ سے ملوائیں گی۔

ام ایمن کا کہنا ہے کہ یثرب جانے کے لئے بی بی آمنہؓ نے حضرت عبدالمطلب سے اجازت طلب کی تو انہوں نے حیران ہو کر اپنی بہو کی طرف دیکھا۔

''یثرب جاؤ گی بیٹا اس حالت میں۔''

میں ٹھیک ہو جاؤں گی ابا...... آپ مجھے یثرب جانے کی اجازت دے دیں۔ آپ اجازت دے دیں گے تو میں بالکل ٹھیک ہو جاؤں گی۔ آمنہؓ نے جواب دیا۔

عبدالمطلب اس عجیب اعتماد اور مافوق الفطرت یقین پر حیران رہ گئے۔ انہوں نے سوچا بہو نے کئی سال بعد میکے جانے کی خواہش کی ہے۔ وہاں کچھ دن رہنے سے اس کی طبیعت یقیناً بہل جائے گی۔

ٹھیک ہے۔ تمہاری خواہش یہی ہے تو چلی جانا۔ لیکن ایک شرط ہے کہ پہلے تم پوری طرح صحت مند ہو جاؤ۔

اجازت مل گئی۔ گھر کے دوسرے افراد کے ساتھ ساتھ خود آمنہؓ بھی حیران تھیں کہ یثرب جانے کی اجازت میں ایسا کون سا جادو ہے جس نے یکا یک ان کی طبیعت میں انقلاب پیدا کر دیا۔ محض دو چار دنوں میں بخار مکمل طور پر ٹوٹ گیا۔ توانائی بحال ہونے لگی۔ اور جسم سفر کی ہر صعوبت برداشت کر لینے کی قوت محسوس کرنے لگا۔

گھرانے کی عورتوں کا کہنا تھا کہ آمنہؓ ایک عرصہ کے بعد میکے جانے لگی ہیں اس لئے خوش ہیں اور اسی خوشی میں ان کی صحت روز بروز سنبھلتی جا رہی ہے۔ جو بھی محرک تھا لیکن آمنہؓ پوری طرح صحت مند ہو گئیں اور پھر ملک شام کو جانے والے ایک قافلہ کے ساتھ ان کو روانہ کر دیا گیا۔ بی بی آمنہؓ کئی سال بعد یثرب کا رخ کئے ہوئے تھیں۔ ان کے ساتھ

Marfat.com

حضرت محمدؐ اور ام ایمن تھیں۔ آپؐ کی عمر چھ سال کے قریب تھی۔ سواری کے لئے دو اونٹ تھے۔ ایک پر سیدہ آمنہؓ اور کمسن محمدؐ اور دوسرے پر ام ایمن۔ یثرب پہنچ کر آپ لوگوں نے دار النابغہ میں قیام کیا۔

عبداللہ بن ابی بکرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ آمنہؓ بنت وھب کے پاس تھے۔ چھ سال کے ہوئے تو وہ آپ کو مدینے (یثرب) آپ کے ننھیال بنی عدی ابن نجار کو لے کر گئیں کہ ان سے مل لیں۔ ساتھ میں ام ایمن تھیں جو آپ کو کھلانے والی تھیں۔ دو اونٹ سواری میں تھے۔ وہ نابغہ کے گھر آپ کو لے کر اتریں۔ آپ لوگ ایک مہینہ تک انہی لوگوں میں رہے۔ وہاں قیام کے دوران جو باتیں پیش آئیں، رسول اللہ ﷺ ان کو یاد کر کے بیان کیا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ آ کر بنی عدی بن النجار کا اطم (مربع گھر) دیکھا تو پہچان لیا۔ فرمایا۔ میں اس محل میں ایک لڑکی انیسہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ اپنے ننھیالی لڑکوں کے ساتھ ہم ایک پرندے کو اڑایا کرتے تھے جو اس گھر پر آ کر بیٹھا کرتا تھا۔ گھر کو دیکھ کر فرمایا۔ میری ماں مجھے یہیں لے کر اتری تھیں۔ اسی گھر میں میرے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر ہے۔ بنو عدی کے تالاب میں ہی میں نے اچھی طرح تیرا کی سیکھی تھی۔

ابن سعد نے طبقات میں ام ایمن کا بیان نقل کیا ہے کہ قیام یثرب کے دوران ایک یہودی عالم کی نظر آپ پر پڑی۔ وہ کچھ اور لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لے آیا۔ وہ لوگ بڑے غور کے ساتھ آپ کو دیکھتے رہے۔ اگلے روز میں نے انہیں پھر دیکھا۔ ان میں کوئی بحث ہوتی تھی۔ ایک روز میں نے ایک یہودی کو کہتے سنا۔ یقیناً یہ اس امت کا نبی ہے اور اگر یہ وہی نبی ہے جس کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے تو یہی شہر اس کا دار الہجرت ہوگا۔

جب سیدہ آمنہؓ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو انہیں تشویش ہوئی کہ آپ کے لخت جگر کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ بی بی نے یثرب میں اپنا قیام مختصر کر دیا اور ایک ماہ کے بعد واپسی کا سفر اختیار کر لیا۔ قافلہ یثرب سے چلا تو بی بی آمنہؓ علیل ہوگئیں۔ اب جیسے جیسے قافلہ چل رہا تھا۔ مرض بڑھ رہا تھا۔ جب مقام ابواپر پہنچے تو مرض شدت اختیار کر گیا۔ یہ مقام مدینہ سے

Marfat.com

43 میل دور مدینہ اور جحفہ کے درمیان واقع ہے سیدہ کے لئے مزید سفر ممکن نہ رہا۔ ابوا کی بستی میں اتر پڑیں۔ مزید سفر کے لئے ہمت نہ تھی۔ ایک مسافر کے ذریعے یثرب میں عزیز واقربا کو خبر کی اور پھر بی بی نے مکہ کی بجائے آخرت کے لئے رخت سفر باندھ لیا۔ سیدہ آمنہؓ کی عمر اس وقت ایک روایت کے مطابق بیس سال تھی۔

حضرت اسما بنت ابی رہم فرماتی ہیں کہ میری والدہ حضرت آمنہؓ کی بیماری کے دنوں میں ان کے پاس حاضر تھیں۔ اس وقت حضرت محمد ﷺ کی عمر پانچ چھ سال کی ہوگی۔ آپ اپنی والدہ کے سرہانے بیٹھے تھے۔ آپؐ کی والدہ نے آپ کی طرف دیکھا اور فرمایا

(بی بی آمنہؓ کے اشعار کا ترجمہ)

o......اے بیٹے......اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ تو اس کا فرزند ہے جس نے موت کی سختی سے ملک الصلام کی مدد سے نجات پائی تھی

o......صبح کے وقت عبدالمطلب نے اپنی نذر کو پورا کرنے کے لئے اس کے اور اس کے بھائیوں کے درمیان قرعہ ڈالا اور تمہارے باپ کا نام نکلا۔ ان کے عوض ایک سو قیمتی اونٹوں کو قربان کیا گیا۔

o...... بیٹا جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ اگر وہ رویائے صادقہ ہے تو، تو جن وانس کی طرف مبعوث ہوا ہے۔ اللہ صاحب جلال واکرام کی طرف سے۔

o......اور تو مبعوث ہوا ہے سرزمین حرام (مکہ معظمہ) اور جلال (کل روئے زمین) کی طرف اور تو مبعوث ہوا ہے حق و باطل کو ظاہر کرنے اور دین اسلام کو پھیلانے کے لئے۔

o......وہ دین جو تیرے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے۔ وہ ابراہیم محسن اور مطیع تھے اور اللہ نے تجھ کو بتوں کی عبادت اور تعظیم سے منع فرمایا ہے۔ اور ان کے لئے قربانی سے بھی منع فرمایا ہے۔

o...... ہر زندہ مرے گا اور ہر نئی چیز پرانی ہوگی۔ اور ہر بڑے سے بڑا بھی فنا ہو گا۔ میں بھی مر جاؤں گی مگر میرا ذکر باقی رہے گا کیونکہ میں نے خیر عظیم (رسول اللہ ﷺ) کو

Marfat.com

چھوڑا ہے اور میں نے طاہر وطیب کو جنم دیا ہے۔

ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ آمنہؓ موحدہ اور دین ابراہیمی پر کار بند تھیں۔ جب سے رسول اللہ ﷺ بی بی حلیمہ سعدیہ سے واپس سیدہ آمنہؓ کے پاس آئے تھے وہ انہیں اسی طرح کی باتیں ذہن نشین کراتی رہتی تھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کو دین ابراہیمی کے اوامر و نواہی سے آگاہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ جن میں بتوں سے اجتناب شامل تھا۔ اسی تعلیم کی بدولت آپ قریش کے میلوں ٹھیلوں اور دیوی دیوتاؤں سے گریزاں رہتے تھے۔

مذکورہ بالا اشعار میں سیدہ آمنہؓ نے صراحت کے ساتھ دین ابراہیمی اور اپنے فرزند کا اللہ کی طرف سے مبعوث ہونا بیان کیا ہے۔ سیدہ آمنہؓ نے جب حضورؐ کی رضاعت کے لئے بی بی حلیمہ کے سپرد کیا تھا تو تب بھی اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ آپ نے کہا تھا۔ جسم پر جو مصائب گزرتے ہیں جو برائی و خرابی آتی ہے جو آفات و امراض پیش آتے ہیں۔ ان سب سے بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اور اس کے لئے خدا سے پناہ مانگتی ہوں۔ میں اس وقت تک کے لئے اس کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں کہ اسے حلال معاملے کا کرنے والا اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرنے والا دیکھوں۔ اور صرف غلاموں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ یہ بھی دیکھوں کہ وہ دوسرے ادنی درجہ کے لوگوں کے ساتھ بھی نیکیاں کر رہا ہے۔

عرب کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص مرنے لگتا تو اس کے عزیز و اقارب اس کے پاس جمع ہو جاتے اور متواتر اس سے بات چیت کرتے رہتے تا کہ مرنے والا موت کے دروازے پر خود کو تنہا نہ سمجھے۔ ابوا کے مقام پر سیدہ آمنہؓ کے پاس جو لوگ حاضر تھے وہ ان سے مسلسل گفتگو کر رہے تھے۔ بی بی آمنہؓ بھی کبھی کبھی کوئی بات آہستہ سے کہہ دیتی تھی۔

اور پھر ایک ایسا وقت آیا جب کمسن محمد ﷺ نے دیکھا کہ ان کی ماں کوئی جواب نہیں دے رہیں۔ آپؐ ان کے سینے سے لپٹ گئے اور روتے ہوئے کہا...... ماں، ماں تم بولتی کیوں نہیں۔ جواب کیوں نہیں دیتیں۔ مگر ماں ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی تھیں۔

سیدہ آمنہؓ کو دفن کرنے کے بعد جب لوگ واپس ہوئے تو دیکھا محمدؐ نہیں ہیں۔ تلاش کیا کچھ پتہ نہ چلا۔ ایک آدمی قبر کی طرف گیا۔ دیکھا کہ آپ ﷺ قبر کے پاس بیٹھے ماں

Marfat.com

کو پکار رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ ماں گھر کیوں نہیں چلتی۔ آپ کو معلوم ہے۔ آپ کے سوا میرا کوئی نہیں۔

اب حضرت محمد ﷺ کے سر سے والدہ کا سایہ بھی اٹھ گیا تھا۔ بی بی آمنہؓ کی تیمارداری اور پھر تدفین کے لئے یثرب سے آنے والے عزیز واقربا کمسن محمدؐ کو اپنے ساتھ یثرب لے گئے۔ لیکن ماں کی موت نے آپ کو دل گرفتہ کر رکھا تھا۔ آپ خاموش بیٹھے رہتے۔ جب ہم عمر لڑکے ان کے پاس جاتے اور انہیں کھیلنے کی دعوت دیتے تو آپ فرماتے...... مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں تمہارے ساتھ نہیں کھیل سکتا۔ عزیز واقربا نے دیکھا کہ آپ روز بروز کمزور ہو رہے ہیں۔ چنانچہ آپ کو بی بی ام ایمن کے ساتھ مکہ روانہ کرنے کا اہتمام کیا۔

عمرہ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ مقام ابوا پر پہنچے تو فرمایا...... اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنی ماں کی قبر پر جانے کی اجازت دے دی ہے۔ آپ قبر کے پاس آئے۔ اس کو درست کیا۔ صفائی ستھرائی کی اور اتنا روئے کہ مسلمان بھی آپ کے ساتھ رونے لگے۔ جب آپ سے بعد میں اس بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا...... مجھ پر ماں کی رحمت ومحبت چھا گئی تو میں رو پڑا۔

بی بی آمنہؓ کا انتقال ہوا۔ ام ایمن غم زدہ در یتیم کو لے کر مکہ پہنچیں۔ حضرت عبدالمطلب کو سانحہ ارتحال کا احوال سنایا۔ بنو مطلب کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔ دادا عبدالمطلب نے پوتے کو سینے سے لگایا اور ہر وقت ساتھ رکھنے لگے۔

Marfat.com

چھٹا باب:

فواطم وعواتک

غزوہ حنین کے موقعہ پر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا تھا۔ "میں فواطم وعواتک کی اولاد ہوں۔

فواطم، فاطمہؓ کی جمع ہے اور فاطمہ ایسی لڑکی کو کہا جاتا تھا جس کا دودھ چھڑایا دیا گیا ہو...... یا...... اپنی ماں سے جدا کر دی گئی ہو۔ عرب میں ان خواتین کی شرافت ضرب المثل کا درجہ رکھتی تھی۔

عواتک، عاتکہ کی جمع ہے۔ عاتکہ کلام عرب میں ایسی بی بی کو کہتے ہیں جو پاک و طاہر ہو۔ لغت کے اعتبار سے عاتک و عاتکہ، شریف وکریم اور صاف ستھرے مزاج کو کہتے ہیں۔ خصوصاً وہ بیبیاں جو اس قدر خوشبو میں بسی ہوں کہ اسکی کثرت سے جسم سرخ ہو رہا ہے۔

ذیل میں آپ ﷺ کے سلسلہ مادری کی وہ خواتین ہیں جن کے نام فاطمہ و عاتکہ تھے۔

سلسلہ نسب: محمد بن السائب کلبی کہتے ہیں۔ عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی کی ماں جن کے سلسلہ میں سے رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے ھضیبہ تھیں۔

o...... ھضیبہ بنت عمرو بن عتوارۃ۔

Marfat.com

ہضیبہ کی ماں لیلیٰ تھیں۔ بنت بلال بن وھیب
لیلیٰ کی ماں سلمیٰ تھیں، بنت محارب بن فہر
سلمیٰ کی ماں عاتکہ (۱) تھیں، بنت یخلد بن النضر بن کنانہ

○...... ہضیبہ کے والد عمرو بن عتوارۃ کی ماں عاتکہ (۲) تھیں بنت عمرو بن سعد
عاتکہ کی ماں فاطمہ (۱) تھیں بنت حلال بن عمرو بن شمالہ

○...... اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کی ماں جن کے سلسلہ میں سے رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے، خطیہ تھیں۔ ان کا نام ریطہ تھا بنت کعب بن سعد بن یتم بن مرہ

○...... کعب بن سعد بن یتم کی ماں نعم تھیں بنت ثعلبہ بن وائلہ۔ ان کی ماں ناہبہ تھیں بنت اطارث بن منصقد بن عمرو

ناہبہ کی ماں سلمیٰ تھیں بنت ربعیہ بن وھیب بن جناب بن جہیر۔ سلمیٰ کی ماں خدیجہ تھیں بنت سعد بن سہم

خدیجہ کی ماں عاتکہ (۳) تھیں بنت عبدہ بن ذکوان بن غاضرہ

○...... جناب بن جہیر کی ماں فاطمہ (۲) تھیں بنت عوف بن الحارث

○...... عبید بن عوتج بن عدی بن کعب کی ماں (رسول اکرم ﷺ کا مادری سلسلہ) کا نام فخشیہ تھیں۔ بنت عمرو بن سلول بن کعب بن عمرو (قبیلہ خزاعہ)

فخشیہ کی ماں عاتکہ (۴) تھیں بنت مدلج بن مرہ بن عبد مناف یہ تمام بیبیاں رسول اللہ ﷺ کی والدہ کے سلسلہ نسب میں ہیں

جناب عبداللہ کا سلسلہ مادری

جناب عبداللہ بن عبدالمطلب (رسول اللہ کے والد) کی ماں فاطمہ (۳) تھیں۔ بنت عمرو بن عائذ...... سلسلہ فواطم میں رسول اللہ سے قریب ترین فاطمہ یہی تھیں۔

Marfat.com

فاطمہ کی ماں صخرا تھیں بنت عبد بن عمران بن مخزوم
صخرا کی ماں تخمرہ تھیں بنت عبد بن قصی۔
تخمرہ کی ماں سلمٰی تھیں بنت عامر بن عمیر بن ودیقہ
سلمٰی کی ماں عاتکہ (۵) تھیں بنت عبداللہ بن وائلہ

o......عبداللہ بن وائلہ کی ماں عاتکہ (۶) تھیں بنت عامر بن ظرب

o......عمران بن مخزوم کی ماں سعدی تھیں بنت وھب بن تیم۔ سعدی کی ماں عاتکہ (۷) تھیں بنت ھلال بن وھب بن ضبہ

o......ھاشم بن عبد مناف بن قصی کی ماں عاتکہ (۸) تھیں بنت مرہ بن ھلال بن فالج۔ سلسلہ عواتک میں رسول اللہ ﷺ سے قریب ترین عاتکہ یہی تھیں۔

o......ھلال بن فالج کی ماں فاطمہ (۴) تھیں بنت عبید بن رداس بن کلاب بن ربیعہ

o...... کلاب بن ربیعہ کی ماں مجد تھیں بنت تیم الادرم بن غالب۔ مجد کی ماں فاطمہ (۵) تھیں بنت ھادیہ بن بکر بن ھوازن

o......مرہ بن ھلال کی ماں عاتکہ (۹) تھیں بنت عدی بن سہم

o......وھب بن ضبہ بن الحارث کی ماں عاتکہ (۱۰) تھیں بنت غالب بن فہر

o......عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم کی ماں فاطمہ (۶) تھیں بنت ربیعہ بن عبدالعزیٰ بن زرام بن مجوش

o......ھادیہ بن بکر بن ھوازن کی ماں عاتکہ (۱۱) تھیں بنت سعد بن ھذیل

o......قصی بن کلاب کی ماں فاطمہ (۷) تھیں بنت سعد بن سیل

o......عبد مناف بن قصی کی ماں جبی تھیں بنت حلیل بن حبشہ الخزاعی جس کی ماں فاطمہ (۸) تھیں بنت نصر بن عوف بن عمرو

o......کعب بن لوئی کی ماں ماریہ تھیں بنت کعب بن القین۔ ماریہ کی ماں عاتکہ (۱۲) تھیں بنت قاہل بن عذرہ

Marfat.com

o......لوئی بن غالب کی ماں فاطمہ (۹) تھیں بنت یخلد بن النصر

o......غالب بن فہر بن مالک کی ماں فاطمہ (۱۰) تھیں بنت سعد۔ فاطمہ کی ماں سلمیٰ تھیں بنت طابخہ بن الیاس بن مضر۔ سلمیٰ کی ماں عاتکہ (۱۳) تھیں بنت الاسد بن الغوث

ہشام بن محمد السائب اپنے والد اور دیگر راویوں سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے والد اور والدہ کے مادری سلسلوں میں عواتک کی تعداد (۱۳) اور فواطم کی تعداد (۱۰) تھی۔

رسول اکرم ﷺ کا مادری سلسلہ نسب

محمد بن السائب کہتے ہیں۔

o......رسول اللہ ﷺ کی والدہ آمنہؓ تھیں۔ بنت وھب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ آمنہؓ کی ماں برہ تھیں بنت عوف بن عبید۔ برہ کی ماں قلابہ تھیں بنت حارث بن مالک بن مباشہ۔ قلابہ کی ماں امیمہ تھیں بنت مالک بن غنم بن طبان۔ امیمہ کی ماں دب تھیں بنت تعلبہ بن اطارث بن تمیم بن سعد۔ دب کی ماں عاتکہ تھیں بنت غاضرہ بن فطبط بن چشم عاتکہ کی ماں لیلیٰ تھیں بنت عوف بن قسی (تصنیف)

o......وھب بن عبد مناف بن زھرہ (رسول اللہ ﷺ کے نانا تھے) کی والدہ قیلہ تھی۔ بنت ابی قیلہ بن غالب بن الحارث

قیلہ کی ماں سلمیٰ تھیں۔ بنت لوئی بن غالب بن فہر۔ سلمیٰ کی ماں ماویہ تھیں بنت کعب بن القین

o......ابی قیلہ بن غالب کی ماں سلافہ تھیں بنت وھب بن البکر۔ سلافہ کی ماں قیس کی بیٹی تھیں۔ اور قیس، ربیعہ کے بیٹے اور بنی ماذن میں سے تھے۔

Marfat.com

○......عبد مناف بن زھرہ کی ماں جمل تھیں بنت مال بن قضیہ

○......زھرہ بن کلاب کی ماں ام قصی تھیں جن کا نام فاطمہ تھا بنت سعد بن سیل بن جمالہ بن عوف

محمد بن السائب کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ مادری میں پانچ سو (۵۰۰) ماؤں کے نام اکٹھے کئے مگر ان میں سے کسی ایک کے متعلق میں نے کوئی ایسی بات نہ پائی جس کا تعلق رسومات جاھلیہ سے تھا۔

جعفر بن محمد اپنے والد محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میں فقط نکاح کا ثمر ہوں، آدم سے لے کر اب تک چلی آئی رسوم جاھلیت کے اثرات میرے اسلاف پر نہیں پڑے میں صرف طہارت کا ثمر ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کے آباؤ اجداد کا مادری سلسلہ نسب

○......عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم کی ماں فاطمہ تھیں بنت عمرو بن عائذ

فاطمہ کی ماں صخرہ تھیں بنت عبد بن عمران بن مخزوم۔ صخرہ کی ماں تخمر تھیں بنت عبد بن قصی

○......عبدالمطلب بن ھاشم کی ماں سلمٰی تھیں بنت عمرو بن زید (بنونجار)۔ سلمٰی کی ماں عمیرہ تھیں بنت عبدالاشل بن حارثہ بن دینار۔ سلمٰی کی ماں اثیلہ تھیں بنت زعور بن حرام بن جندب بن عامر

○......ھاشم بن عبد مناف کی ماں عاتکہ تھیں بنت مرہ بن بلال

عاتکہ کی ماں ماریہ تھیں۔

ماریہ کی ماں رقاش تھیں۔

Marfat.com

رقاش کی ماں کبشہ تھیں۔

o......عبد مناف بن قصی کی ماں حبی تھیں۔

جن کی ماں ہند تھیں۔

ہند کی ماں لیلیٰ تھیں۔

o......قصی بن کلاب کی ماں فاطمہ تھیں۔

فاطمہ کی ماں ظریفہ تھیں۔

ظریفہ کی ماں صخرہ تھیں۔

o......کلاب بن مرہ کی ماں ہندہ تھی بنت سریر بن ثعلبہ

ہندہ کی ماں امامہ تھیں

امامہ کی ماں اہندہ تھیں

o......مرہ بن کعب کی ماں فخشیہ تھیں۔

فخشیہ کی ماں وخشیہ تھیں۔

وخشیہ کی ماں ھادیہ تھیں۔

o......کعب بن لوئی کی ماں ماویہ تھیں۔

o......لوئی بن غالب کی ماں عاتکہ تھیں۔

عاتکہ کی ماں انیہ تھیں۔

انیہ کی ماں تماضر تھیں۔

تماضر کی ماں رہم تھیں۔

o......غالب بن فہر کی ماں لیلیٰ تھیں۔

لیلیٰ کی ماں عاتکہ تھیں۔

عاتکہ کی ماں زینب تھیں۔

o......فہر بن مالک کی ماں جندلہ تھیں۔

جندلہ کی ماں ہند تھیں۔

Marfat.com

o...... مالک بن النضر کی ماں عکرشعہ تھیں۔

o......نضر بن کنانہ کی ماں تبرہ تھیں۔

o...... کنانہ بن خزیمہ کی ماں عوانہ تھیں۔

عوانہ کی ماں وعدہ تھیں۔

o......خزیمہ بن مدرکہ کی ماں سلمٰی تھیں۔

o......مدرکہ بن الیاس کی ماں لیلیٰ تھیں۔

لیلیٰ کی ماں ضریہ تھیں۔

o......الیاس بن مضر کی ماں رباب تھیں۔

o......مضر بن نزار کی ماں سودہ تھیں۔

o......نزار بن معد کی ماں سلمٰی تھیں۔

o......معد بن عدنان کی ماں مہدہ تھیں۔

Marfat.com

ساتواں باب:

رسول اکرم ﷺ کی رضاعی والدہ

بی بی حلیمہ سعدیہ

اہل عرب میں دستور تھا کہ خوشحال اور آسودہ حال خاندان میں بیگمات اپنے بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ یوں رضاعت (شیر خواری) کے عرصہ میں بچے دیہات میں بجھوا دیئے جاتے۔ ایک اور دستور یہ تھا کہ شرفا اپنے بچوں کو شیر خواری کے زمانہ میں دیہات میں اس لئے بجھوا دیتے تھے کہ وہاں کی صاف و شفاف آب و ہوا میں ان کی نشو ونما ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اصلی عربی تمدن سے آشنا ہو جائیں۔

قریش کو اپنی زبان سے والہانہ محبت تھی۔ وہ اس میں کسی طرح کا اختلاف پسند نہیں کرتے تھے۔ اور پھر عربوں میں وہ شخص معزز نہیں سمجھا جاتا تھا۔ جو فصیح نہ ہو۔ چنانچہ قریش بچپن ہی سے اپنے بچوں کو فصیح و بلیغ عربی سکھانے کا اہتمام کرتے۔ مکہ میں یہ ممکن نہیں تھا کہ کوئی بچہ فصیح عربی کا عادی ہو جائے کیونکہ خانہ کعبہ کی موجودگی کی وجہ سے مختلف علاقوں سے ہزاروں لوگ یہاں آتے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت اور طواف کے لئے آنے والے زائرین یہاں کئی کئی روز قیام کرتے۔ مقامی اور غیر مقامی لوگوں کے

Marfat.com

درمیان گفتگو ہوتی چنانچہ یہاں کی عمومی زبان مخلوط عربی تھی۔اس میں کئی زبانوں کے مختلف الفاظ استعمال ہوتے۔ابلاغ کی حد تک تو یہ بات قابل قبول تھی لیکن قریش اپنی اصل زبان کو گھروں میں باہمی گفتگو میں اور شعروادب میں محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔مکہ کے مضافاتی دیہات اور قبائل میں خالص عربی زبان بولی جاتی تھی۔چنانچہ قریش نے کچھ قبائل منتخب کر رکھے تھے جن کی زبان فصیح عربی تسلیم کی جاتی تھی۔قریش ایام طفولیت میں ہی اپنے بچوں کو ان قبائل میں پرورش کے لئے بھیج دیتے تھے صحت افزا ماحول میں پرورش کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا تھا کہ بچپن ہی سے ان بچوں کے کانوں میں خالص عربی کے الفاظ پڑتے اور فصاحت ان کی گھٹی میں پڑ جاتی۔اس کے اثرات پوری زندگی مرتب ہوتے رہتے۔اسی پس منظر میں رسول رحمت ﷺ نے فرمایا تھا:

میں تم سب سے زیادہ شستہ اور صحیح عربی بولنے والا ہوں۔میں قریشی ہوں۔اور میں نے قبیلہ سعد بن بکر میں دودھ پیا ہے۔(فصاحت زبان میں اس کا اعلیٰ مقام تھا)

(سیرت ابن ھشام۔الروض الانف)

میں تم میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔اس لئے کہ میں قریشی ہوں اور میری زبان سعد بن بکر کی زبان ہے جو عرب کے فصحا مشہور ہیں۔(طبقات ابن سعد)۔

برتری کے زعم میں بھی خوشحال اور آسودہ اہل قریش کی بیگمات اپنے بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتی تھیں۔بلکہ اپنی کنیزوں یا دوسری خاندانی عورتوں سے دودھ پلاتی تھیں۔چنانچہ گود کے بچوں کو ابتدائی برسوں کے لئے ایسی عورتوں کے سپرد کر دیا جاتا تھا جو دیہی اخلاق واطوار کے اعتبار سے اعلیٰ قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔یوں رضاعت (شیرخواری) کا عرصہ یا مزید کچھ مدت تک یہ بچے دیہات میں رہتے۔یوں شہر کے بچے اس خالص عربی ماحول اور خوش خصائل و بلند اخلاق عورتوں کے دودھ سے صحت مندانہ نشوونما پاتے۔

رسول کریم ﷺ پیدا ہوئے تو بی بی آمنہؓ کو بنی سعد کی کسی عورت کا انتظار تھا۔قبیلہ بنوسعد بن بکر بن ھوازن، طائف کے قریب بودوباش رکھتا تھا۔وہاں کی آب وہوا نہایت صحت افزا تھی۔اس قبیلہ کے لوگ فصاحت و بلاغت میں مشہور تھے اور ان کی عورتوں میں

Marfat.com

بچوں کی پرورش اور نگہداشت کا خصوصی سلیقہ تھا۔ چنانچہ سیدہ آمنہؓ چاہتی تھیں کہ ان کا نور نظر بنوسعد کی کسی خاتون کی تحویل میں رہے۔

بنوسعد کی کچھ عورتیں مکہ مکرمہ میں ہر سال آتیں اور قریش کے شیر خوار بچوں کو لے جاتیں۔ وہ عموماً دو سال کی مدت رضاعت پوری کر کے بچوں کو واپس دے جاتیں۔ والدین اپنے مالی و سماجی مرتبہ کے مطابق ان عورتوں کو انعام و اکرام دے دیتے۔ جس سال رسول اکرم ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے، اس سال بنوسعد سے دس عورتیں مکہ میں آئیں جن میں ایک حلیمہ بنت ابوذویب بھی تھیں۔ (طبقات ابن سعد)

دودھ پلانے کی اجرت لینا عرب کی اکثر عورتوں کے نزدیک ناپسندیدہ بات تھی۔ لیکن اس سال قبیلہ بنوسعد خشک سالی کی وجہ سے قحط کا شکار تھا۔ چنانچہ اس مرتبہ کچھ ایسی عورتیں بھی رضاعت کے لئے بچے لینے پر آمادہ تھیں جو اس سے قبل اس عمل کو معیوب سمجھتی تھیں۔ حلیمہ سعدیہ بھی انہی میں شامل تھیں۔

حلیمہ سعدیہ (بنت ابی ذویب) کا بیان ہے کہ ان دنوں قلاشی اور تنگ دستی نے ہمارا برا حال کر رکھا تھا۔ فاقہ کشی کی وجہ سے میری چھاتیوں میں زیادہ دودھ نہیں ہوتا تھا۔ میرا اپنا بچہ بھوک سے بلکتا رہتا۔ یہاں تک کہ اس کے رونے اور بلکنے سے ہم دونوں میاں بیوی ساری رات آنکھوں میں کاٹ دیتے۔ ہماری اونٹنی بھی دودھ سے خالی تھی۔ چراگاہیں سوکھی پڑی تھیں ایسے میں چارہ بہت کم ملتا تھا۔ چنانچہ وہ اتنا کم دودھ دیتی کہ ہم میاں بیوی پیتے یا بچہ پیتا۔ قبیلے کی عورتیں بچے لینے کے لئے شہر جا رہی تھیں۔ میں نے اور حارث (شوہر) نے فیصلہ کیا کہ میں بھی دوسری عورتوں کے ساتھ شہر جاؤں اور کسی دولت مند گھرانے کا بچہ لے آؤں۔ اس کے ساتھ جو رقم یا اناج ملے گا اس سے ہمارے کچھ دن تو اچھے کٹ جائیں گے۔ چنانچہ اس امید میں ہم دونوں بھی شہر کو چل پڑے۔

حلیمہ کا کہنا ہے کہ ہماری اونٹنی اس قدر نحیف و نزار تھی کہ مکہ تک بہت سست روی سے پہنچی۔ اونٹنی کی سست رفتاری کی وجہ سے ہم دونوں دوسرے لوگوں سے پیچھے رہ گئے۔ بقیہ عورتیں ہم سے پہلے مکہ میں آ گئیں اور پھر جلدی سے شہر میں گھوم پھر کر نومولود حاصل کر

Marfat.com

لئے۔ وہ عورتیں سیدہ آمنہؓ کے گھر بھی گئیں لیکن ان کے یتیم بچے کو قبول نہ کیا کہ بیوہ ماں بھلا ہمیں کیا دیں گی۔

حلیمہ سعدیہ چونکہ دیر سے مکہ پہنچی تھیں اس لئے اسے کسی امیر گھرانے کا بچہ نہ مل سکا۔ سیدہ آمنہؓ کا گھرانہ اگرچہ سردار قریش کا گھر تھا لیکن بچے کا باپ زندہ نہیں تھا۔ چنانچہ بنوسعد کی عورتوں کا خیال تھا کہ اس یتیم بچے کا دادا ہمیں معقول معاوضہ اور انعام نہیں دے گا۔ حلیمہ بھی سیدہ آمنہؓ کے گھر گئیں لیکن صورت حال جان کر واپس آ گئیں۔ قبیلہ کی عورتیں بچے لے کر اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئیں۔ حلیمہ نے اپنے شوہر سے کہا۔

میری ساتھ والیاں تو چلی گئیں۔ شہر میں لینے کے لئے ایک یتیم بچے کے سوا کوئی نہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ ہم اسے لے لیں۔ مجھے تو برا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لئے بغیر واپس چلے جائیں۔

شوہر نے جواب دیا۔

اسی کو لے لے۔ شائد اللہ اس میں ہمارے لئے کوئی بہتری پیدا کر دے۔

چنانچہ حلیمہ واپس سیدہ آمنہؓ کے ہاں گئیں۔ اور کہا کہ میں رضاعت کے لئے آپ کا بچہ لینے کو تیار ہوں۔ سیدہ آمنہؓ نے حضور ﷺ کو اس کے حوالے کر دیا۔ یوں حلیمہ بھی خالی ہاتھ نہ رہیں اور بی بی آمنہؓ کی بھی اپنی سہیلیوں میں آنکھ نیچی نہ ہوئی۔ سیدہ آمنہؓ نے کہا...... مہربان اور شریف دائی۔ اس بچے پہ خصوصی توجہ دینا یہ بہت بابرکت ہے۔ اس کی ولادت کے وقت حیرت انگیز واقعات ہوئے ہیں۔ مجھ سے مسلسل تین رات کہا گیا کہ اپنے بچے کو پہلے قبیلہ بنی سعد بن بکر اور اس کے بعد آل ذویب میں دودھ پلوانا۔

حلیمہ نے کہا...... بی بی یہ جو بچہ میری گود میں ہے۔ اس کا باپ ابوذویب ہی میرا شوہر ہے۔

سیدہ آمنہؓ مطمئن ہو گئیں اور اپنے بچے کو اللہ کی امان میں دیتے ہوئے حلیمہ کو رخصت کر دیا۔

حلیمہ بیان کرتی ہیں کہ میں جس وقت سیدہ آمنہؓ کے ہاں پہنچی اس وقت آپ ﷺ

Marfat.com

سو رہے تھے۔ میں نے سیدہ کی اجازت سے بچے کو گود میں لینے کے لئے جو دیکھا تو آپ کی خوبصورتی کو دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ میں نے آپ ﷺ کو اٹھانے کے لئے جو ہاتھ لگایا تو آپ نے تبسم فرماتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ ان سے ایک نور برآمد ہوا جو آسمان تک جا رہا تھا۔ میں نے آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور آپ کو گود میں لے کر شاداں و فرحاں اپنی اقامت گاہ پر پہنچی۔

اونٹنی پر ضرورت کا سامان اور کجاوہ رکھا۔ حلیمہ رسول اللہ ﷺ کو گود میں لے کر بیٹھیں۔ ان کے آگے حارث بیٹھے۔ چلے تو اونٹنی برق رفتار ہوگئی۔ ساتھ والیاں ابھی وادی المرر میں پہنچی تھیں کہ ان کی اونٹنی بھی قافلہ کے برابر پہنچ گئی۔ قبیلہ والوں نے حیرت سے دیکھ کر کہا۔ ارے یہ وہی اونٹنی ہے؟

ان عورتوں نے حلیمہ سے پوچھا

کیا کیا؟

جواب دیا۔ خدا کی قسم جتنے بچے میں نے دیکھے ان سب میں بہترین اور برکت والا بچہ میں نے لے لیا۔

کون......؟ وہ عبدالمطلب کا پوتا؟

حلیمہ نے کہا ہاں

اونہہ......اس یتیم کی ماں تمہیں کیا دے گی، ایک عورت نے کہا۔

اب جو بھی ہو......حلیمہ نے بے نیازی سے کہا۔

حلیمہ کہتی ہیں۔ ہم نے اس منزل سے کوچ بھی نہ کیا تھا کہ بعض عورتوں میں حسد ظاہر ہونے لگا۔ اسی لئے سیدہ آمنہؓ نے بچے کی ہر طرح کے شر سے محفوظ رکھنے کی دعا خصوصی طور پر کی تھی۔

محمد بن عمر کہتے ہیں بعض لوگوں نے حلیمہ سے روایت کیا ہے کہ جب حلیمہ، رسول اللہ ﷺ کو لے کر رخصت ہوئیں تو آمنہؓ بنت وھب نے کہا۔ جسم پر جو مصائب گزرتے ہیں، جو برائی وخرابی ہوتی ہے۔ جو آفات وامراض پیش آتے ہیں۔ ان سب سے بچے کو خدائے

Marfat.com

ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں اوراس کے لئے خدا سے پناہ مانگتی ہوں۔ میں اس وقت تک کے لئے اس کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں کہ اسے حلال معاملے کا کرنے والا اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرنے والا دیکھوں اور صرف غلاموں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ یہ بھی دیکھوں کہ وہ دوسرے ادنی درجہ کے لوگوں کے ساتھ بھی نیکیاں کر رہا ہے۔

ہر ماں اپنے بچے کو شر اور برائی سے محفوظ رہنے کی دعا دیتی ہے۔ لیکن آمنہؓ بنت وھب ایک شاعرہ بھی تھیں چنانچہ ان کی دعا میں ایک شاعرانہ لطافت پائی جاتی ہے۔ پھر وہ دین ابراہیمی کی پیروکار تھیں چنانچہ ان کی دعا میں بچے کے لئے اخلاق حسنہ کی خواہش جھلکتی ہے۔ بلاشبہ آمنہؓ بنت وھب دنیا کی عظیم ماؤں میں شامل ہیں۔ اس لئے کہ اپنے بچے کی صحت وسلامتی کی دعا تو ہر ماں مانگتی ہے۔ دنیا میں نیکی اور بدی کا امتیاز ہونے کے بعد بچے کے نیک ہونے کی دعا بھی ہر ماں مانگتی ہے۔ لیکن جس طرح کا نیک ہونے کی دعا بی بی آمنہؓ کے اشعار میں ملتی ہے۔ وہ ان کے دور میں یقیناً خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ سیدہ آمنہؓ کے زمانہ کا سماج کنیزوں، لونڈیوں اور غلاموں کے بغیر ادھورا تھا۔ غلاموں کا کوئی استحقاق نہیں ہوتا تھا انہیں مارنا پیٹنا، ان سے انسانیت سوز سلوک کرنا، بھوکا رکھنا، زیادہ سے زیادہ مشقت لینا اور کم سے کم کھانے کو دینا، سب کا معمول تھا۔ غلاموں کے ساتھ ایسے سلوک کو ظلم تو کیا معیوب بھی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ ایسے زمانہ میں یعنی دور جاہلیت میں یہ خواہش کرنا کہ اس کا بیٹا بڑا ہو کر غلاموں اور ادنی درجہ کے لوگوں سے حسن سلوک کرے۔ کسی عظیم شخصیت کی عظیم ماں ہی کر سکتی ہے۔

سہیلی نے ''الروض الانف'' میں لکھا ہے کہ سیدہ حلیمہ سعدیہ اپنے قبیلہ میں عالی ظرف مانی جاتی تھیں۔ ان کی بلندی فطرت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے رسول مقبولﷺ کی رضاعت کے لئے اسی طرح منتخب کیا جس طرح آپﷺ کی ولادت کے لئے شریف ترین اصلاب اور پاکیزہ ترین ارحام کو منتخب فرمایا تھا۔

دودھ پلانا بھی نسب کا درجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ طبائع میں تبدیلی پیدا کرنے کا موجب ہے۔ آج بھی شریر اور بدقماش فرد کے لئے کہا جاتا ہے کہ نہ جانے اس نے کس

Marfat.com

عورت کا دودھ پیا ہے۔ حضور ﷺ نے بی بی حلیمہ سے پہلے کچھ دن ابولہب کی کنیز ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔ روایت ہے کہ ابولہب کو ثوبیہ نے آپ ﷺ کی ولادت کی خوش خبری سنائی تو اس نے بھتیجے کی پیدائش کی خوشی میں اسے آزاد کر دیا تھا۔ چونکہ دودھ پلانا بھی نسب کا حکم رکھتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے کنیز ثوبیہ کی جگہ آزاد ثوبیہ کا انتظام فرما دیا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے۔ سرکار دو عالم نے فرمایا۔

اپنے بچوں کو احمق عورتوں کا دودھ نہ پلواؤ کیونکہ دودھ پلانے والی کا دودھ اثر انداز ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے وجود مسعود کی برکات دیکھئے کہ جیسے ہی حلیمہ نے آپ کو گود لیا۔ اس پر برکتوں اور رحمتوں کی بارش ہونے لگی۔ ظاہر ہے جس کو گود لیا تھا وہ تو دنیا میں برکتوں اور نعمتوں کو تقسیم کرنے ہی کے لیے آیا تھا

''میں ہی ابوالقاسم ہوں کہ تمہارے درمیان خدا کی نعمتیں تقسیم کرتا ہوں۔''

پہلے تو اس نحیف اور فاقہ زدہ خاتون میں توانائیاں پیدا ہوئیں۔ وہ جو اپنے دودھ سے اپنے بچے کا پیٹ نہ بھر سکتی تھی۔ جب آپ کو لیکر اپنی عارضی اقامت گاہ پر گئیں تو ان کی چھاتیاں دودھ سے بھر گئیں۔ اس قدر دودھ تھا کہ آپؐ نے اور آپ کے رضاعی بھائی نے خوب سیر ہو کر پیا اور آسودہ ہو کر سو گئے حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ آپ کی برکتوں سے اس رات ہماری اونٹنی نے بھی اس قدر دودھ دیا کہ ہم میاں بیوی نے خوب پیٹ بھر کر پیا اور بڑے آرام سے رات گزری۔ صبح کو میرا شوہر کہنے لگا۔ حلیمہ واللہ میں دیکھتا ہوں جس وقت سے یہ بچہ ہمارے پاس آیا ہے ہماری سختی کشائش میں بدل گئی ہے۔ تم تو کہیں سے برکت و رحمت کا مجسمہ لے آئی ہو۔ حلیمہ نے کہا واقعی یہ کوئی فرشتہ رحمت ہے۔ اس کی ماں نے مجھے ایسی ہی باتیں بتائی ہیں۔

بی بی حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں کہ جب ہم بنو سعد میں پہنچے تو حالات تیزی سے تبدیل ہونا شروع ہو گئے۔ بنو سعد کی سرزمین پہ ابھی قحط کے اثرات تو تھے لیکن حیرت کی بات ہے کہ جب میری بکریاں شام کو چراگاہ سے واپس آئیں تو ان کے پیٹ بسیار خوری سے

Marfat.com

پھولے ہوئے اور تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ جبکہ دوسروں کی بکریاں بھوکی واپس آئیں۔ اس لئے کہ ابھی بارش نہیں ہوئی تھی اور جنگل سوکھے ہوئے تھے۔ روزانہ ایسا ہوتا میری بکریوں کی حالت دیکھ کر دوسرے لوگوں نے چرواہوں سے کہا کہ تم بھی اپنی بکریاں اسی جگہ چرایا کرو جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں۔ ایسا ہی کیا گیا لیکن نتیجہ میں کوئی فرق نہ آیا۔ میری بکریاں پیٹ بھری آتیں۔ ان کے تھن دودھ سے لٹکے ہوتے تھے۔ جب کہ دوسروں کی بکریاں بھوکی واپس آتیں اور ان کے تھن دودھ سے خالی ہوتے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح ہمیں خیر و برکت دکھاتا رہا اور ہم اس کی خیر و برکت کا مشاہدہ کرتے رہے۔

(ابن ہشام جلد اول۔ تاریخ اسلام ذہبی جلد اول)

ایک مرتبہ حلیمہ نے اس خیر و برکت کا ذکر قبیلہ کی دوسری عورتوں سے بھی کیا کہ اس بچہ کے فیوض و برکات سے ہم اس قدر بہرہ مند ہو رہے ہیں جن کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ سب سے بڑھ کر یہ خیر و برکت اس طرح ہمارے شامل حال ہے کہ میں اپنے بیٹے عبداللہ کی رضاعت سے بھی قاصر تھی۔ وہ میری چھاتیوں میں دودھ نہ ہونے سے روتے روتے بدحال ہو جاتا تھا اس نے ہمارے لئے دن کا چین اور رات کی نیند حرام کر رکھی تھی۔ خود اپنی بھوک کی وجہ سے ہماری ساری رات آنکھوں میں کٹتی تھی۔ لیکن اب یہ دونوں بھائی خوب سیر شکم ہو کر سوتے ہیں اور میری چھاتیوں میں اتنا دودھ ہوتا ہے کہ اگر کوئی تیسرا بچہ بھی ہو تو وہ بھی سیر شکم ہو جائے۔

متعدد روایات میں حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ آپؐ کی نشوونما بہت تیزی سے ہوئی۔ آپؐ کی نشوونما ایک ہفتہ میں اتنی ہوئی جتنی عام بچوں کی ایک ماہ میں ہوتی ہے۔ آپؐ ایک مہینے میں اتنا بڑھے جتنا دوسرے بچے ایک سال میں بڑھتے ہیں۔

(نہایۃ الادب۔ عیون الاثر۔ تاریخ اسلام ذہبی)

حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ صرف دائیں پستان سے دودھ پیتے۔ جب میں بایاں پستان آگے کرتی تو آپ منہ ہٹا لیتے۔ مجھے اس پر حیرت ہوتی۔ لیکن بعد میں مجھے اندازہ ہوا کہ آپ دوسرے پستان کا دودھ اپنے رضاعی بھائی کے

Marfat.com

لئے چھوڑ دیتے تھے۔ حلیمہ کو اس وقت کیا معلوم تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر قناعت کا پیکر، مساوات کا علمبردار اور عدل وانصاف کا معلم ہوگا۔

گود کے بچوں کے معمولات کے برعکس آپ نے کبھی کپڑوں میں پیشاب اور پاخانہ نہ کیا۔ ہمیشہ مقررہ وقت پر رفع حاجت کرتے۔ اگر کبھی برہنہ ہوتے تو رونے لگتے۔ حلیمہ کا کہنا ہے کہ میں فوراً انہیں ڈھک دیتی اگر میری طرف سے آپ کی ستر پوشی میں کبھی تاخیر ہوتی تو غیب سے کوئی ہاتھ آپ ﷺ کی برہنگی کو ڈھانپ دیتا۔ جب آپ پیروں پہ چلنے لگے تو لڑکوں کو کھیلتے دیکھ کر ان سے دور رہتے۔

جب آپ کچھ بڑے ہوئے اور منہ میں نوالہ لینے لگے تو آپ کی یہ خواہش ہوتی کہ جو کچھ مجھے ملا ہے وہ ہی میرے دودھ شریک بھائی عبداللہ بن حارث کو ملے۔ بچے عام طور پر روتے اور ضد کرتے ہیں کہ جو کچھ مجھے ملا ہے وہ میرے علاوہ کسی اور کو نہ ملے۔ لیکن آپ اس لئے روتے تھے کہ جو چیز مجھے ملی ہے وہ میرے رضاعی بھائی بہنوں کو کیوں نہیں ملی۔ آپ کا ایک رضاعی بھائی عبداللہ بن حارث اور دو رضاعی بہنیں انیسہ بنت حارث اور خدافہ بنت حارث تھیں۔ خدافہ، شیما کے لقب سے مشہور ہوئی۔

دو سال کا عرصہ رضاعت پورا ہوا تو بی بی حلیمہ نے آپ کا دودھ چھڑایا اور آپ کو لے کر مکہ مکرمہ آئیں۔ بظاہر وہ حضور ﷺ کو والدہ کے پاس پہنچانے آئی تھیں لیکن حقیقتاً وہ ایسا نہیں چاہتی تھیں۔ دراصل بی بی حلیمہ اور ان کے گھر والوں کو آپ ؐ سے غیر معمولی انس اور پیار ہو چکا تھا۔ حلیمہ نے سیدہ آمنہ ؓ سے درخواست کی کہ اس بچے کو مزید کچھ عرصہ میرے پاس رہنے کی اجازت دے دیں۔ حلیمہ نے عذر پیش کیا کہ مکہ میں آجکل وبا پھیلی ہوئی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی صحت پر برا اثر پڑے گا۔ جب یہ بچہ ذرا بڑا ہو جائے گا تو پھر اس بات کا خدشہ نہیں رہے گا۔

حلیمہ سعدیہ کا کہنا ہے کہ پہلے تو سیدہ آمنہ ؓ نے میری درخواست مسترد کر دی۔ وہ اپنے نور نظر کو خود سے مزید جدا نہیں رکھنا چاہتی تھیں لیکن پھر میری منت سماجت اور بچے کی صحت کی خاطر مان گئیں اور محمد ﷺ کو میرے ہمراہ جانے کی اجازت دے دی۔

Marfat.com

بی بی حلیمہ آپ کو لے کر واپس بنو سعد میں آ گئیں۔ انہوں نے آپ کی پرورش مزید دو برس تک کی۔ آنحضرت جب چار سال کے تھے تو اپنے رضاعی بھائی بہنوں کے ساتھ بستی سے باہر نکل جاتے۔ ایک روز آپ اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ بکریاں چرانے کے لئے جنگل میں گئے ہوئے تھے کہ آپ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا گھر آیا۔ اس نے بتایا کہ سفید لباس میں دو آدمی آئے ہیں۔ انہوں نے ہمارے قریشی بھائی کو زمین پر لٹا کر اس کا شکم چاک کر دیا ہے یہ روح فرسا خبر سن کر حلیمہ اور ان کا شوہر جنگل کو دوڑے۔ لیکن وہاں جا کر دیکھا کہ آپ ﷺ صحیح سلامت اور خوش و خرم ہیں۔ حلیمہ نے فوراً آپ کو سینے سے لگایا۔ آپ کے رضاعی باپ نے آپ کو پیار کیا اور گھر لے آئے۔ پوچھا بیٹا کیا ہوا تھا؟

آپ نے جواب دیا کہ دو آدمی سفید کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس آئے۔ مجھے لٹا کر میرا سینہ چاک کیا اور کوئی سیاہ چیز نکال کر پھینک دی۔ پھر میرے سینہ کو ٹھیک کیا اور چلے گئے۔ معلوم نہیں انہیں کس چیز کی تلاش تھی۔ مجھے کچھ تکلیف نہیں ہوئی بلکہ ٹھنڈک سی محسوس ہوئی اور اب تک ہو رہی ہے۔ (سیرت ابن ہشام۔ سیرت ابن کثیر۔ طبقات ابن سعد۔ مسند احمد۔ مجمع الزوائد۔ دلائل النبوۃ۔ البدایہ والنہایہ)

سیرت ابن ھشام میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کے سوال پر رسول اکرم ﷺ نے اپنی ابتدا اور شق صدر کا ذکر اس طرح کیا۔

''میں اپنے جد امجد حضرت ابراہیمؑ اور اپنے بھائی حضرت عیسیٰؑ کی بشارت ہوں۔ جب میری ذات بصورت امانت میری والدہ کے سپرد ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ ان سے ایک نور خارج ہوا جس کی روشنی میں انہوں نے محلات شام دیکھ لئے...... میری پرورش قبیلہ بنو سعد بن بکر میں ہوئی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ گھروں کے پچھواڑے بکریاں چرا رہا تھا کہ اتنے میں دو آدمی آئے۔ انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ ان کے پاس ایک طشت زریں تھا جس میں برف بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھے پکڑ کر پیٹ چاک کیا دل نکال کر چیرا اور اس میں سے سودائے قلب کو نکال کر پرے پھینکا۔ پھر دل اور پیٹ کو اس برف سے دھو دیا۔ پھر ایک نے کہا انہیں دس امتیوں کے

Marfat.com

ساتھ تولو۔ جب تولا تو میرا پلڑا بھاری رہا۔اس نے پھر کہا کہ سوامتیوں کے ساتھ تولو۔ جب تولا تو پھر بھی میرا پلڑا بھاری رہا پہلے نے کہا رہنے دو۔ اگر انہیں پوری امت کے ساتھ بھی تولو گے تو پھر بھی ان کا پلڑا بھاری نکلے گا۔ (ابن ھشام۔۱/۱۶۶)

بی بی حلیمہ خوف زدہ ہوگئیں۔آپ کو لے کر بی بی آمنہؓ کے پاس آئی اور واقعہ سنا کر کہا......ہم اس بچے کو یوں ہی واپس نہیں کر رہے۔اپنی ناک کٹا کر واپس کرنے پر مجبور ہیں......مطلب یہ کہ اس طرح بچے کو واپس کرنا ہمارے لئے باعث بدنامی ہے۔لوگ کہیں گے کہ ہم بچے کی حفاظت بھی نہ کر سکے۔طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ حلیمہ لوٹتے ہوئے آنحضرت کو پھر لیتی آئیں۔دراصل سیدہ آمنہؓ نے ان کی تشفی کرادی تھی۔سیرت ابن ھشام میں درج ہے۔سیدہ آمنہؓ نے فرمایا:

حلیمہ تو میرے بیٹے کی قدر و منزلت کا ادراک نہیں کر سکتی۔قدرت اس کی نگہبان ہے اس لئے کوئی ناپسندیدہ قوت اس کا بال بیکا نہیں کر سکتی۔دل سے ہر قسم کا خوف وخطرہ نکال دے اور مطمئن اور خوش وخرم واپس جا۔

مذکورہ واقعہ یعنی شق صدر کے بعد بھی آپ ایک سال تک بنو سعد میں رہے۔لیکن اب حلیمہ انہیں کہیں دور نہیں جانے دیتی تھیں۔طبقات ابن سعد کے مطابق کچھ دن گزرے تھے کہ حلیمہ نے دیکھا کہ ایک بادل آنحضرتؐ پر سایہ ڈالے ہوئے ہے۔جب آپ ٹھہر جاتے ہیں تو وہ بھی ٹھہر جاتا ہے اور چلتے ہیں تو وہ بھی چلتا ہے۔حلیمہ کا خوف پھر سے عود کر آیا۔

اسحاق بن عبداللہ سے روایت ہے کہ کچھ دن گزرے تھے کہ حلیمہ کے پاس چند یہودیوں کا گزر ہوا۔ان سے حلیمہ نے کہا......

میرے اس بچے کی نسبت مجھے بتاؤ۔ یہ پیٹ میں رہا،اس طرح پیدا ہوا اور میں نے یہ یہ کچھ اس کی نسبت سے دیکھا۔جو کچھ آنحضرت کی والدہ سے سنا تھا وہ سب باتیں بھی بتائیں۔

ان میں سے ایک یہودی نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

Marfat.com

اسے قتل کر ڈالو

دوسرے نے پوچھا: کیا یہ یتیم ہے؟

حلیمہ نے کہا..... نہیں یہ (اپنے شوہر کی طرف اشارہ کر کے) اس کا باپ ہے اور میں اس کی ماں ہوں۔

سب نے کہا

اگر یہ بچہ یتیم ہوتا تو ہم اس کو قتل کر ڈالتے۔ کیونکہ اس میں وہ تمام نشانیاں ہیں جو سرزمین عرب میں انقلاب لانے والے نبی کی ہیں۔ وہ یہاں سے تمام مذاہب کو ختم اور بتوں کی پوجا بند کرا دے گا۔ حلیمہ کو تشویش ہوئی کہ کہیں اس کو کوئی یہودی نقصان نہ پہنچا دے۔ وہ آپ کو بی بی آمنہؓ کے پاس واپس لے آئی۔

علامات نبوت اور یہود کے حسد کے بارے میں اسی بات کا تذکرہ ذرا مختلف واقعہ کے ساتھ درج ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حلیمہ چونکہ آپ کو ایک بے مثل شخصیت کے طور پر پہچان چکی تھی۔ اس لئے ایک دفعہ اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ دوسروں پر بھی آپ کی عظمت آشکار کرے۔ وہ سوق عکاظ (عکاظ کے میلے) میں آئی ہوئی تھی۔ یہ عربوں کا بین القبائلی میلہ تھا۔ جس میں لوگ دور دور سے شرکت کے لئے آتے تھے۔

دستور کے مطابق ہر شعبہ اور طبقہ کے لوگ یہاں آ کر اپنے فن کا مظاہرہ کرتے۔ شاعروں میں قصیدہ خوانی کے مقابلے ہوتے، کشتیاں لڑی جاتیں۔ تیر اندازی کے مقابلے ہوتے، کاہنوں اور نجومیوں کی بھی بھرمار ہوتی۔ ایک کاھن اپنے فن میں بہت طاق تھا۔ لوگ اپنے بچے اس کے پاس لے جاتے اور ان کے بارے میں پیش گوئیاں کراتے۔

حلیمہ بھی حضور ﷺ کو وہاں لے گئی۔ جونہی اس کی نظر آپ کے رخ زیبا پر پڑی۔ اس پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا۔ چہرے پہ نور نبوت دیکھا تو تجسس بڑھ گیا۔ شانے سے کپڑا اٹھا کر ''مہر نبوت'' دیکھی تو سراسیمہ ہو گیا۔ حلیمہ سے دیگر باتیں پوچھیں تو جان گیا یہ بنی اسرائیل کے عام انبیا کی طرح نہیں بلکہ نبی آخر الزمان ہو گا جو پہلی شریعتیں منسوخ کر کے اپنی شریعت نافذ کرے گا اور پھر یہودیوں کی عافیت نہیں۔ کاھن ہذیانی انداز میں چیخنے لگا۔

Marfat.com

اے بنو ہذیل، اے قریش۔ اس بچے کو قتل کر دو۔ یہ تمہارے دین اور دستور کا دشمن ہو گا۔ تمہارے معبودوں کی تکذیب کرے گا۔ تمہارے بتوں کو توڑ دے گا۔ تمہاری اور تمہارے دین کی عافیت اسی میں ہے کہ اسے ابھی سے قتل کر دو۔

حلیمہ اس غیر متوقع صورت حال سے پریشان ہو گئی۔ کاھن بدحواسی کے ساتھ دوسرے کاہنوں کو بلانے اور شور مچانے میں مصروف تھا۔ حلیمہ نے موقعہ غنیمت سمجھا اور بچے کو اٹھا کر اپنے خیموں کی طرف نکل گئی۔ لوگ کاھن کے گرد اکٹھے ہو گئے اور اس سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے۔ وہ چیخ رہا تھا اس بچے کو قتل کر دو یا اپنی موت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ انہوں نے پوچھا کون سا بچہ؟ یہاں تو کوئی نہیں ہے۔ حلیمہ وہاں سے جا چکی تھی۔ اب حلیمہ نے عافیت اسی میں محسوس کی کہ بچے کو اس کے خانوادے میں پہنچا دے۔

ابو عبداللہ محمد بن یعلی الازدی روایت کرتے ہیں کہ حلیمہ سعدیہ ؓ حضور ﷺ کے زمانہ پرورش میں آپ کو ان دعائیہ کلمات کے ساتھ لوری دیتی تھی۔

اے باری تعالیٰ۔ اگر تو نے (ہمیں) یہ نعمت عظمیٰ عطا کی ہے تو اسے بقا اور سلامتی بھی عطا فرما دے۔ اسے انتہائی بلندی کے مقام تک پہنچا اور اسے منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے حالات کی موافقت بھی عطا فرما اور دشمنوں کے تمام حیلوں کو اسی کے توسل سے کالعدم فرما دے۔ (الخصائص الکبری)

اسی طرح حضور ﷺ کی رضاعی بہن شیما آپ کو ایام رضاعت میں جو لوری دیتی تھی اس کے الفاظ احمد زینی دحلان نے یوں نقل کئے ہیں۔

اے ہمارے رب! محمد ﷺ کو ہماری خاطر بقا اور سلامتی عطا فرما حتی کہ میں آپ کو جوان اور تن آور دیکھوں۔ پھر میں آپ کو قوم کے ایسے سردار کے روپ میں دیکھوں کہ سب لوگ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہوں۔ اور اے رب ان کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل و رسوا کر دے اور انہیں وہ جاہ و مرتبہ عطا کر جو ابدلآباد تک قائم رہے۔ (السیرۃ النبویہ)

مکہ شہر پہنچنے پر وہ آپ ﷺ کو گم کر بیٹھیں لیکن حضرت عبدالمطلب نے آپ کو تلاش

Marfat.com

کروالیا۔ ایک روایت ہے کہ ورقہ بن نوفل آپ ﷺ کو تلاش کر کے لائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ حلیمہ آپ ﷺ کو پانچ سال کی عمر میں اپنی والدہ کے پاس چھوڑ گئیں۔ زیادہ روایات میں ہے کہ چار سال کی عمر میں آپ والدہ کی گود میں آگئے تھے۔

رسول اکرم ﷺ نے زندگی بھر اپنے رضاعی والدین اور بہن بھائیوں سے حسن سلوک برقرار رکھا۔ حلیمہ سعدیہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے پاس مکہ میں آئیں۔ آپ بی بی خدیجہؓ سے نکاح کر چکے تھے۔ حلیمہ نے آنحضرت ﷺ سے خشک سالی، گرانی اور مویشیوں کے ہلاک ہو جانے کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ سے اس بارے میں بات کی۔ انہوں نے حلیمہ کو چالیس بکریاں دیں اور سواری کے لئے ایک اونٹ دیا جو سامان و متاع سے لدا ہوا تھا۔ حلیمہ یہ سب کچھ لے کر اپنے خاندان میں واپس آگئیں۔

محمد بن المنکدر کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دفعہ ایک عورت آئی جس نے آپ کو اپنا دودھ پلایا تھا۔ جب یہ خاتون سامنے آئی تو آپ پزیرائی کے لئے اٹھے۔ میری ماں...... میری ماں کہہ کر اپنی چادر لے کر ان کے لئے بچھائی جس پر وہ بیٹھی۔ عمر بن سعد کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے احترام کے ساتھ اس خاتون کے سینے پر ہاتھ رکھا اور جو ضرورت ان کی تھی پوری کر دی۔

غزوہ حنین میں دشمن تو شکست کھا کر بھاگ گیا لیکن وہ مال مویشی اور سامان جو اپنے ساتھ لایا تھا وہ آپ کی پیش گوئی کے مطابق مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ قیدیوں میں آپ کی رضاعی بہن اور حلیمہ سعدیہ کی بیٹی شیما بنت حارث بھی تھیں۔ جب انہیں سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔ آپ نے اسے ایک علامت سے پہچان لیا۔ اس کی بڑی عزت افزائی کی۔ اپنی چادر مبارک بچھا کر اسے بٹھایا اور احسان فرماتے ہوئے ان کی قوم میں واپس کر دیا۔ وہ مسلمان ہوگئیں۔ آپ نے چلتے وقت انہیں کچھ اونٹ اور بکریاں اور تین غلام اور ایک لونڈی عطا فرمائی۔ (اصابہ جلد ۴)

غزوہ طائف دراصل غزوہ حنین کا تسلسل تھا۔ کیونکہ ثقیف اور ہوازن کے کئی ہزار

Marfat.com

شکست خوردہ افراد اپنے سپریم کمانڈر کے ساتھ بھاگ کر طائف میں قلعہ بند ہو گئے تھے۔ کئی دن کے محاصرہ کے بعد واپسی کا فیصلہ ہوا۔آپ پانچ ذی قعدہ سن آٹھ ہجری میں جعرانہ تشریف لائے۔ یہاں تمام مال غنیمت محفوظ تھا۔آپ یہاں دس بارہ روز ٹھہرے۔اس تاخیر کا مقصد یہ تھا کہ شائد ھوازن کا وفد تائب ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔اور اس نے جو کھویا ہے سب لے جائے۔لیکن جب یہ لوگ نہ آئے تو آپ نے مال غنیمت تقسیم کر دیا۔

تقسیم غنائم کے بعد ھوازن کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس میں نو آدمی تھے۔ یہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ان میں آپ کا رضاعی چچا ابو برقان بھی تھا۔وفد نے مال وسامان اور قیدیوں کی واپسی کی درخواست کی۔رسول اللہ ﷺ کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔وفد نے اس انداز سے بات کی کہ آپ پر رقت طاری ہوگئی۔اس قبیلہ کے خطیب زہیر بن صرد نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

یارسول اللہ ﷺ! آپ نے جنہیں قید فرمایا ہے۔ان میں آپ کی مائیں اور بہنیں ہیں۔پھوپھیاں اور خالائیں ہیں۔انہوں نے آپ کو گود میں کھلایا تھا اور یہ ان کی کتنی بڑی خوش نصیبی ہے کہ انہوں نے آپ کو گود کھلایا۔ایسے خوش نصیب آج کیسے محروم ہو سکتے ہیں؟

زہری، عبداللہ بن جعفر اور ابن سبرہ وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ اس وفد میں آپ کے رضاعی چچا (طبقات ابن سعد میں نام ابوثروان لکھا ہے) نے کہا۔

ان خطیروں میں وہ ہیں جنہوں نے آپ کی کفالت کی تھی۔آپ کی چچی ہیں خالائیں ہیں دائیاں ہیں۔ہم اپنی آغوش میں آپ کو پالتے رہے ہیں۔اپنی چھاتیوں سے آپ کو دودھ پلاتے رہے ہیں۔میں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا ہے،کوئی دودھ پیتا بچہ آپ سے اچھا نہیں دیکھا۔آپ کو دودھ چھوڑتے دیکھا ہے کہ کوئی دودھ چھڑایا بچہ آپ سے اچھا نہیں دیکھا۔آپ کو جوان دیکھا کہ کوئی جوان آپ سے اچھا نہیں دیکھا۔نیک عادتیں آپ میں کمال کو پہنچ چکی ہیں۔ان سب باتوں کے باوجود آپ کی جڑ بنیاد ہم ہیں آپ کے خاندان کے لوگ ہم ہیں۔ہم پر احسان کیجئے،اللہ آپ پر احسان کرے گا۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم لوگوں نے اتنی سستی اور دیر کی کہ میں نے گمان کیا اب تم لوگ نہ آؤ گے۔ (اس وقت تک رسول اللہ ﷺ لڑائی میں ہاتھ آنے والے لونڈی غلام تقسیم کر چکے تھے۔ مال کے بھی حصے لگ چکے تھے۔)

زہیر بن صرد نے کہا...... یا رسول اللہ ﷺ جس مصیبت میں ہم مبتلا ہیں وہ آپ پر پوشیدہ نہیں۔ ہم لوگ آپ کے اور آپ کا خاندان ہیں۔ اگر ہم حارث بن ابی شمر (بادشاہ غسان) یا نعمان (بادشاہ حیرہ) سے یہی سلوک اختیار کئے ہوتے اور جو مرتبہ آپ کا ہے ہم میں یہی محل و مقام ان کو حاصل ہوتا تو ہم ان کی رحمت و شفقت کے بھی امیدوار ہوتے۔ آپ تو بہترین کفیل ہیں۔

رسول اللہ نے فرمایا

سب سے اچھی بات وہی ہے جو سچائی میں سب سے اچھی ہو۔ مسلمانوں میں جو میرے پاس ہیں انہیں تم دیکھ رہے ہو۔ اب بتاؤ تمہیں اپنی عورتیں اور اولاد زیادہ محبوب ہیں یا مال و متاع۔

وفد نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ نسب و مال دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے کی آپ نے ہمیں اجازت دی ہے۔ ہم تو نسب کے برابر کسی چیز کو نہیں سمجھتے۔ آپ ہمارے بال بچے واپس کر دیجئے۔

رسول اللہ نے ارشاد فرمایا

جو میرے لئے اور اولاد عبدالمطلب کے لئے ہے وہ تمہارے لئے ہے۔ مسلمانوں سے بھی میں تمہارے لئے سفارش کروں گا۔ جب ہم لوگ ظہر کی نماز پڑھ لیں تو تم کہنا:

مسلمانوں سے رسول اللہ ﷺ کے طفیل میں اور رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کی بدولت ہم شفاعت کے طلبگار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ جب ظہر کی نماز پڑھ چکے تو وفد نے اٹھ کر شفاعت طلب کی۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ نے اپنے اور بنی عبدالمطلب کے حصہ کے بردے (لونڈی غلام) ان کو واپس کر دیئے اور مہاجرین اور انصار نے بھی اپنے اپنے حصے واپس کر دیئے۔ اور قبائل عرب سے بھی آنحضرت ﷺ نے اس کی خواہش فرمائی۔ سب نے اسی ایک بات پر اتفاق کیا کہ تسلیم و رضا پہ راضی ہیں۔ جتنے غلام قبضہ میں ہیں سب واپس کر دیں گے۔ البتہ کچھ لوگوں نے غلاموں کی واپسی پر ہاتھ روک لئے تو رسول اللہ نے انہیں بدلے میں اونٹ دے دیئے۔

رضاعت کی پاسداری میں آپ نے ثوبیہ کو بھی زندگی بھر یاد رکھا۔ طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ برہ بنت تجراہ نے کہا:

رسول اللہ ﷺ کو سب سے پہلے ثوبیہ نے اپنے ایک لڑکے کے ساتھ دودھ پلایا جس کا نام مسروح تھا۔ یہ واقعہ حلیمہ کی آمد سے پہلے کا ہے، ثوبیہ نے اس سے پہلے حمزہ بن عبدالمطلب کو دودھ پلایا تھا اور اس کے بعد ابوسلمہ بن عبدالاسد المخزومی کو دودھ پلایا۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں:

ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے حلیمہ کے آنے سے پہلے رسول اللہ کو چند روز دودھ پلایا تھا۔ آپ کے ساتھ ابوسلمہ بن عبدالاسد کو بھی دودھ پلاتی رہی تھیں یوں ابوسلمہ آپ کے دودھ شریک بھائی تھے۔

عروہ بن الزبیرؓ سے روایت ہے کہ ثوبیہ نے ابولہب کو حضرت محمد ﷺ کے پیدا ہونے کی خبر دی تو اس نے ثوبیہ کو آزاد کر دیا۔ اور اسی وجہ سے اس نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا۔

ابولہب کے مرنے پر بعض لوگوں نے اس کو خواب میں بدترین حالت میں دیکھا تو پوچھا......

کہو کیا گزری؟

ابولہب نے جواب میں کہا:

مجھے کوئی آرام نہ ملا البتہ ثوبیہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے اس میں ہوا۔ ابولہب نے

Marfat.com

''اس میں'' کہا تو انگوٹھے اور اس کے بعد انگلیوں کے پوروں کے درمیان اشارہ کیا۔

محمد بن عمر اور کئی اہل علم روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ مکہ میں ثوبیہ کی خبر دریافت فرماتے تھے۔ خدیجہ بھی ثوبیہ کی بڑائی کا خیال کرتی تھیں۔ ایک روایت ہے کہ ابولہب نے ثوبیہ کو آزاد نہیں کیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کے حضرت خدیجہ سے نکاح کے بعد ثوبیہ نے حضرت خدیجہ سے کہا تھا کہ وہ اسے ابولہب سے خرید لیں تا کہ آزاد ہو جائیں لیکن ابولہب نے انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ کو ہجرت کی تو ابولہب نے ثوبیہ کو آزاد کیا۔ رسول اللہ ﷺ وہاں سے بھی ثوبیہ کو صلے اور کپڑے بجھواتے رہتے تھے یہاں تک کہ غزوہ خیبر سے واپس آتے وقت سات ہجری میں خبر ملی کہ ثوبیہ انتقال کر گئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا:

ثوبیہ کے بیٹے مسروح کا کیا حال ہے؟

کہا گیا۔ ''وہ تو ثوبیہ سے پہلے ہی مر گئے۔ ان کے رشتہ داروں میں بھی کوئی باقی نہیں۔

قاسم بن عباس الاسلمی کہتے ہیں۔

ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ ثوبیہ کا حال معلوم فرمایا کرتے اور ان کے لئے کپڑے اور اشیائے ضرورت بھیجا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی وفات کی خبر آ گئی۔

Marfat.com

آٹھواں باب:

حضرت عبدالمطلب

رسول اکرم ﷺ کے کفیل و سرپرست

کی حیثیت سے

رسول اکرم ﷺ کے حقیقی والدین کی وفات کے بعد آپ کی کفالت اور سرپرستی کرنے والوں میں عبدالمطلب یعنی آپ کے دادا سرفہرست ہیں رسول مقبول ﷺ کو اپنے شفیق دادا کا سایہ عاطفت محض دو سال نصیب ہوا۔ جب جناب حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو واپس خانوادہ بنی ھاشم میں چھوڑ کر گئیں تو عمر مبارک پانچ سال تھی ۔ یوں آپ کو حضرت عبدالمطلب کی سرپرستی تین سال تک میسر رہی لیکن اس میں پہلے سال کے دوران والدہ ماجدہ بی بی آمنہؓ کی تسکین بخش رفاقت موجود تھی۔

حضرت آمنہؓ کمسن محمد ﷺ کو لیکر یثرب گئیں وہاں مہینہ بھر قیام رہا اور پھر واپسی پہ ابوا کے مقام پر وہ اپنے دریتیم کو تنہا چھوڑ کر دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ غمزدہ اور دل گرفتہ کمسن محمد ﷺ کو لیکر ام ایمن مکہ واپس پہنچیں اور جناب عبدالمطلب کو یتیم پوتے کی زندگی میں آنے والی ایک اور بہت بڑی محرومی سے مطلع کیا۔ دادا نے دریتیم کو سینے سے لگایا۔ اور پھر اپنی

Marfat.com

زندگی کے بقیہ دنوں میں اس کی دلجوئی اور اعانت و کفالت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

حضرت عبدالمطلب کو اپنے یتیم پوتے سے ابتدا سے ہی خصوصی انس و محبت تھی۔ ولادت باسعادت کے ساتویں روز عرب رسم و رواج کے مطابق حضرت عبدالمطلب نے آپ کا عقیقہ کیا۔ آپ کے بال اتروائے گئے اور بالوں کے وزن کے برابر سونا خیرات کیا گیا۔ پوتے کی خوشی میں عقیقہ کے روز تمام قریش کو دعوت دی اور آپ کا نام محمد رکھا۔ قریش کے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ اللہ آسمان میں اور اللہ کی مخلوق زمین میں اس بچے کی تعریف کرے اور گن گائے (زرقانی شرح موطا۔ فتح الباری)

علامہ ابن کثیر کا کہنا ہے کہ یہ نام حضرت عبدالمطلب کو خواب میں بتایا گیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کے پورے قبیلہ میں اس سے پہلے کبھی یہ نام نہیں رکھا گیا تھا۔ اسی وجہ سے تمام قریش نے تعجب کے ساتھ پوچھا کہ آپ نے ایسا نام کیوں رکھا جو قبل ازیں آپ کے اباواجداد میں کسی نے اب تک نہ رکھا۔ جناب عبدالمطلب نے کہا کہ میں نے یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اور اس کی مخلوق زمین پر اس کی تعریف کرے۔ (فتح الباری۔ البدایہ والنہایہ)

سیدہ آمنہؓ نے آپ ﷺ کا نام احمد رکھا تھا۔ احمد قرآن حکیم میں صرف ایک مرتبہ حضرت عیسیٰؑ کے قول کی حکایت کے طور پر آیا ہے۔ محمد، محمود اور احمد تینوں آپ ﷺ کے صفاتی نام ہیں۔ حضرت عبدالمطلب یعنی دادا کا رکھا ہوا نام ہی زیادہ مقبول و معروف ہوا۔

عرصہ رضاعت اور اضافی تحویل جس میں سوق عکاظ کا واقعہ پیش آیا کے بعد جب بی بی حلیمہ سعدیہ کمسن محمد ﷺ کو ان کی والدہ کے سپرد کرنے کے لئے مکہ آئیں تو شہر میں داخل ہوتے ہوئے لوگوں کے مجمع میں آپ ﷺ کو گم کر بیٹھیں۔ بہت دوڑ دھوپ کی لیکن نہ ملے تو پریشان ہوگئیں کہ جس بات کا خدشہ تھا اور جس کے تحت وہ انہیں باحفاظت واپس کرنے آئی تھیں وہ بالآخر ہوگئی۔ اب وہ بی بی آمنہؓ کو کس طرح یہ خبر دیں۔ پھر سوچا کہ پہلے سردار عبدالمطلب سے ملتی ہوں۔ چنانچہ ان کے پاس آئی۔ انہوں نے بہت سے اشخاص کو آپ کی تلاش میں بھیجا اور خود خانہ کعبہ کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب ہوئے۔ تھوڑی دیر میں ورقہ بن نوفل آپ کو تلاش کر کے لے آئے۔ حضرت عبدالمطلب نے پوتے کو گلے سے

Marfat.com

لگایا۔اور خدا کا شکر ادا کیا۔

حضرت عبدالمطلب آپ ﷺ کو اپنی خصوصی توجہ سے ہمکنار رکھتے۔ انہوں نے اپنے بیٹے زبیر کو تاکید کر رکھی تھی کہ آپ کی ضروریات کا خیال رکھیں۔نگہداری کریں اور باپ کی محرومی کا احساس نہ ہونے دیں۔ جب بی بی آمنہؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو جناب زبیر کی اہلیہ کی تحویل میں دے دیا۔ جناب عبدالمطلب آپ کو اپنی تمام اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب بوڑھے ہو چکے تھے۔ وہ پسند کرتے تھے کہ زیادہ وقت خانہ کعبہ کے سایہ تلے لیٹے رہیں۔ چنانچہ ان کے لئے خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ ایک خاص بستر بچھایا جاتا۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ اس بچھونے پر قدم رکھے۔ جناب عبدالمطلب کی اولاد اس بستر کے اردگرد بیٹھتی تھی۔آپ ﷺ کو اپنے دادا سے بہت انس تھا۔آپؐ بھی ان کے چہیتے تھے۔جب بھی آتے اس مسند پر بے تکلفی سے چڑھتے اور دادا کی گود میں جا بیٹھتے۔آپ کے چچا تائے آپ ﷺ کو مسند سے ہٹانا چاہتے تو حضرت عبدالمطلب منع فرماتے اور شفقت سے کہتے...... ارے چھوڑ دو میرے بیٹے کو اس کی خاص شان ہے۔

کندیر بن سعید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں قبل از اسلام مکہ مکرمہ عمرہ کے لئے گیا۔ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک شخص کو دیکھا وہ کہہ رہا تھا۔ اے اللہ، میرے شہسوار محمد کو واپس بھیج دے۔

اسے مجھ کو دے دے۔ میرے پاس بھیج دے اور اس عنایت کی بدولت مجھ پر اپنا فضل کر۔

یا اللہ تو نے ہی اس لڑکے کو میرا بازو بنایا ہے۔یا اللہ ایسا نہ ہو کہ زمانہ اس کو مجھ سے دور کر دے اور پھر یہ دوری ہی ہو جائے۔

تو نے ہی اس کا نام محمد رکھا ہے اور اس تعریف وستائش سے موسوم کیا ہے۔

میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ سردار عبدالمطلب ہیں۔ انہوں نے اپنے پوتے کو ایک گمشدہ اونٹ کی تلاش میں بھیجا ہے کیونکہ ان کو جس کام کے

Marfat.com

لئے بھیجتے ہیں۔اس میں ضرور کامیابی ہوتی ہے۔ان کو گئے ہوئے ذرا دیر ہو گئی ہے۔انہیں اپنے پوتے سے بہت محبت ہے اس کی جدائی میں بے چین ہو کر یہ شعر پڑھ رہے ہیں سعید کہتے کہ ہم لوگ کچھ دیر ٹھہرے تھے کہ ایک سات آٹھ سال کا لڑکا اونٹ لے کر آ گیا۔ دیکھتے ہی عبدالمطلب نے دوڑ کر اسے گلے لگا لیا اور کہا، بیٹا میں تمہاری وجہ سے سخت پریشان تھا۔ اب میں تجھے کسی ضرورت کے لئے نہ بھیجوں گا۔کبھی تم کو اپنے سے جدا نہ کروں گا۔ (طبقات ابن سعد)

اپنے پوتے سے حضرت عبدالمطلب کی محبت کے کئی اسباب تھے۔اولاد کے لئے شفقت و محبت تو انسانی جبلت ہے۔آپ چاہتے تھے کہ ان کا یتیم پوتا ان محرومیوں کے اثرات سے محفوظ رہے جو باپ اور پھر ماں کا سایہ چھن جانے سے برآمد ہونا ناگزیر تھے۔اور پھر آپ کو اندازہ تھا کہ میرا یہ پوتا کوئی غیر معمولی شخصیت ہے۔اس کا پروان چڑھنا بنو عبدالمطلب ہی نہیں قریش اور عرب کے لئے سود مند ہو گا۔کمسنی میں آپ ﷺ کے طور طریقے غیر معمولی اور حیرت انگیز تھے۔آپ اپنی عمر کے بچوں سے مختلف تھے۔چنانچہ جب رسول اکرم ﷺ بچپن میں اپنے دادا کی کفالت میں تھے اور بی بی ام ایمن آپ کی پرورش اور خبر گیری کرتی تھیں تو ایک مرتبہ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا...... برکہ، میرے بیٹے سے کسی بھی حالت میں غافل نہ رہنا۔میں نے بیری کے درخت کے نیچے اس کو لڑکوں کے پاس کھڑے دیکھا ہے۔یہ ان سے مختلف نظر آتا ہے۔اہل کتاب کو یقین ہے کہ میرا بیٹا اس امت کا نبی ہے۔(عیون الاثر۔البدایہ والنہایہ۔الوفا لابن الجوزی)

حضرت عبدالمطلب نے ایک مرتبہ احباب کو بتایا...... میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔اس وقت میں حطیم کعبہ میں تھا۔میں نے دیکھا کہ میری پشت پر ایک بہت ہی بلند درخت اگا ہے۔جس نے آسمان کی چوٹی کو چھو لیا ہے۔اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئیں اور اس میں سے نور چھن چھن کر فضاؤں کو منور کرنے لگا ہے۔اور پھر اس انوار کے ایسے سوتے پھوٹے کہ سورج کی تابانی بھی اس کے آگے ماند پڑ گئی۔میں نے دیکھا کہ قریش کے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔کچھ شوق و وارفتگی کے عالم میں آگے بڑھے اور ان شاخوں

Marfat.com

کے ساتھ لٹک گئے۔ لیکن کچھ غصے سے بپھر گئے اور برافروختہ ہوکر آگے بڑھے۔ ان کے ہاتھ میں بڑے بڑے کلہاڑے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ اس نورانی درخت کو کاٹ ڈالیں۔ اتنے میں ایک بہت ہی خوبصورت اور باوقار نوجوان نمودار ہوا اور درخت کے آگے سینہ سپر ہوگیا۔ اس سے خوشبو کی لپٹیں آرہی تھیں جی چاہتا تھا کہ انسان اسے دیکھتا ہی رہے۔ اس نے درخت کاٹنے کی کوشش کرنے والوں میں سے کسی کی آنکھیں پھوڑ دیں اور کسی کی کمر توڑ دی۔ میں گھبرا کر بیدار ہوگیا۔ ایک اعراف نے تعبیر بتائی کہ تمہاری نسل میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کے جاہ و جلال اور عظمت و کمال کی پوری دنیا میں دھوم مچ جائے گی۔

(سیرت نبوی۔ زینی دحلان)

لیکن حضرت عبدالمطلب اب عمر کی آخری منزل پہ تھے۔ ان کی عمر ایک سو برس کے لگ بھگ تھی۔ وہ صرف تین سال تک اپنے پوتے کی کفالت وسرپرستی کرسکے۔ پھر ان کی وفات ہوگئی۔ ام ایمن کا کہنا ہے۔ کہ اس روز میں نے دیکھا کہ عبدالمطلب کے جنازہ کے پیچھے محمد ﷺ روتے جارہے تھے۔ دادا کے داغ مفارقت دے جانے سے آپ ﷺ کو ملنے والی سابقہ محرومیوں کے زخم بھی تازہ ہوگئے تھے۔

ایک مرتبہ رسالت مآب ﷺ سے پوچھا گیا...... آپ کو اپنے دادا کی وفات یاد ہے؟

فرمایا خوب یاد ہے۔ میری عمر اس وقت آٹھ سال تھی۔

علامہ صلاح صفدی نے اپنے تذکرہ میں رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ کے یہ اشعار نقل کئے ہیں۔

ترجمہ: ہر ملک کے مسافروں نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ ہمیں زمین کے سرداروں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور میرے والد حضرت عبدالمطلب اس سرداری اور بزرگی والے ہیں جس کی طرف ہر نشیب وفراز سے اشارہ کیا جاتا ہے اور ان کے آباواجداد قدیم سے ہی پاک حسب والے ہیں۔

Marfat.com

زبیر بن عبدالمطلب

حضرت عبدالمطلب کا انتقال کمسن محمد ﷺ کے لئے ایک اور بہت بڑی محرومی تھی۔ اس عالم بے کسی میں باپ کی جگہ آپ ﷺ کے سر پر دست شفقت رکھنے والی ہستی آپ کے تایا جناب زبیر بن عبدالمطلب تھے۔ اپنے یتیم بھتیجے کے لئے ان کے التفات کے کئی اسباب تھے۔ حضرت محمد ﷺ ان کے اس بھائی کے بیٹے تھے جو اُن کے ماں جائے تھے۔ ثانیاً اپنے بڑے بھائی حارث کی وفات کے بعد اپنے باپ کے زیادہ قریب تھے اور ان خواہش کے مطابق کمسن محمد ﷺ کی نگہداری کرتے تھے اور ثالثاً دردمند مزاج رکھنے اور حضرت عبدالمطلب کا وصی ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ پہ ملتفت تھے۔

رسول اکرم ﷺ کی ولادت پر زبیر بن عبدالمطلب نے غیر معمولی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ وہ انہیں گود میں لئے پھرتے، ہاتھوں میں جھلاتے اور گنگنایا کرتے تھے۔ حافظ زبیر ابن حجر نے لکھا ہے۔

زبیر ابن عبدالمطلب رسول اللہ ﷺ کو بچپن میں اپنے ہاتھوں پہ جھلاتے اور فرماتے تھے۔ یہ "محمد" میرے بھائی عبداللہ کی نشانی ہے۔ خوب عیش و آرام سے جئے اور اعلیٰ قدر و منزلت پائے (الاصابہ)

جناب عبدالمطلب نے اپنی زندگی میں ہی جناب زبیر کو اپنا وصی اور جانشین مقرر فرما دیا تھا۔ حضرت عبدالمطلب کے بڑے بیٹے حارث تھے جن کے نام سے ان کی کنیت

Marfat.com

ابوالحارث تھی لیکن یہ حارث ان کی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے۔حارث کے بعد ان کے بڑے بیٹے زبیر تھے۔زبیر جناب عبداللہ کے سب سے بڑے حقیقی بھائی تھے۔

حضرت عبدالمطلب کی اہلیہ فاطمہ بنت عمرو (بنو مخزوم) کے بطن سے تین بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔بیٹوں کے نام زبیر، عبد مناف (ابوطالب) اور عبداللہ تھے۔جبکہ بیٹیاں عاتکہ، برہ، امیمہ اور ام الحکیم البیضا تھیں، روایت ہے کہ جناب عبداللہ اور ام الحکیم جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ام الحکیم حضرت عثمان کی سگی نانی تھیں۔

بھائیوں میں زبیر سب سے بڑے، عبد مناف (ابوطالب) منجھلے اور عبداللہ سب سے چھوٹے تھے۔بلاذری نے لکھا ہے۔

زبیر، قریش کے سرداروں میں سے تھے۔وہ عبداللہ اور ابوطالب سے عمر کے اعتبار سے بڑے تھے (انساب الاشراف) یعقوبی نے بھی زبیر کو قریش کے معزز اور باوجاہت سرداروں میں شمار کیا ہے۔

زبیر صاحب فکر ونظر، انسانی اعمال کے لئے جزاوسزا اور آخرت کے قائل تھے۔ ایک ظالم شخص کی موت پر زبیر نے کہا تھا۔"انسانوں کے واسطے ایک لوٹنے کی جگہ یعنی آخرت ہے جہاں ظالم سے مظلوم کا بدلہ اور انتقام لیا جائے گا۔مورخ ابن ابی الحدید کا کہنا ہے کہ زبیر بن عبدالمطلب ایک بہادر، خوبصورت اور باوجاہت انسان تھے۔وہ خطیب، شاعر اور بنو ھاشم کے سردار اور سخی انسان تھے۔

ایک بات جس پر سیرت نگاروں نے توجہ نہیں دی وہ رسول اللہ کی صغر سنی میں جناب زبیر کی ان کے لئے توجہ اور شفقت ہے۔جناب زبیر نے حضرت عبدالمطلب کی زندگی اور بعد میں رسول اللہ کی کفالت ایک باپ کی طرح کی۔اور اس کفالت کا جذبہ محرکہ وہی تھا جو جناب ابوطالب کا تھا یعنی ماں جائے بھائی کے یتیم بیٹے کی سرپرستی۔

ہر خاندان کے ارکان میں محبت والتفات اور رغبت وطرفداری کے فطری وقدرتی عوامل اور محرکات ہوتے ہیں۔جناب عبدالمطلب کے بارہ بیٹے (کچھ روایات کے مطابق تیرہ) اور چھ بیٹیاں تھیں۔اور یہ چھ بیویوں سے ہونے والی اولاد تھی۔ایک باپ کے گھر میں

Marfat.com

خاندانی رغبت وطرافداری کی زیر سطح چلنے والی لہریں ماؤں کی نسبت سے ابھرتی ہیں۔اب ان لہروں کی فطری سمت اور بہاؤ ملاحظہ کریں۔

جناب عبدالمطلب کی پہلی بیوی حیفہ بنت جندب تھی۔ان کا تعلق ھوازن قبیلہ سے تھا۔ان سے حارث اور ایک بیٹی ارادی پیدا ہوئی۔حارث پہلوٹھی کے بیٹے تھے جو اپنے والد کی زندگی میں ہی وفات پا گئے۔

حضرت عبدالمطلب کی دوسری بیوی فاطمہ بنت عمرو تھیں اور ان کا تعلق بنوزھرہ قبیلہ سے تھا۔ان سے زبیر، عبدمناف (ابو طالب) اور عبداللہ اور چار بیٹیاں عاتکہ، برہ، امیہ اورام الحکیم البیضا پیدا ہوئیں۔

تیسری بیوی لبنٰی بنت ھاجر تھیں۔یہ قبیلہ کزائمہ سے تھیں۔ان سے عبدالعزیٰ (ابولہب) پیدا ہوئے۔

چوتھی بیوی ممنعتہ تھیں۔یہ بھی قبیلہ خزائمہ سے تھیں۔ان سے بیٹے مجل پیدا ہوئے۔

پانچویں بیوی ھالہ بنت وھیب تھیں۔ان کا تعلق بھی قبیلہ زھرہ سے تھا۔یہ سیدہ آمنہؓ کی حقیقی چچازاد بہن تھیں۔ان سے جناب حمزہ اور المقوم اور ایک بیٹی صفیہ پیدا ہوئیں۔

چھٹی بیوی قبیلہ بنت حباب تھیں۔ان کا تعلق النمر بن قاسط کے خاندان سے تھا۔ان سے جناب عباس اور ضرار پیدا ہوئے۔

تاریخ گواہ ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے اور بعد میں جب بھی آپ ﷺ پر کڑا وقت آیا ان چچاؤں نے آپ کی پشت پناہی اور دست گیری کی جو جناب عبداللہ کی والدہ یا پھر ان کی چچازاد بہن کے بیٹے تھے۔یعنی زبیر بن عبدلمطلب، ابو طالب بن عبدالمطلب اور حمزہ بن عبدالمطلب۔

جب حضرت آمنہؓ کی وفات کے بعد حضرت عبدالمطلب نے ماں باپ کی شفقت سے محروم پوتے کو اپنے سایہ عاطفت میں لیا تو جناب عبدالمطلب اس وقت ایک سو سال کے قریب نہایت ضعیف تھے۔آخری برس میں تو آپ کی بینائی بھی نہ ہونے کے برابر تھی

Marfat.com

اور بیٹے زبیر یا ابولہب کا سہارا لے کر آتے جاتے تھے۔ اس زمانے میں والد کی ذاتی اور خاندانی ضروریات بڑے بیٹے زبیر ہی پوری کیا کرتے تھے۔ سردار قریش نے انہی کو اپنا جانشین نامزد کر رکھا تھا۔

بی بی آمنہؓ کی وفات کے بعد دو سال تک حضور ﷺ یقیناً اپنے شفیق دادا کے سایہ عاطفت میں تھے لیکن حقیقتاً جناب زبیر کی اہلیہ کی آغوش اور جناب زبیر کی کفالت میں تھے۔ اپنے تایا کی شفقت و محبت سے خود رسول اکرم ﷺ بہت متاثر تھے۔ بلازری نے انساب الاشراف میں لکھا ہے کہ زبیر آپ کے تمام چچاؤں میں سے زیادہ شفیق اور مہربان تھے۔ انہوں نے آپ کو گودوں کھلایا تھا۔ اور آپ سے محبت کرتے تھے۔ وہ معاشی اعتبار سے جناب ابو طالب سے بہتر تھے چنانچہ حضرت عبدالمطلب کے بعد وہی آپ کے کفیل تھے۔ خود رسول اللہ ﷺ کو بھی اپنے تایا زبیر سے بہت محبت تھی۔ جناب آمنہؓ کی وفات کے بعد زبیر کی اہلیہ عاتکہ بنت ابی وھب نے اپنے بچوں کی طرح آپ ﷺ کی پرورش محبت اور شفقت سے کی۔ اسی عاتکہ کو سرکار دو عالم ﷺ ''میری ماں'' کہا کرتے تھے۔ یہ رسول اکرم ﷺ کی حقیقی دادی فاطمہ بنت عمرو کی حقیقی بھتیجی تھیں (غزوہ حنین کے موقعہ پر آپ ﷺ کا ارشاد یاد کیجئے...... میں عواتک و فواطم سے ہوں)۔

زبیر بن عبدالمطلب کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے ایک بیٹے کا نام عبداللہ تھا۔ یہ عبداللہ بن زبیر عہد رسالت میں تیس برس کے جوان تھے۔ یہ جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ﷺ انہیں اپنے پہلو میں بٹھاتے اور بڑی شفقت و محبت سے فرماتے۔ یہ میرا بھائی، میری ماں کا بیٹا ہے۔ اس کے باپ نے مجھ سے بڑا نیک سلوک کیا تھا (الاصابہ)۔

علامہ ابن سید الناس اور دیگر کئی مورخین نے بھی اسی قسم کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ کے تذکرہ میں درج ہے: نبی اکرم ﷺ عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب کے بارے میں فرمایا کرتے تھے...... یہ میرے چچا کے بیٹے اور میرے محبوب ہیں۔ بعض راوی کہتے ہیں آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے یہ میری ماں کے بیٹے اور میرے محبوب ہیں۔ (عیون الاثر ۱/۲۹۲)

Marfat.com

رسول اللہ کی اپنے تایا سے محبت کا اظہار اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ زبیر بن عبدالمطلب کے بڑے بیٹے کا نام طاہر تھا۔ انہی کے نام پر آپ ﷺ نے اپنی کنیت ایک زمانہ میں ابو طاہر رکھی تھی۔ یہ صاحب عنفوان شباب میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ بعدازاں اسی کی مناسبت سے آپ ﷺ نے اپنے ایک بیٹے کا نام طاہر رکھا تھا۔ (ابن ابی الحدید ۳/۴۵۶)

آپ ﷺ نے زبیر بن عبدالمطلب کی صاحبزادیوں کی بہت مالی مدد فرمائی۔ ایک صاحبزادی صفیہ تھیں۔ آپ ﷺ ان کو خیبر کی پیداوار سے چالیس وسق دیا کرتے تھے۔ اسی طرح بقیہ تین صاحبزادیوں کی بھی آپ ﷺ مالی اعانت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی یہ چاروں تایازاد بہنیں جن کے ساتھ آپ ﷺ ایک ہی گھر میں بچپن اور عنفوان شباب تک رہے دولت اسلام سے بہرہ مند ہوئی۔ ان کا شمار آپ کی صحابیات میں ہوتا تھا۔

رسول اکرم ﷺ کی پھوپھی صفیہ نے بھی اپنے بیٹے زبیر بن عوام کا نام اپنے اسی شفیق بھائی زبیر بن عبدالمطلب کے نام پر رکھا۔ ان کی کنیت بھی کچھ عرصہ ابو طاہر رہی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ زبیر بن عبدالمطلب اپنی عمدہ صفات کے سبب اہل خاندان اور قرابت داروں میں کتنے محبوب اور عزیز تھے۔ وہ اپنے خاندان میں زبیر الخیر اور ذی کرم سمجھے جاتے تھے۔

حلف الفضول، جناب زبیر کی اپنے قبیلہ کی سرداری کے زمانہ میں منعقد ہوا تھا۔ اس معاہدہ نے حروب الفجار کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ ان حروب (لڑائیوں) نے دس سال تک قبائل کو خون ریزی میں مصروف رکھا تھا۔ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے۔

"اس معاہدے کے سلسلہ میں زبیر بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن جدھان کو شرف اور نیک نامی حاصل ہے۔ ابن جدھان کو تو اس لئے کہ اس کے گھر پر اس معاہدہ کی تحریک شروع ہوئی جبکہ جناب زبیر نے لوگوں کو اس کی دعوت دی اور ترغیب دلائی اور انہوں نے ہی اس معاہدہ کا نام حلف الفضول رکھا۔"

علامہ شبلی نعمانی نے حلف الفضول کے بارے میں لکھا ہے۔

لڑائیوں کے متواتر سلسلہ نے سینکڑوں گھرانے برباد کر دیئے تھے۔ قتل وسفا کی

Marfat.com

موروثی اخلاق بن گئے تھے یہ دیکھ کر بعض طبیعتوں میں اصلاح کی تحریک پیدا ہوئی۔ جنگ فجار سے لوگ واپس آئے تو زبیر بن عبدالمطلب نے جو رسول اللہ کے تایا اور خاندان کے سربراہ تھے یہ تجویز پیش کی۔ چنانچہ بنو ہاشم، بنو اسد بنو زھرہ اور بنو تیم مل کر عبداللہ بن جدھان کے گھر میں جمع ہوئے اور معاہدہ ہوا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور کوئی ظالم مکہ میں نہ رہنے پائے گا۔

رسول اکرم ﷺ اس معاہدہ میں شریک تھے۔ عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدہ کے مقابلہ میں اگر مجھے سرخ رنگ کے سو اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ بدلتا۔ اور آج بھی ایسے معاہدے کے لئے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں۔ (سیرت النبی۔ شبلی نعمانی)

تقریباً سبھی سیرت نگار لکھتے چلے آرہے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب کی وفات کے فوراً بعد رسول رحمت ﷺ، جناب ابو طالب کی کفالت میں آگئے تھے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ جناب زبیر نے آپ ﷺ کے تمام اخراجات کی ذمہ داری اٹھا رکھی تھی اور وہی آپ کے کفیل تھے۔ (عزیزان رسول۔ عارف بٹالوی)۔ جناب عبدالمطلب کا انتقال ہوا تو جناب زبیر بنو ھاشم کے سردار بنے۔ جناب ابو طالب ان کے مقابلے میں مالی اعتبار سے کمزور تھے چنانچہ جناب زبیر نے آپ ﷺ کو اپنی کفالت میں رکھا۔ اور اس اقدام کے لئے ان میں وہی جذبہ محرکہ اور نسبت موجود تھی جس نے بعد ازاں جناب ابو طالب کو حضور کی سرپرستی کے لئے مائل و قائل کیا۔

جناب ابو طالب مالی اعتبار سے کمزور اور کثیر العیال تھے۔ جس طرح بعد میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت عباس کو تجویز دی تھی کہ جناب ابو طالب کے بچوں کی کفالت ہم اپنے ذمہ لے لیں اور پھر حضرت علی کو رسول اکرم ﷺ اور حضرت جعفر کو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اپنی اپنی کفالت میں لے لیا تھا اسی طرح کمسن محمد کو جناب زبیر نے اپنی کفالت میں لے لیا تھا۔ جب رسول اکرم بارہ برس کے ہوئے تو خاندان میں باہمی مشورہ سے طے کیا گیا کہ اب آپ ﷺ سن شعور کو پہنچ رہے ہیں اس لئے انہیں گلہ بانی سے نکال کر تجارت کے رموز سے آشنا کیا جائے۔ اور اس طرح یہ اپنے چچا ابو طالب کی تجارت میں ان

Marfat.com

کی معاونت کے قابل ہو سکیں گے۔ اسی مقصد کے تحت جناب ابو طالب آپ کو شام کے تجارتی سفر پر لے گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر بارہ برس تھی اور اسی سفر میں بحیرہ راھب کا واقعہ پیش آیا۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ جناب عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کے پہلے کفیل تو زبیر ہی تھے لیکن زبیر کے انتقال کے بعد ابو طالب نے آپ کی کفالت کی۔ یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ جب زبیر بن عبدالمطلب کا انتقال ہوا تو رسول اکرم ﷺ کی عمر بائیس سال تھی اور یہ واقعہ ۵۹۳ء کا ہے۔ اس عمر کے کسی نوجوان کو بھلا کسی کفیل کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔ اپنی عمر کے پچیسویں سال تک آپ کے معمولات کچھ اس طرح رہے۔ آٹھ سے بارہ سال کی عمر تک گلہ بانی یعنی بکریاں چرانا۔ بارہ سال کی عمر میں چچا ابو طالب کے ساتھ تجارت کا تربیتی سفر کیا۔ جناب ابو طالب کا یہ آخری تجارتی سفر تھا۔ اس کے بعد آپ کے کسی سفر کا ذکر نہیں ملتا۔ اور پھر گلہ بانی ان دنوں کا مشغلہ رہا جب آپ تجارتی سفر پر نہیں جاتے تھے۔ سترہ اٹھارہ برس کی عمر میں آپ نے باقاعدہ تجارت کے میدان میں قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا۔ ابتدا میں آپ تجارتی قافلوں کی شام اور دجلہ وفرات کی سرزمینوں تک رہنمائی کرتے لیکن یہ محض انتظامی نوعیت کی ذمہ داریاں تھیں۔ اور آپ ایک گائیڈ کی حیثیت سے معاوضہ پر کام کرتے رہے۔ پھر قیس بن زید نامی ایک تاجر آپ کو سامان تجارت دے دیتا تھا کہ لے جائیں اور بیچیں۔ حضرت محمد ﷺ دور دراز سفر میں جاتے اور واپس آ کر ہزار پانچ سو سے لیکر دو ہزار تک سونے کے سکے اپنے آجر کو پیش کر دیتے۔ چونکہ آپ امین تھے اس لئے کبھی آپ کے حساب میں اختلاف پیدا نہ ہوا۔

جناب زبیر بن عبدالمطلب کے انتقال کے بعد جناب ابو طالب بنو ھاشم کے سردار بنے تو اس وقت بھی معاشی طور پر تنگ دست تھے۔ حضرت علی کا قول ہے۔

میرے والد (ابو طالب) جب سردار ہوئے تو فقیر تھے اور ان سے پہلے کوئی فقیر سردار نہیں ہوا (تاریخ یعقوبی جلد ۱۔ ص ۱۷)

جب حضرت ابو طالب سردار بنے تو رسول اللہ ﷺ کی عمر بائیس سال تھی۔ اس

Marfat.com

وقت آپ ﷺ تجارت کا مشغلہ اپنا چکے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو طالب نے آپ کو سماجی تحفظ دیا اور حضرت خدیجہ کا وکیل تجارت بنانے، ان سے آپ کی شادی کرانے جیسے امور سے لیکر اعلان نبوت کے بعد انتہائی نامساعد حالات میں آپ ﷺ کی حمایت وحفاظت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ بلکہ آپ کی مدافعت میں ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کیں۔

جناب زبیر نے حلف الفضول کے کچھ عرصہ بعد وفات پائی۔ ان کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔

بیٹے	بیٹیاں
طاہر	ضیالحہ
حجل	ام الحکم
فرہ	ام الزبیر
عبداللہ	صفیہ

Marfat.com

حضرت ابوطالب

رسول اکرم ﷺ کے سرپرست

حضرت ابو طالب نے آپ ﷺ کی کفالت تو نہیں کی لیکن زندگی کے سفر میں ہر اس اہم موڑ پر آپ کی نصرت و اعانت اور حفاظت و پشت پناہی کی جس کے بعد آپ ﷺ اپنے عظیم ترین مشن میں کامیاب و کامران ہوئے۔ حضرت ابوطالب جناب زبیر اور جناب عبداللہ ایک ہی ماں کے بیٹے تھے۔ اس نسبت نے انہیں جناب زبیر کی طرح یتیم بھتیجے پر خصوصی شفقت و محبت پر مائل رکھا۔ تجارت کا پیشہ اپنانے، حضرت خدیجہ سے شادی کا فیصلہ کرنے اور نبوت کے لئے مبعوث ہونے کے بعد تبلیغ کا سلسلہ جاری و ساری رکھنے میں نہ صرف تحفظ اور اعانت فرمائی بلکہ اس ضمن میں تمام تر صعوبتیں اور مشکلات برداشت کیں۔

حضرت ابو طالب، جناب عبدالمطلب، کی دوسری بیوی فاطمہ سے دوسرے بیٹے تھے۔ جناب زبیر بڑے، حضرت ابوطالب منجھلے اور حضرت عبداللہ (اس بیوی سے) جناب عبدالمطلب کے چھوٹے بیٹے تھے۔ دیگر بیویوں سے پیدا ہونے والے تمام بیٹے ان سے چھوٹے تھے۔

حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر آٹھ برس تھی۔ اگرچہ آپ ﷺ کے تمام تر اخراجات کی ذمہ داری جناب زبیر بن عبدالمطلب نے اٹھا رکھی

Marfat.com

تھی لیکن عرب کے اس عمر کے دیگر بچوں کی طرح آپ کو گلہ بانی کے کام میں مصروف کر دیا گیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ مقام الظہر ان میں ہم لوگ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ فاقہ کش صحابہ ایک جنگل میں پہنچ کر پیلو کا پھل توڑ کر کھانے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ سیاہ پھل زیادہ لذیز اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے فرمایا۔ یہ میرا اس زمانے کا تجربہ ہے جب میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ بھی بکریاں چرایا کرتے تھے؟

فرمایا۔ ہاں کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ صحابہ نے پوچھا۔ آپ بھی؟ فرمایا ہاں میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قراریط پر چرایا کرتا تھا۔ (قراریط جمع ہے قیراط کی جو درھم یا دینار کا حصہ ہوتا تھا)۔

بکریاں چرانے کی اجرت نہایت معمولی تھی۔ دراصل دنیاوی اعتبار سے آپ کو مصروف عمل رکھنے کا ایک بہانہ اور قدرت کی طرف سے انہیں نبوت پر سرفراز فرمانے سے پہلے کا ابتدائی مرحلہ تھا۔ آپ ﷺ کو کھلی فضاؤں میں شب و روز گزرانے کے دوران صحیفہ فطرت کو پڑھنے اور کائنات پر غور کرنے کا موقعہ ملا۔

آپ ﷺ گیارہ بارہ برس کے ہوئے تو جناب ابو طالب شام کے ایک تجارتی سفر پر روانہ ہوئے۔ خاندان میں مشورہ کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ آپ ﷺ کو حضرت ابو طالب کی معاشی اعانت اور تجارت کے لئے تیار کیا جائے۔ جناب ابو طالب عطر فروشی اور بعض اوقات غلہ کی تجارت کرتے تھے۔ جناب ابو طالب نے شام کے تجارتی سفر کا قصد کیا اور آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ ظاہر ہے یہ ایک تربیتی سفر تھا۔ اور اسی سفر کے دوران بحیرہ راھب کا واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں درج ہے کہ:

جب یہ تجارتی قافلہ بصرہ کے مقام پر پہنچا تو وہاں ایک مقامی راھب بحیرہ نے اہل قریش کو اصرار کے ساتھ دعوت دی کہ آپ لوگ میرے گھر تشریف لائیں۔ اس دعوت

Marfat.com

کی وجہ یہ تھی کہ راہب نے دیکھا۔ بادل کا ایک ٹکڑا اس قافلہ پر مسلسل اپنا سایہ کئے ہوئے ہے۔ اس اشارے سے اس نے جان لیا کہ جس نبی کی آمد کا ایک زمانے سے انتظار کیا جا رہا ہے۔ وہ یقیناً اس قافلے میں موجود ہے۔

حضرت محمد ﷺ قافلے میں سب سے کم عمر تھے۔ چنانچہ انہیں سامان کی حفاظت کے لئے پیچھے چھوڑ دیا گیا اور باقی سب لوگ راہب کی دعوت پر چلے گئے۔ کھانے کے دوران راہب ہر مہمان کا بغور مشاہدہ کرتا رہا۔ لیکن کوئی ایک بھی فرد اُن نشانیوں پر پورا نہ اترا جو اس نے کتابوں میں پڑھ رکھی تھیں۔ اس نے مجبور ہو کر پوچھا۔ کیا کوئی اور بھی آپ کے ساتھ ہے۔ جو یہاں کھانے پر نہیں آیا۔ وہاں موجود سب لوگوں کو یہ سوچ کر شرمندگی ہوئی کہ وہ حضرت عبدالمطلب کے پوتے کو باہر چھوڑ آئے ہیں۔ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ جا کر حضرت محمد ﷺ کو ساتھ لے آئے۔ راہب نے اس لڑکے کا بغور جائزہ لیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ یہی وہ بابرکت وجود ہے جس کا ذکر صحائف میں دیا گیا ہے۔

کھانے کے بعد حضرت محمد ﷺ کو ایک طرف لے گیا اور آپ سے کہا اہل قریش کے عظیم دیوتاؤں الات اور العزیٰ کی قسم کھا کر کہو کہ جو کہو گے سچ کہو گے۔

رسول اکرم ﷺ نے جواب دیا۔ مجھے ان دیویوں کی قسم کھانے کو نہ کہیں کیونکہ ان سے زیادہ مکروہ ہستیاں میرے لئے اور کوئی نہیں ہیں۔ آپ نے اللہ کی قسم کھائی۔ راہب نے آپ سے آپ کی زندگی کے بارے میں سوالات کئے۔ تب راہب نے آپ کے شانے ٹٹولے اور کندھوں کے درمیان مہر نبوت کی موجودگی کی تصدیق کی۔

اب راہب حضرت ابو طالب کو ایک طرف لے گیا اور راز داری سے کہا۔ اپنے بھتیجے کو حفاظت سے واپس لے جاؤ۔ یہ لڑکا پروان چڑھ گیا تو دنیا میں انقلاب لے آئے گا۔ لیکن اس کے راستے میں بہت سی مشکلات اور خطرات ہیں۔ بالخصوص اسے یہودیوں سے بچا کر رکھنا۔ اگر انہوں نے اسے دیکھ لیا (یعنی پہچان لیا) تو ضرور اس کی جان کے درپے ہو جائیں گے۔

حضرت ابو طالب محتاط ہو گئے۔ لیکن شام کے سفر میں آپ ﷺ کے لئے قدم قدم

Marfat.com

پر فطرت اور حقیقت کا مطالعہ موجود تھا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت ابو طالب اس سفر سے واپس لوٹ آئے۔ مگر انہیں اس تجارت میں زیادہ منافع نہ ہوا۔ نہ ہی وہ اس کے بعد کبھی کسی اور تجارتی سفر کا ارادہ کر سکے۔

سفر سے واپس آ کر رسول اکرم پھر گلہ بانی میں مصروف ہو گئے۔ لیکن وقفے وقفے سے تجارتی سفر پہ بھی نکل جاتے۔ چند برسوں بعد آپ ﷺ تجارتی راستوں کے ایسے شناسا ہو گئے کہ تجارتی قافلوں کی شام اور دجلہ وفرات کی سرزمینوں تک رہنمائی کیا کرتے تھے۔ پھر آپ قیس بن زید نامی تاجر کا سامان لیکر دور دراز کے سفر پر جانے لگے سامان فروخت کر کے آپ ہزاروں طلائی سکوں کی شکل میں آمدنی اپنے اجیر کو دیتے۔ آپ چونکہ امین تھے اس لئے کبھی بھی آپ کے حساب میں کوئی اختلاف یا فرق نہ آیا۔ آپ ﷺ جب قیس بن زید کا سامان فروخت کے لئے جاتے تو کئی اور تاجر بھی اپنا سامان آپ کے سپرد کر دیتے۔ لیکن آپ ان لوگوں سے کوئی اجرت نہ لیتے۔

امین وصادق کی حیثیت سے آپ ﷺ کی شہرت کا ڈنکا مکہ کے تجارتی حلقوں میں بج رہا تھا۔ مکہ کی تجارتی برادری میں ایک حضرت خدیجہؓ بھی موجود تھیں۔ اس دور کی شہری زندگی کا کلچر تھا کہ مختلف شہروں میں کچھ عورتیں بھی تجارت کے میدان میں پائی جاتی تھیں۔ مکہ میں بھی کچھ عورتیں ایسے کاموں میں مشغول تھیں جو مردوں سے منسوب کئے جاتے تھے۔ بی بی خدیجہ کا تعلق قبیلہ سعد سے تھا۔ ان کی دو مرتبہ شادی ہو چکی تھی اور اب وہ بیوہ تھیں۔ ان کے بچے بھی تھے ان کا قبیلہ مالی طور پر بہت مستحکم تھا۔ چنانچہ حضرت خدیجہ کے لئے یہ ممکن تھا کہ وہ تجارت میں سرمایہ کاری کر سکیں۔ وہ قریش کے بعض اشخاص کو وکیل تجارت کے طور پر اپنے مال کی سوداگری کے لئے دوسرے ملکوں میں بھیجا کرتی تھیں۔ حضرت محمد ﷺ کی دانشمندی اور ایمانداری کا تذکرہ وہ سنتی رہتی تھیں۔ آپ چاہتی تھیں کہ آپ ﷺ ان کے وکیل تجارت بن کر قافلہ کے ساتھ جائیں۔

حضرت ابو طالب تک یہ بات پہنچی۔ چنانچہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے کہا۔ میری تنگ دستی اور زمانہ کی نامساعدت ظاہر ہے۔ بی بی خدیجہ اپنے وکیل کا معاوضہ دو اونٹ

Marfat.com

ادا کرتی ہیں۔ اگر تم یہ کام کرنے پر تیار ہو جاؤ تو میں بی بی خدیجہ سے بات کروں۔ لیکن ہم اتنے معاوضہ پر کام نہیں کریں گے۔

آپ ﷺ نے جواب دیا...... آپ مختار ہیں۔ مجھے یہ کام کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔

حضرت ابو طالب۔ بی بی خدیجہ کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا دوسروں کی طرح ہم دو شتر معاوضہ پر کام نہیں کر سکتے۔ اگر تم میرے برادرزادہ کے لئے چار شتر اجرت منظور کر لو، تو وہ چلے جائیں گے۔

حضرت خدیجہ نے عرض کیا۔ اے سردار قریش، اگر آپ کسی ایسے شخص کے لیے کہتے جو میرا دشمن اور قبیلہ غیر سے ہوتا تو بھی میں تعمیل حکم سے انکار نہ کرتی۔ یہ تو ہمارے ہی قبیلہ کے فرد اور تمام خاندان کے نزدیک پسندیدہ ہیں چنانچہ معاملہ طے ہو گیا۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ نے اپنے غلام میسّرہ کو آپ کے ہمراہ کیا۔

یہ تجارتی سفر بہت منافع بخش رہا۔ بی بی خدیجہ حضرت محمد ﷺ کی دیانت اور ایمانداری سے مزید متاثر ہوئیں۔ انہوں نے اپنی کنیز نفیسہ کے ذریعے آپ ﷺ کو نکاح کی تجویز پیش کی۔ آپ نے سارا قصہ جناب ابو طالب کے گوش گزار کر دیا۔

حضرت ابو طالب نے معاملہ کو خوش اسلوبی سے نبھایا۔ حضرت خدیجہ کے خاندان سے سلسلہ جنبانی چھیڑا اور حتمی صورت دیکر آپ ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ سے کر دیا۔

اس موقعہ پر حضرت ابو طالب کی فراست ہی آپ کے کام آئی کیونکہ حضرت خدیجہ کی خواہش کے باوجود ان کے خاندان کے لوگ بالخصوص ان کا چچا اور قبیلہ بنو اسد کا سربراہ عمرو بن اسد اس رشتہ پر رضامند نہیں تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ (حضرت) محمد (ﷺ) مالی اعتبار سے ہمارے ہم سر نہیں چنانچہ یہ رشتہ موزوں نہیں۔ حضرت ابو طالب نے عمرو بن اسد اور اس کے قبیلہ کے دوسرے افراد کو اپنے ہاں کھانے پر مدعو کیا اور ضیافت ختم ہونے پر کہا۔

''یہ درست ہے کہ محمد (ﷺ) غریب ہیں۔ لیکن ان کی نیک نامی میں کوئی شبہ نہیں

Marfat.com

اور ھاشمی خاندان سے تعلق رکھنے کی بنا پر ان کا حسب نسب قبیلہ اسد سے برتر نہیں تو کمتر بھی نہیں۔ اور پھر وہ جوان، خوبصورت اور خوب سیرت ہیں۔ جوانی کی خوب سیرتی بھی ایک سرمایہ ہے۔ جس سے وہ مالا مال ہیں۔

حضرت ابو طالب کی باتیں عمرو بن اسد کے دل میں اتر گئیں اور اس نے یہ رشتہ قبول کر لیا (حضرت خدیجہ کے والد انتقال کر چکے تھے)۔ حضرت ابو طالب نے شادی کے موقعہ پر خطبہ نکاح پڑھا۔

رسول اکرم ﷺ کی شادی کے بعد نہ تو حضرت ابو طالب نے آپ ﷺ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا اور نہ آپ ﷺ نے اپنے چچا سے دوری اختیار کی۔ حالانکہ آپ شادی کے بعد حضرت خدیجہ کے ہاں منتقل ہو گئے تھے۔

شادی اور اعلان نبوت کے درمیانی عرصہ میں جناب ابو طالب اور رسول اکرم ﷺ کے درمیان قرابت داری کی بنیاد پر ایک اور اہم واقعہ دیکھنے میں آیا۔ حضرت ابو طالب کثیر العیال لیکن تنگ دستی کے دور میں تھے۔ خشک سالی اور قحط نے لوگوں کو پریشان کر رکھا تھا۔ حضرت ابو طالب کی مدد کے لئے حضور ﷺ نے حضرت عباس سے کہا کہ حضرت ابو طالب کا بوجھ بانٹنا چاہیے۔ اور اس کے لئے ان کے بچوں کی کفالت اپنے ذمہ لے لی جائے۔ دونوں حضرات جناب ابو طالب کے پاس پہنچے اور انہیں اپنے آنے کا مقصد بتایا۔ جناب ابو طالب نے ان کی تجویز سن کر کہا کہ عقیل کو تم لوگ میرے پاس چھوڑ دو۔ باقی بچوں کے بارے میں تم جو چاہو فیصلہ کر لو۔ چنانچہ حضرت علی کی کفالت رسول اللہ ﷺ نے اپنے ذمہ لے لی اور حضرت جعفر کی پرورش جناب عباس نے اپنے ذمہ لے لی۔ اس طرح حضرت علی اپنی کم سنی میں رسول اللہ ﷺ کی زیر کفالت پرورش پانے لگے۔

حالات وواقعات کے اگلے موڑ پر وہ تاریخی مرحلہ آیا جب حضرت ابو طالب نے رسول اکرم ﷺ کی پشت پناہی کا عظیم ترین فریضہ ادا کیا۔ رسول اکرم ﷺ معبوث ہوئے اور انہیں تبلیغ اسلام کا حکم ملا۔ آپ ﷺ نے دعوت حق کا پیغام دینے کی ابتدا اپنے خانوادہ سے کی۔ چچا ابو لہب غضب ناک ہو گیا۔ لیکن حضرت ابو طالب کی وجہ سے کسی انتہائی اقدام

Marfat.com

سے گریزاں رہا۔ اسی طرح کی صورت حال قریش اور اھالیان مکہ کی طرف سے دیکھنے میں آئی ۔ ابولہب کے ساتھ ساتھ ابوجہل جیسے شدت پسند آپ ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ لیکن حضرت ابوطالب قریش کے شر کے سامنے آپ ﷺ کی ڈھال تھے۔

جب رسول اکرم ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا تو سرداران قریش نے محسوس کیا کہ اب معاملہ ان حدود سے تجاوز کر رہا ہے۔ جہاں چشم پوشی کی جا سکتی تھی۔ قریش یکے بعد دیگرے تین مرتبہ شوریٰ کر کے جناب ابوطالب کے حضور شکایت لے کر گئے لیکن آپ نے اپنے برادر زادہ پر کسی طرح کی پابندی مناسب نہ سمجھی۔

قریش کے پہلے وفد نے حضرت ابوطالب سے کہا...... اے بزرگ قوم محمد ﷺ کی باتیں ہمارے لئے نا قابل برداشت ہوتی جا رہی ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ انہیں منع کر دیں۔ یا ان کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیں۔ پھر ہم ان سے خود ہی نمٹ لیں گے۔ اور ہمیں امید ہے کہ آپ ان کی بجائے ہمارے عقیدہ پر قائم رہیں گے۔ حضرت ابوطالب نے انہیں مناسب جواب دے کر رخصت کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ بدستور تبلیغ اسلام میں سرگرم اور بتوں کی عبادت سے گریز اور اکراہ کا پرچار کرتے رہے۔ اس سے مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی۔ لیکن قریش کے دل کا ناسور گہرا ہو گیا۔

غصے میں آ کر قریش نے پھر ایک شوریٰ منعقد کی اور فیصلہ کیا کہ ایک اور وفد جناب ابوطالب سے ملے۔ اس مرتبہ وہ قریش کا ایک نوجوان عمارہ بن ولید اپنے ہمراہ لے گئے۔ یہ نوجوان شجاعت میں ممتاز ہونے کے ساتھ ساتھ حسن و وجاہت میں بھی بے مثال تھا۔ وفد نے جناب ابوطالب سے کہا:

محمد (ﷺ) کو ہمارے حوالے کر دیں اور ان کے عوض میں عمارہ کو اپنی فرزندی میں لے لیں۔ یہ آپ کا دست و بازو بنے گا اور آپ محمد ﷺ کی ضرورت سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

جناب ابوطالب نے اس تجویز کو مسترد کرتے ہوئے کہا: یہ تو انصاف کی بات نہیں۔ تم مجھے اپنا بیٹا دے رہے ہو کہ میں تمہارے لئے اس کی پرورش کروں اور تمہیں اپنا بیٹا

Marfat.com

دے دوں تا کہ تم اسے قتل کر دو۔ یہ تم لوگ مجھ سے کیسا عجیب و غریب اور ذلیل سودا کرتے ہو۔

ان لوگوں نے کہا تو پھر محمد (ﷺ) کو بلا لو تا کہ ہم فیصلہ و انصاف اسی کے سپرد کر دیں۔ اس کی تحریک تو مکہ کو تباہ و برباد کر دے گی۔ اسکا کہنا ہے کہ بتوں سے منہ موڑ لو۔ اگر عربوں نے بتوں سے منہ موڑ لئے تو مکہ میں کون آئے گا۔ ہماری تجارت اور معیشت تو ختم ہو کر رہ جائے گی۔

حضرت ابو طالب نے آپؐ کو بلا بھیجا۔ آپ تشریف لائے۔ حضرت ابو طالب نے کہا۔ بھتیجے یہ لوگ تمہارے بزرگ اور قوم کے شرفا ہیں۔ یہ تم سے کوئی فیصلہ کرانا چاہتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ تم لوگ کہو میں سنوں گا۔

وفد کے لوگوں نے کہا۔ تم ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دو ہم لوگ تمہارے معبود کو کچھ کہنا چھوڑ دیں گے۔ تمہاری باتوں سے قوم میں انتشار پیدا ہو رہا ہے۔ کعبہ کے معبودوں کو بے وقعت کہا گیا تو لوگ مکہ آنا چھوڑ دیں گے اور یہ تو سراسر تباہی کی بات ہوگی۔ اور پھر ہم اپنے بزرگوں کے دین کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔

جناب ابو طالب نے کہا۔ بھتیجے تم کیا کہتے ہو۔

رسول اللہ نے فرمایا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں تمہاری رائے کا قول دے دوں۔ لیکن سنو کیا تم ایک کلمہ کا قول دیتے ہو جس کی وجہ سے تم سارے عرب کے مالک بن جاؤ اور عجم بھی تمہارے لئے اسی کو دین بنائے۔

ابو جہل نے خوش ہو کر کہا۔ یہ تو بہت ہی نفع مند بات ہے۔ آپ کے والد کی قسم ہم ایسے دس کلمے کہنے کو تیار ہیں۔ بتاؤ کیا کلمہ ہے؟

آپ نے فرمایا...... کہو لا الہ الا اللہ۔

قریش بھڑک اٹھے۔ ابو جہل نے وفد کو مخاطب کر کے کہا۔ اپنے معبودوں پر سختی سے جمے رہو۔ یہی مقصود و مراد ہے۔ وقبہ بن ابی معیط نے کہا اب ہم ان کے پاس نہیں آئیں گے۔ اس سے بہتر ہے کہ محمد (ﷺ) کو دھوکے کے ساتھ قتل کر دیا جائے۔ جناب ابو

Marfat.com

طالب نے یہ بات سن لی۔

اگلے روز رسول اکرم ﷺ لوگوں کو دکھائی نہ دیئے۔ چہ می گوئیاں شروع ہو گئیں۔ شام ہونے کو آئی تو ابو طالب آپ ﷺ کی قیام گاہ پر آئے لیکن آپ کو نہ پایا۔ اندیشہ ہوا کہ خدا نخواستہ قریش نے ابن ابی معیط کے مشورہ پر عمل کر دیا ہے۔

جناب ابو طالب نے بنی ھاشم اور بنی عبدالمطلب کے نوجوانوں کو جمع کیا اور کہا کہ تم میں سے ہر شخص کو ایک ایک تلوار لے کر میرے پیروی کرنا ہوگی۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہو جاؤں تو تم میں سے ہر نوجوان کو چاہئے کہ وہ کسی بڑے سردار کے پاس جا بیٹھے جن میں ابو جہل بھی ہو۔ کیونکہ اگر محمد (ﷺ) قتل کر دیئے گئے ہیں تو ابو جہل اس شر سے جدا نہیں ہوگا۔ یعنی) وہ بھی اس اقدام میں شریک ہوگا۔ نوجوانوں نے عہد کیا کہ وہ ایسا ہی کریں گے۔

ابو طالب اسی حالت میں تھے کہ زید بن حارثہ آ گئے۔ انہوں نے پوچھا...... اے زید کیا تم نے محمد (ﷺ) کو کہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ میں ابھی ان کے ساتھ تھا۔ جناب ابو طالب نے کہا جب تک میں خود اسے نہ دیکھ لوں اپنے گھر نہ جاؤں گا۔ زید تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ رسول اکرم ﷺ کوہ صفا کے پاس ایک مکان میں صحابہ کے ساتھ تھے۔ زید نے جا کر یہ واقعہ سنایا۔

رسول اکرم ﷺ جناب زید کے ساتھ حضرت ابو طالب کے پاس آئے اور بتایا کہ میں خیریت سے ہوں۔ حضرت ابو طالب مجلس قریش میں کھڑے تھے۔ ان کے ساتھ ھاشمی و مطلبی نوجوان بھی تھے۔ حضرت ابو طالب نے کہا...... اے گروہ قریش تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کس بات کا قصد کیا تھا۔ ان لوگوں نے کہا نہیں، ہم کچھ نہیں جانتے۔ جناب ابو طالب نے اپنے نوجوانوں سے کہا کہ جو کچھ تمہارے پہلوؤں میں ہے اسے کھول دو۔ ان لوگوں نے ہاتھ نکالے تو ہر شخص کے پاس تلوار تھی۔ حضرت ابو طالب نے کہا...... اگر تم لوگ محمد (ﷺ) کو قتل کر دیتے تو واللہ میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا یہاں تک کہ ہم تم دونوں آپس میں فنا ہو جاتے۔ قریش وہاں سے کھسک گئے اور ان میں سب سے پہلے

Marfat.com

نکلنے والا ابو جہل تھا (طبقات ابن سعد جلد اول)

چنانچہ رسول اکرم تبلیغ دین میں مصروف رہے۔ اور پھر قریش نے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ و منحرف کرنے کیلئے زبانی مذمت و تکفیر کی تشہیر کے ساتھ ساتھ جبر و تشدد اور اذیت و ابتلا کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حضرت بلال حبشی مبتلائے آلام کئے گئے۔ قریش کی مشق ستم سے ایک عورت اپنی جان کھو بیٹھی جو اسلام چھوڑنے پر رضامند نہ تھی۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل گھر بھر کی نجاست سمیٹ کر رسول اللہ ﷺ کی راہ میں پھیلا دیتی۔ رسول اکرم ﷺ کعبہ کے سامنے سربسجود تھے کہ ابو جہل نے قربان گاہ سے اونٹ کی اوجھڑی منگوا کر آپ کی پشت پر ڈالوادی۔ مسلمانوں پہ زمین تنگ کر دی گئی۔ لیکن رسول اللہ ﷺ اور ان کے رفقا کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ اسی دور میں حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا۔ لیکن اس تمام تر ناساز گار حالات کے باوجود مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔

قریش نے کوئی سخت قدم اٹھانے سے پہلے پھر شوری منعقد کی۔ ایک اور وفد جناب ابو طالب کے حضور بھیجا گیا جس نے دھمکی اور لالچ دونوں حربے استعمال کرنے کی کوشش کی۔ وفد نے کہا...... اے ابو طالب، آپ نہ صرف عمر میں ہم سے بڑے ہیں بلکہ مرتبہ و مقام میں بھی تمام قریش میں ممتاز ہیں۔ ہم پہلے بھی آپ سے بارہا درخواست کر چکے ہیں کہ اپنے برادر زادہ کو نئے دین کی تبلیغ سے روکیں۔ مگر اب تک ایسا نہیں ہوا۔

اے بزرگ قوم اگر آپ کا بھتیجا حکومت و امارت چاہتا ہے تو ہم سب اسے اپنا امیر بنا لیتے ہیں۔ اگر وہ دولت و ثروت چاہتا ہے تو ہم زر و جواہر اس کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے ہیں اور اگر وہ کسی خوبصورت عورت کا خواہش مند ہے تو اشارہ کر دے ہم اس کی طلب پوری کر دیں گے لیکن اسے روکیں وہ مکہ میں فساد کا سبب نہ بنے۔ اور اگر اسے ہماری کوئی پیش کش قبول نہیں تو پھر اے بزرگ قوم۔ اب ہم سے ضبط نہ ہو گا۔ آپ کا بھتیجا ہمارے بزرگوں کی توہین کرتا رہتا ہے۔ وہ ہمارے اسلاف کی تذلیل میں منہمک ہے۔ یہ آخری موقعہ ہے اگر آپ نے اسے منع نہ فرمایا تو ہمیں آپ سے کھلی جنگ کرنا پڑے گی تاکہ قصہ ہمیشہ کے لئے پاک ہو جائے۔

Marfat.com

اب جناب ابو طالب کو تشویش ہوئی کہ شہر امن شہر قتال میں تبدیل نہ ہو جائے۔ وہ اس فکر میں ڈوب گئے کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔ انہیں اپنے بھتیجے کی آن بھی پیاری تھی اور جان بھی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بلا کر کہا:

میرے عزیز، میری اور اپنی بقا کا خیال رکھو۔ مجھے ایسی مصیبت میں نہ ڈالو جسے میں برداشت نہ کرسکوں۔ قریش کا وفد تمہارے لئے یہ پیشکش لایا تھا اس پر غور کرلو۔ ورنہ اب وہ کھلی جنگ پر تیار ہیں۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو طالب کی باتیں سنیں تو پہلے خاموش ہو گئے اور پھر صورت حال کے عواقب و نتائج کا بھرپور جائزہ لینے کے بعد پورے عزم واستقلال کے ساتھ کہا۔

چچا...... اگر اہل مکہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ کر کہیں کہ اس کے عوض راہ حق سے دستبردار ہو جاؤں تو مجھے منظور نہ ہوگا۔ اور اگر اس راہ میں مجھے اپنی ہلاکت بھی نظر آئے تب بھی پیچھے نہ ہٹوں گا۔

اپنے بھتیجے کی استقامت نے حضرت ابو طالب کو نئی توانائی دی انہوں نے کہا...... بھتیجے ٹھیک ہے۔ تمہیں جو بات لوگوں سے کہنا ہو کہتے رہو۔ مجھے اپنا پشت پناہ پاؤ گے۔

کفار نے اپنی دھمکی اور پیش کش کو بے اثر دیکھا تو سوچا کہ جنگ و جدال کی بجائے زیادہ موثر حربہ استعمال کیا جائے۔ انہوں نے بنو ھاشم کا سوشل بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا۔ سوشل بائیکاٹ یا معاشرتی مقاطعہ کی دستاویز منصور بن عکرمہ العبدری نے تحریر کی اور اسے مشتہر کرنے کے لئے کچھ دن تک خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا۔

اس دستاویز میں عمائدین مکہ نے اپنے دستخطوں کے ساتھ اعلان رقم کیا تھا کہ آج کے بعد قریش اور قریش کے حلیف قبائل کا کوئی فرد بنو ھاشم سے کوئی لین دین نہیں کرے گا۔ ان کے ساتھ رشتہ ناطہ تو کیا علیک سلیک کا بھی روادار نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابو طالب نے بنو ھاشم کو ساتھ لیا اور شہر سے باہر شعب ابی طالب میں جا کر مقیم ہو گئے۔ یہ

Marfat.com

مقام مکہ کے مضافات میں ایک گھائی تھی۔ ابولہب نے خودکو بنو ھاشم سے الگ کرلیا۔

یہ مقاطعہ کم وبیش تین سال تک جاری رہا۔ یہ عرصہ بنو ھاشم اور سردار ہونے کے سبب جناب ابو طالب کے لئے زبردست ابتلاو آزمائش کا تھا۔ دشمنان اسلام نے ھاشم اور عبدالمطلب کی اولاد سے میل ملاقات سلام و پیام موقوف کر رکھا تھا۔ دکانداروں نے ان کے ہاتھ سودا سلف فروخت نہ کرنے کی قسم کھائی تھی ہر قسم کا تعاون اٹھ گیا۔ گھاٹی کو قریش نے ہر طرف سے محصور کر رکھا تھا۔ بنو ھاشم اور بنو مطلب کو اعلانیہ کوئی شے دستیاب نہ تھی۔ صرف وہی چیز ملتی جو حضرت ابو بکر یا دوسرے جان نثاروں کی طرف سے کسی طرح چوری چھپے پہنچادی جاتی تھی۔

بنو ہاشم اور بنو مطلب کی یہ محصوری صرف اور صرف اس وجہ سے تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے قریش مکہ کے حوالے کرنے پر تیار نہیں تھے۔ گھائی میں جا کر بھی حضرت ابو طالب، رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں بڑے مستعد اور چوکس تھے۔ انہیں قریش سے برابر خطرہ لگا رہتا تھا۔ اس لئے جب رات کو لوگ اپنے اپنے بستروں پر سونے کے لئے چلے جاتے تو وہ رسول اللہ ﷺ سے کہتے...... جان عم۔ جاؤ تم اپنے بستر پر سو رہو۔ لیکن جب سب لوگ سو جاتے تو ابو طالب آپ کی جگہ تبدیل کر دیتے یعنی کسی اور کو آپ کے بستر پر سلا دیتے۔ تا کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو قتل کرنے کی نیت رکھتا ہو تو کامیاب نہ ہوسکے۔

سماجی مقاطعہ کے تین سال پورے ہونے کو تھے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو مطلع کر دیا کہ مقاطعہ کی دستاویز کو دیمک کھا گیا ہے اور اس پر صرف اللہ کا نام لکھا رہ گیا ہے۔ آپ نے یہ بات حضرت ابو طالب کو بتائی۔ اگلے روز حضرت ابو طالب کچھ احباب کو لیکر حرم کعبہ میں آئے۔ ابو جہل اور عقبہ بن ابی معیط جیسے شدید دشمن اور زہیر بن امیہ المخزومی اور ہشام بن عمرو جیسے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔

ابو جہل نے پوچھا۔ ابو طالب کیسے آئے؟

آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے بھتیجے نے بتایا ہے اور اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کہ اللہ کے بھیجے ہوئے کیڑوں نے اس دستاویز میں سوائے اللہ کے نام کے ظلم وستم اور

Marfat.com

قرابت شکنی کے تمام الفاظ کو چاٹ لیا ہے۔ تم لوگ وہ دستاویز دیکھو اگر وہ جھوٹا ثابت ہوا تو ہم اس کے اور تمہارے درمیان میں سے ہٹ جائیں گے۔ پھر جو تمہارا جی چاہے کرنا۔ قتل کرنا یا زندہ چھوڑ دینا۔

زہیر بن امیہ نے کہا۔ ''ابو طالب آپ نے انصاف کی بات کی۔'' لیکن ابو جہل جھلا کر بولا...... یہ عاتکہ (بنت عبدالمطلب) کا بیٹا اور اس کا بھانجا ہے۔ یہ تو حمایت کرے گا۔ اس پر ہشام بن عمرو اور مطعم بن عدی کی ابو جہل سے نوک جھونک ہوگئی۔ زہیر نے کہا...... اگر ابو جہل کے ماموں اور ننھیال کے لوگ اس حال میں ہوتے تو ابو جہل ہرگز ہرگز ایسے معاہدہ کی پروا نہ کرتا۔ مطعم نے کہا کہ دستاویز منگواؤ۔

وہ دستاویز حفاظت کی غرض سے ام الجلاس کے پاس رکھوائی گئی تھی جو ابو جہل کی خالہ تھی۔ دستاویز منگوا کر کھولی گئی تو اس کی حالت بالکل وہی نکلی جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ دیمک نے باسمک اللھم کے سوا باقی تمام الفاظ کو چاٹ لیا تھا۔ حیرت سے سب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ پھر ندامت سے سب کے سر جھک گئے۔ حضرت ابو طالب نے کہا۔ اب ہم تمہاری کسی پابندی کی پرواہ نہ کریں گے۔ یہ واقعہ 10 نبوی محرم میں ہوا۔ ابو طالب بنی ھاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ گھاٹی سے باہر آ گئے۔

شعب ابی طالب سے باہر نکل کر حضرت ابو طالب حرم پہنچے اور بیت اللہ کا غلاف پکڑ کر دعا مانگی...... ان کے رفقا بھی دعا میں شریک تھے۔

اے اللہ، جن لوگوں نے ہم پر ظلم و ستم کیا اور ہمارے ساتھ قرابت شکنی اور قطع رحمی کی اور ہماری آبروؤں کو حلال سمجھا۔ ان سے ہمارا بدلہ اور انتقام لے۔

حضرت ابو طالب نے بعد ازاں ایک قصیدہ بھی لکھا جس کا ایک شعر ہے۔

''کیا تو نہیں جانتا کہ وہ عہد نامہ چاک ہو گیا اور جس شے سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا، وہ برباد ہو جاتی ہے (خصائص کبریٰ)

شعب ابی طالب سے واپس آنے کے بعد حضرت ابو طالب کی صحت روز بروز گرتی جا رہی تھی۔ محصوری اور ناقص غذائیت نے ان کی صحت کو بگاڑ دیا تھا۔ اب ان کی عمر بھی

Marfat.com

ایسی تھی کہ قویٰ مضمحل ہو رہے تھے۔شعب سے نکلنے کے چند ماہ بعد (سن 10 نبوی) میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابو طالب کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے قریش کے بڑے بڑے لوگوں کو اپنے پاس بلا کر وصیت کی:

اے گروہ قریش، تم خدا کی مخلوق میں ممتاز اور عرب کا دل ہو۔ میں تمہیں اس عمارت (بیت اللہ) کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی بھی ہے اور معاش کا قوام اور ثبات بھی۔ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا اور ان سے قطع رحمی نہ کرنا، راست گوئی اور امانت داری کو لازم پکڑو کیونکہ اس میں خواص میں محبت اور عوام میں عزت حاصل ہوتی ہے۔ میں تم کو محمد (ﷺ) سے نیکی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ قریش میں امین ہیں اور عرب میں صدیق ہیں۔ وہ ان سب صفات کے جامع ہیں جن کی بابت میں نے تم کو وصیت کی ہے۔ اور وہ ایسے امر کے ساتھ آئے ہیں جسے دلوں نے قبول کی اور بعض زبانوں نے مخالفت کی وجہ سے انکار کیا۔ خدا کی قسم میں دیکھتا ہوں کہ عرب کے درویشوں نے، دیہاتیوں اور کمزور لوگوں نے آپ کی دعوت کو قبول کر لیا ہے اور آپ کے کلمہ کی تصدیق اور آپ کے امر کی تعظیم کی ہے۔

اے قریش اپنے بھائی کو پکڑ لو اور اس کے دوست ہو جاؤ۔ اور اس کی لڑائی میں اس کے حامی بن جاؤ۔ خدا کی قسم تم میں سے کوئی بھی ان کے راستہ پر نہیں چلے گا۔ مگر صرف وہ جو بھلائی چاہے گا۔ اور کوئی بھی آپ کا طریق اختیار نہیں کرے گا مگر وہ جو سعادت پائے گا۔ ضرور آپ کی مدافعت کرنا۔

حالات و واقعات شاہد ہیں کہ حضرت ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ کی حمایت و حفاظت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ سرکار دو عالم کے لئے وہ بڑے بڑے سرداران قریش کے حملوں کے سامنے دفاع کے لئے مضبوط قلعہ تھے۔ انہوں نے اپنے اس بھتیجے کی حمایت و حفاظت میں ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کیں۔

حضرت ابو طالب کی اولاد میں سب سے بڑے بیٹے طالب تھے جن کے نام پر

Marfat.com

آپ کی کنیت ابو طالب تھی۔غزوہ بدر میں مشرکین انہیں اور بنی ھاشم کے کچھ اور افراد کو میدان جنگ میں لے آئے۔طالب نکل کر کہنے لگے۔

یا اللہ ان ضرر رساں بھیڑیوں کے ایک غول میں ہو کر طالب لڑتو رہا ہے۔لڑنے میں ان گرگوں کا ساتھ دیتا ہے مگر یا اللہ جو غالب ہے وہ مغلوب ہو جائے اور جو چھین رہا ہے اس سے چھن جائے۔

۱۔مشرکین مکہ کو جب شکست ہوئی تو طالب نہ قیدیوں میں پائے گئے اور نہ مقتولوں میں پائے گئے۔وہ مکہ واپس بھی نہ گئے نہ ان کو کسی کا حال معلوم ہو سکا۔ان کی اولاد نہیں تھی۔

۲۔عقیل بن ابی طالب آپ کے دوسرے بیٹے تھے۔ان کی کنیت ابو یزید تھی۔طالب میں اور ان میں دس سال کا فرق تھا یعنی دس سال چھوٹے تھے۔انساب قریش کے عالم تھے۔

۳۔حضرت ابو طالب کے تیسرے بیٹے جعفر بن ابی طالب تھے۔یہ عقیل سے دس سال چھوٹے تھے۔حبشہ کو ہجرت کرنے والے مسلمانوں میں شامل تھے۔غزوہ موتہ میں دونوں بازوں کٹ جانے کے بعد شہید ہوئے۔ذوالجناحین (دو پروں والے) یہی ہیں۔

۴۔حضرت علی بن ابی طالب۔یہ جعفر سے دس سال چھوٹے تھے۔رسول اللہ ﷺ کے داماد اور چوتھے خلیفہ راشد تھے۔

۵۔ام ھانی بنت ابی طالب، حضرت ابو طالب کی بڑی بیٹی۔

۶۔جمانہ بنت ابی طالب

۷۔جریط بنت ابی طالب۔بعض لوگ انہیں اسما بنت ابی طالب بھی کہتے ہیں۔

ان سب کی ماں فاطمہ بنت اسد بن ھاشم تھیں۔

۸۔طلیق بن ابی طالب۔ان کی ماں علہ تھیں۔

Marfat.com

نواں باب:

رسول اکرم ﷺ کے آباء کا ایمان
اور آخرت میں مقام
ایک بحث

کچھ علما نے فتوی دے رکھا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے آبا مشرک و کافر تھے اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے دعوی نبوت سے قبل حالت کفر میں مر گئے وہ جہنمی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے جدامجد کے حالت کفر وشرک میں مرنے اور ان کے جہنمی ہونے پر بعض علما متقدمین نے تو ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ یہاں تک کہ اگر کسی شخص نے کسی صحابی کا قول ان کے جنتی ہونے کے بارے میں دیا تو اسے جاہل مطلق قرار دے دیا۔ مثلاً علامہ ذھبی (وفات ۷۴۸ء) نے یحیٰی بن الحسن علوی کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ اس نے ایک جھوٹی خبر بیان کی ہے جس کا متن یہ ہے کہ ''...... تحقیق نبی اکرم ﷺ کے والدین اور دوسرے بزرگ جنت میں ہیں۔'' یہ جاہل اس قول کو وضع کرنے کا مجرم ہے۔ (میزان الاعتدال جلد چہارم۔ صفحہ ۳۶۸)

علما کا دوسرا گروہ اس نظریہ کی تردید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو لوگ ایام جہالت میں وفات پا گئے۔ ان پر یہ حکم جاری نہیں ہوگا کیونکہ ان تک دعوت دین پہنچی ہی نہیں تھی۔

Marfat.com

پہلا گروہ اس دلیل کو مسترد کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ایام جہالت میں بھی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کا پیغام موجود تھا۔

فرقہ مالکیہ کے امام قاضی ابوبکر بن العربی (متوفی ۵۴۸ھ) کے سامنے کسی شخص نے کہا کہ فلاں آدمی کہتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے آبا و اجداد کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ قاضی صاحب نے سن کر کہا...... وہ شخص ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ:

ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے لئے کسی تکلیف، ایذا یا ضعف کا سبب بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں ان پر لعنت کرتا ہے اور آخرت میں انہیں عذاب دیتا ہے۔ (سورہ احزاب۔ آیت ۵۷)

ظاہر ہے رسول اللہ ﷺ کے لئے اس سے زیادہ تکلیف پہنچانے والی بات اور کون سی ہوگی کہ ان کے آبا و اجداد کو اعلانیہ جہنمی کہا جائے۔ حالانکہ ان میں ایسے بھی تھے جنہوں نے پیدا ہوتے ہی در یتیم کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ وہ بھی تھے جنہوں نے مشرکین مکہ کا مقابلہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کی پرورش کی۔ آپ ﷺ کا ساتھ دیا اور آپ کا تحفظ کیا۔ اور پھر وہ ماں تھی جس نے آپ ﷺ کو جنم دیا اور وہ دایہ بھی تھی جس نے آپ ﷺ کو اپنا دودھ پلا کر پرورش کی۔ آخر وہ کیوں جنت سے محروم رہیں گے۔

علامہ جلال الدین سیوطی (وفات ۹۱۱ھ) کو شرف حاصل ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے والدین اور اجداد کے مواحد اور مسلم ہونے کے بارے میں کتابیں لکھیں اور مخالفین کے تمام اعتراضات کا جواب دیا۔ لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ ایک گروہ ہمیشہ سے ایسا رہا ہے جو محبت و عقیدت میں عقل و دانش سے ماورا ایسی باتیں کرتا آیا ہے جو اس موضوع پہ یعنی رسول اکرم ﷺ کے آبا کے جنتی ہونے کو ثابت کرنے کے لئے مضحکہ خیز روایات اور موضوع احادیث پر مبنی ہیں۔ یقیناً اس گروہ کے لئے یہ بات ناقابل برداشت تھی کہ رسول اکرم ﷺ کے آبا اور والدین کو جہنمی کہا جائے۔ اس گروہ نے سنجیدہ قسم کی تحقیق کرنے اور قرآن پاک سے استفادہ کرنے کی بجائے احادیث وضع کر لیں کہ رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

کے والدین مرنے کے بعد زندہ کئے گئے۔ وہ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھ آئے اور حضور ﷺ پر ایمان لا کر پھر مر گئے۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے لئے بھی ایک سنت ہے اور وہ اس سنت کو تبدیل نہیں کرتا۔ جب خدائے بزرگ و برتر نے ارشاد فرمادیا کہ ہر بشر کو موت آئے گی اور وہ روز حساب اٹھایا جائے گا تو پھر خدا اپنے اس فیصلہ کو بدل کر درمیانی وقفہ میں کیوں قبروں سے مرے ہوؤں کو زندہ کر کے دوبارہ موت دے کر قبروں میں لے جائے گا۔ یہ درست ہے کہ وہ قادر مطلق ہے لیکن وہ خود قانون مشیت کا پابند ہے اور اپنے قانون نہیں توڑتا۔

دراصل مذکورہ گروہ کو یہ آسان راستہ نظر آیا۔ اس کا استدلال ہے کہ رسول اکرم ﷺ حبیب خدا تھے۔ اللہ کو یہ بات گوارا نہیں تھی کہ اس کے حبیب کے آبا اور والدین جہنم کا ٹھکانہ بنیں چنانچہ اس نے نبی اکرم کی تسکین و تشفی کے لئے ان کے آبا کو قبروں میں سے زندہ کیا۔ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور انہیں جنت کا حقدار ٹھہرایا۔ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب تخلیق کائنات کی اور زمین پر انسانوں کو ایک مخصوص عرصہ کے لئے بھیجنے اور پھر ان کے دنیاوی زندگی کے اعمال و افعال کی جزا و سزا دینے یعنی آخرت کا نظام وضع کیا تو اس نے کوئی سقم یا خامی رہنے دی؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اس امر کا انتظام نہ کر دیا کہ رسول اکرم ﷺ کے والدین اور آبا کے لئے اخروی زندگی میں اچھے ٹھکانہ کے لئے طے شدہ شرائط پوری کرنے میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ اور پھر اسے اپنے حبیب ﷺ کے اطمینان و سکون کے لئے اپنی سنت کے خلاف کچھ کرنا پڑے۔ مذکورہ گروہ جوش عقیدت اور سادہ لوحی میں کہتا ہے کہ رسول اکرم کی یہی تو فضیلت و عظمت ہے کہ رب کائنات نے ان کے لئے اپنی سنت میں ردوبدل کر دیا۔ چنانچہ درج ذیل روایات اور احادیث وضع کی گئیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد عبدالمطلب کو زندہ کیا وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے اور پھر مر گئے۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد اول)

۲۔ خطیب بغدادی کی حدیث ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہمارے ساتھ حجۃ الوداع ادا فرمایا۔ جب آپ عقبہ حجون پر پہنچے تو بے حد مغموم

Marfat.com

ہوئے اور رونے لگے۔ آنحضرت ﷺ کے رونے کی وجہ سے میں بھی پریشان ہوئی۔ آپ ﷺ اپنے اونٹ سے اترے اور مجھ سے فرمایا۔ اے حمیرا اسی اونٹ پر بیٹھی رہنا۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ چلے گئے۔ میں اونٹ پر بیٹھی رہی۔ کافی دیر کے بعد آپ ﷺ واپس تشریف لائے۔ اب آپ ﷺ بہت خوش خوش نظر آرہے تھے۔ میں نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ۔ جب آپ کہیں تشریف لے گئے تھے تو بہت مغموم تھے حتی کہ رو رہے تھے۔ آپ کی وجہ سے میں بھی مغموم ہوگئی۔ لیکن واپسی پر اس وقت آپ بہت خوش نظر آرہے ہیں۔ ماجرا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس وقت مجھے اپنی والدہ یاد آگئی تھی۔ میرا دل بھر آیا۔ میں ان کی قبر پر گیا اور اپنے اللہ سے دعا کی کہ میری والدہ کو زندہ کردے۔ میرے اللہ نے میری دعا قبول فرمائی۔ انہیں زندہ کر کے قبر سے باہر لا کھڑا کیا۔ ہماری ملاقات ہوئی پھر میری والدہ مجھ پر ایمان لائیں اور وہ مرگئیں۔ (الرسائل لنسع السیوطی رسالہ المعلمین صفحہ ۲۷)

علامہ ابوالقاسم سہیلی نے اپنی کتاب الروض الانف میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے رب سے اپنے والدین کے زندہ کئے جانے کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ کیا اور وہ دونوں آپ پر ایمان لائے۔ اس کے بعد اللہ نے ان دونوں کو پھر موت دے دی۔ (رسالہ نشر المعلمین۔ صفحہ ۱۱)

علامہ عبدالرحمٰن ابوالقاسم سہیلی اپنی کتاب الروض الانف میں یہ حدیث لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہیں۔

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اس کی رحمت و قدرت کسی چیز سے عاجز نہیں ہے اور اس کے نبی ﷺ اس بات کے اہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو جس چیز سے چاہے مختص فرمائے اور جو چاہے ان پر انعام و اکرام فرمائے (زرقانی علی المواہب)

حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو فضل پر مزید فضل عطا فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ (آمنہ؄) اور آپ کے والد (عبداللہ) کو زندہ کیا تاکہ وہ دونوں آپ پر ایمان لائیں۔ یہ زندہ کرنا اللہ کے فضل اور لطف عمیم سے تھا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو زندہ کیا ہے۔تم اس بات کو تسلیم کرلو کیونکہ وہ قدیم ہے اور زندہ کرنے پر ہر وقت قادر ہے اگر چہ اس بارے میں حدیثیں ضعیف ہی کیوں ہوں۔(مواھب وزرقانی ۱/۱۸۵)

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

بلاشبہ ہمارے نبی ﷺ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے والدین کو ان کے لئے زندہ کر کے ان کا اکرام کیا یہاں تک کہ وہ آپ پر ایمان لائے جیسا کہ حدیث میں ہے اور علامہ قرطبی و دیگر نے اس حدیث کی تصدیق کی ہے پس آپ ﷺ کے والدین کا وفات کے بعد خلاف قاعدہ ایمان سے منتفع ہونا صرف نبی ﷺ کا اعزاز واکرام ہے۔

طبقات ابن سعد میں رسول اکرم ﷺ کا اپنی والدہ کی قبر پر جانا تو مذکور ہے لیکن یہ دو مختلف مواقع ہیں اور ان مواقع پر جو کچھ ہوا۔ان کا تذکرہ مذکورہ روایات کی صحت برقرار نہیں رکھتا۔مثلاً لکھا ہے:

عمرہ حدیبیہ میں جب رسول اللہ ﷺ مقام ابوا میں پہنچے تو فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت دے دی ہے۔

قبر کے پاس آنحضرت آئے، اس کو درست کیا، صفائی ستھرائی کی اور روئے، مسلمان بھی آپ کے رونے پر رونے لگے۔ جب اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا تو فرمایا۔

مجھ پر ماں کی رحمت ومحبت چھا گئی تو میں رو پڑا۔

بریدہ کہتے ہیں:

رسول اللہ نے جب مکہ فتح کرلیا تو ایک مقام پر آ کے ایک بُن قبر پر بیٹھ گئے۔اور لوگ بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔آپ ﷺ کی حالت ایسی تھی جیسے کوئی کسی سے خطاب کرتا ہو۔ کچھ دیر یونہی گذری تھی کہ آپ ﷺ روتے ہوئے اٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا جناب رسالت ﷺ ہم سب میں سے زیادہ بہادری رکھتے تھے۔آنحضرت ﷺ کے سامنے آکر عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، رونے کی وجہ کیا ہے؟

Marfat.com

فرمایا: یہ میری والدہ کی قبر ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے زیارت کے لئے درخواست کی تو اجازت مل گئی۔ مجھے وہ یاد آئی تو رقت آ گئی اور میں رو دیا۔

یہ ایسا دن تھا کہ اس دن سے زیادہ رونے والوں کی تعداد اور کبھی نظر نہ آئی۔

ابن سعد کہتے ہیں۔

یہ غلط ہے اس لئے کہ آمنہؓ بی بی کی قبر مکے میں نہیں ہے ابوا میں ہے۔

اب آیئے اس سنجیدہ تحقیق کی طرف چلتے ہیں جو ثابت کرتی ہے کہ رسول اللہ اکرم کے جد امجد، والد مکرم اور والدہ ماجدہ مواحد اور مسلم تھے اور لاریب جنتی ہیں۔ سب سے پہلے آپ اس متفق علیہ حدیث کو دیکھئے جس میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مجھ کو پاک و پاکیزہ مردوں کی پشتوں سے طیب و طاہر عورتوں کے رحموں میں منتقل کرتا رہا ہے۔

حضرت عبدالمطلب:

طبقات ابن سعد جلد اول میں حضرت عبدالمطلب کے باب میں مذکور ہے کہ قریش پر ایک مرتبہ ایسی خشک سالی آئی جو اپنے ساتھ سب مال و دولت لے گئی۔ جان پر بن آئی۔ حضرت عبدالمطلب کے ہم عمر رقیقہ نے انہی دنوں ایک شخص کو خواب میں یہ کہتے سنا:

پیغمبر جو معبوث ہونے والا ہے۔ تم ہی لوگوں میں سے ہوگا۔ اس کے ظہور کا یہی زمانہ ہے۔ اسی کے سبب تمہیں فراخی و کشادگی نصیب ہوگی۔ دیکھو ایسا شخص تلاش کرو۔ جو تم سب سے اوسط النسب یعنی نہایت شریف خاندان کا ہو۔ بلند و بالا ہو، بڑا ہو بھاری بھرکم ہو، سفید رنگ یعنی گورا چٹا ہو۔ اس کے بھنویں گھنی ہوں پلکیں لمبی ہوں۔ بال گھونگھریالے ہوں۔ گال بھرے ہوئے اور ناک پتلی ہو۔ وہ نکلے، اس کی اولاد نکلے اور تم میں سے ہر ایک گھرانے کا ایک ایک شخص نکلے۔ سب کے سب طہارت کرو، خوشبوئیں لگا کر رکن حرم کو بوسہ دو اور قبیس کی پہاڑی پر چڑھ جاؤ۔ وہ شخص آگے بڑھے۔ بارش طلب کرنے کے لئے دعا

Marfat.com

کرے اور تم سب آمین کہو۔ ایسا کرو گے تو سیراب کئے جاؤ گے۔

رقیقہ نے اس خواب کا واقعہ لوگوں سے بیان کیا۔ سب نے دیکھا تو یہ صفت اور یہ حلیہ جو خواب میں بتایا گیا تھا عبدالمطلب کا تھا سب لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے۔ ہر گھرانے سے ایک ایک شخص نکلا، جو حکم ملا پورا کیا پھر ابوقبیس پر چڑھ گئے۔ ساتھ میں رسول اللہ ﷺ بھی تھے کہ اس وقت لڑکے ہی تھے۔ عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو ساتھ لیا۔ آگے بڑھے اور دعا کی۔

"اے اللہ، یہ تیرے بندے اور کنیزیں تیرے سامنے حاضر ہیں۔ تو ہمارے حال سے واقف ہے۔ ایک مصیبت ہم پر پڑی ہوئی ہے۔ قحط کا سامنا ہے جس نے اونٹوں، گائے بیلوں اور گھوڑوں کا صفایا کر دیا ہے۔ تو ہی اس خشک سالی کو دور کر سکتا ہے۔ اے اللہ اپنے کرم سے بارش برسا دے اور ہمیں سرسبزی اور شادابی سے سرفراز فرما دے۔

ابھی یہ لوگ اس پہاڑی سے نیچے اتر کر اپنے گھروں کو نہ پہنچے تھے کہ اس قدر مینہ برسا، اتنی بارش ہوئی کہ وادیاں جاری ہو گئیں۔

بی بی آمنہؓ کو دکھائے جانے والے خواب اور دیگر اشاروں سے حضرت عبدالمطلب جان چکے تھے کہ محمد ﷺ آئندہ زندگی میں رسول اللہ ﷺ بنیں گے۔ لہٰذا اسی ایمان کے ساتھ انہیں ساتھ لے گئے تھے۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے ورنہ وہ لات و منات اور عزیٰ کو چھوڑ کر اللہ کی بارگاہ میں دعا گو کیوں ہوتے۔

۸ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا۔ خانہ کعبہ کی چابیاں ہاتھ میں لے کر خانہ کعبہ کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے قریش مکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

ترجمہ: اے گروہ قریش بہ تحقیق اللہ نے تم سے جاہلیت کے مغرور آباواجداد پر فخر و مباہات کو ختم کر دیا۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔ (سیرۃ الحلبیہ)

آپ ﷺ کے فقرہ کا صاف صاف مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کے ان اباواجداد پر جو کافر و مشرک تھے، فخر و مباہات کرنے سے منع فرما دیا۔

Marfat.com

غزوہ حنین، فتح مکہ کے فوراً ہی بعد برپا ہوا۔ آپ ﷺ لشکر اسلام لے کر روانہ ہوئے صبح کے جھٹپٹے میں لشکر حنین کی تنگ گھاٹی سے گذرا۔ دشمن وہاں گھات میں تھا۔ مسلمانوں پر اچانک تیروں کی بارش ہوگئی۔ مسلمان سپاہ میں انتشار پیدا ہوگیا۔ رسول اکرم ﷺ اپنے سفید خچر پہ تھے۔ آپ نے تلوار بلند کی اور یہ رجزیہ پڑھا۔ جس کے بعد لوگ منظّم ہوگئے۔

ترجمہ: میں نبی ہوں اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

رسول اللہ کے اس فخریہ اور اعلانیہ حکم سے ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو عبدالمطلب کی اولاد کہہ کر عبدالمطلب کی ذات سے کفر وشرک کے داغ دھو دیئے۔ جاہلیت کے مغرور آباواجداد پر فخر ومباہات تو ختم کئے جا چکے تھے۔ آپ ﷺ ایسے وقت میں اس انداز سے اپنے دادا کا نام نہ لیتے۔ اللہ کا نبی تب ہی یہ بات فخر سے کہہ سکتا ہے جب اس کے آباواجداد موحد ہوں اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش فرمائی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے قول کے مطابق کافر ومشرک نجس ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ نبی کی حیثیت سے کسی نجس پر فخر نہیں کر سکتے غور فرمایئے آپ نے یہ نہیں کہا کہ میں محمد ہوں اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں بلکہ فرمایا۔ میں نبی ہوں۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اس سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ عبدالمطلب موحد تھے اور دین ابراہیمی پر قائم تھے۔

اگر بات اس کے برعکس ہوتی تو سننے والے لوگ کہہ سکتے تھے کہ یا رسول اللہ ﷺ ابھی کچھ روز پہلے خانہ کعبہ کے سامنے آپ نے فرمایا تھا کہ کافر ومشرک ابا واجداد پر فخر و مباہات منع اور گناہ۔ پھر آپ خود ہی اس کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ لیکن سننے والوں نے اس وقت اور نہ بعد میں اعتراض کیا۔ اس لئے کہ بات قابل اعتراض تھی ہی نہیں۔

حضرت اسماعیلؑ اور رسول اکرم ﷺ کے عہد کا درمیانی وقفہ بہت طویل تھا۔ لوگوں کی اکثریت دین ابراھیمی کو بھول چکی تھی اور اپنی زندگی اور معاشرت میں نئے نئے خیالات کو مذہب کا رنگ دے چکی تھی۔ مثلاً حضرت اسماعیل کے دور میں لوگ لباس میں طواف

Marfat.com

کرتے تھے لیکن ایام جہالت میں لوگ برہنہ ہو کر طواف کرنے لگے تھے۔ شریعت ابراہیمی میں محرم عورتوں سے نکاح جائز نہیں تھا۔ مگر زمانہ جاہلیت میں یہ بھی جائز بنا لیا گیا تھا۔ شریعت ابراہیمی میں شراب اور زنا دونوں حرام تھے۔ لیکن زمانہ جاہلیت میں دونوں چیزیں زندگی کا جزو بن گئی تھیں۔

جناب عبدالمطلب نے اپنی سرداری کے دور میں ان برائیوں اور خرابیوں کو دور کرنے کا فیصلہ کیا اور بہت حد تک کامیاب رہے۔ آپ کی ان اصلاحات کو تاریخ میں ضوابط مطلبی کہا گیا۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ وفائے نذر
۲۔ خون بہا میں ایک سو اونٹ
۳۔ محرم عورتوں سے نکاح حرام
۴۔ لوگ گھروں میں پچھلے دروازے سے داخل نہ ہوں۔ سامنے دروازے سے داخل ہوں۔
۵۔ چور کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔
۶۔ لڑکیوں کو قتل یا زندہ دفن نہ کیا جائے۔
۷۔ مباہلہ (قول و قرار اور عہد و پیان کا منسوخ ہونا اور دونوں فریقوں کا ذمہ داریوں سے آزاد ہونا۔)
۸۔ شراب حرام ہے۔
۹۔ زنا حرام ہے۔
۱۰۔ حد زنا مقرر کی گئی (سزا متعین ہوئی)
۱۱۔ قرعہ اندازی کا رواج عام ہوا۔
۱۲۔ برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف حرام قرار دیا گیا۔
۱۳۔ مہمان نوازی ضروری قرار دی گئی۔
۱۴۔ حج میں صرف حلال کمائی خرچ کرنا لازم قرار دیا۔

Marfat.com

۱۵۔ سال کے چار مہینے حرمت کے قرار دیئے گئے۔

۱۶۔ جو عورتیں اپنے گھروں پر جھنڈے نصب کریں (طوائفوں کی علامت) وہ شہر مکہ میں نہیں رہیں گی۔

جناب عبدالمطلب نے یہ اصلاحات اسی لئے نافذ کی تھیں کہ وہ دین ابراہیمی پر قائم تھے۔ ان میں سے اکثر باتوں کو قرآن مجید نے بحال رکھا۔ جب کہ کچھ باتوں کو سنت نبوی ﷺ نے بحال رکھا۔ اپنی اصلاحات کی وجہ سے قریش جناب عبدالمطلب کو ''ابراہیم ثانی'' کہا کرتے تھے۔ (تاریخ اسلام۔ علامہ عبداللہ الصادل)

کیا ''ابراہیم ثانی'' کہلانے والا شخص جنت میں نہیں جائے گا۔

حضرت عبداللہ:

رسول اکرم کے والد حضرت عبداللہ جوانی میں ہی چل بسے ان کے بارے میں بہت کم باتیں کتابوں میں درج ہیں۔ لیکن ان کے موحد ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ مورخین گواہ ہیں کہ جب مکہ کی ایک خاتون نے خود کو ان پر پیش کیا تو ان کا جواب اور ردعمل کیا تھا۔ کیا یہ ردعمل کسی کافر و مشرک کا ہو سکتا ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جس عورت نے عبداللہ بن عبدالمطلب پہ خود کو پیش کیا وہ ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ بن نوفل تھی۔ وہ دیکھ کر اپنے لئے شوہر پسند کرتی تھی۔

ابوالفیاض الخثعمی کا کہنا ہے کہ وہ فاطمہ بنت مر اور قبیلہ خثعم سے تعلق رکھتی تھی۔ یہ نوخیز و خوبصورت عورت تھی۔ کہتے ہیں وہ پاک دامن عورت تھی اور اس نے کتابیں پڑھ رکھی تھیں۔ نوجوانان قریش میں اس کے چرچے رہتے تھے۔ اسے جناب عبداللہ کے چہرے پر ایک نور نظر آیا۔ ایک روز پاس سے گذرے تو پوچھا۔ تو کون ہے؟ جناب عبداللہ نے اپنا تعارف کرایا۔ وہ بولی۔ کیا تو مجھ سے صحبت پر راضی ہے۔ میں تجھے سو اونٹ دوں گی۔

جناب عبداللہ نے اس کی طرف دیکھا اور کہا......

''فعل حرام تو ممکن نہیں۔ بجائے اس کے مر جانا قبول ہے۔
اور حلال کی کوئی صورت نہیں کہ اس کا راستہ نکلے۔

Marfat.com

پھر وہ معاملہ کیونکر ہو جو تیری نیت ہے۔

اس طرح کا جواب کوئی مضبوط کردار کا نوجوان ہی دے سکتا ہے۔ اور بالخصوص اس زمانے میں جبکہ فعل حرام معیوب نہیں تھا۔ کیا یہ جواب اس بات کی عکاسی نہیں کر رہا کہ متکلم کسی اعلیٰ تر نصب العین کا پیروکار ہے اور یہ نصب العین اُن دنوں صرف دین ابراہیمی کے پیروکاروں کا تھا۔ بلاشبہ یہ جواب ''ابراہیم ثانی'' کے اسی فرزند کا ہوسکتا ہے جو اُن کے نظریات وخیالات کے قریب ترین ہو۔

آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ جب حضرت عبدالمطلب کو اپنی منت یاد دلائی گئی اور انہوں نے اپنے بیٹوں میں سے قربانی کے لئے قرعہ نکالا اور وہ قرعہ جناب عبداللہ کے نام کا نکلا تو حضرت عبدالمطلب پس وپیش میں مبتلا ہو گئے۔ یہ پس وپیش اسی لئے تھا کہ انہیں جناب عبداللہ سے خصوصی محبت تھی اور خصوصی محبت ان کے اوصاف جمیلہ کی بدولت تھی۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

میں محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ پھر اکیس پشت تک نسب نامہ بیان فرما کر کہا...... کبھی لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہوئے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں رکھا تو میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح سے پیدا ہوا۔ آدم سے لیکر اپنے والدین تک میرا نفس کریم سب سے افضل اور میرے ماں باپ تم سب کے آبا سے بہتر ہیں۔

آپ ﷺ کے مخاطب مسلمان تھے۔ جب ان سے کہا جاتا کہ میرے ماں باپ تم سب کے آبا سے بہتر ہیں تو پھر بہتر افراد یقیناً دین ابراہیمی کے پیروکار اور موحد ہی تھے۔

یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ حضرت عبداللہ موحد تھے اور قریش کے ان گنے چنے افراد میں سے تھے جن کی بدولت دین ابراھیمی کی تعلیمات زندہ وبرقرار تھیں۔ اس پس منظر میں طے ہو جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ مشرک نہیں تھے تو پھر ان پر شرک وکفر کا حکم کیسے جاری ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

سیدہ آمنہؓ:

بی بی آمنہؓ کا نام سنتے ہی مشام جاں احترام و تعظیم کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔ جس خاتون نے دنیا کی مقدس ترین ہستی کو جنم دیا اس کے بارے میں ذہن کے کسی دور دراز گوشے میں بھی یہ تاثر نہیں ابھرتا کہ شرک و کفر اُن کو چھو کر بھی گزرا ہو۔ خالقِ کائنات، حضور انور ﷺ کو دنیا میں لانے کے لئے کسی معمولی عورت کا انتخاب کیسے کر سکتا تھا۔

لوگوں کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ آمنہؓ بنت وھب دنیا کے مستقبل کو حتمی وضع قطع دینے والی ہستی کی ماں بننے والی ہے۔ اگر عام عام لوگوں کو اس بات کی بھنک پڑ جاتی تو اُن کے شب و روز کی ایک ایک ساعت کا ریکارڈ رکھتے اور ان کی باتیں ہم تک پہنچ سکتیں۔ چھوٹی عمر میں اُن کا نکاح ہو گیا اور دنیا کی عظیم ترین ہستی کو جنم دینے کے چھ سال بعد وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ یہ عرصہ بھی دنیاوی اعتبار سے ان کے لئے رنج و محن کا تھا کہ شوہر شادی کے چند ماہ بعد ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گیا۔ والد کا سایہ پہلے ہی اٹھ چکا تھا۔ معزز گھرانے کی با حیا خاتون تھیں اس لئے اپنے دکھوں کی چادر اوڑھے وہ میکے اور پھر سسرال میں خاموش زندگی گزارتے ہوئے دکھائی دیتی ہیں۔

سیدہ آمنہؓ نسوانی حسن کا مجسمہ اور اعلیٰ کردار کی مالک تھیں۔ شعر و سخن کا ذوق عرب میں اور بالخصوص قریش میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ سیدہ آمنہؓ ایک صالحہ شاعرہ تھیں۔ اپنے شوہر جناب عبداللہ کی وفات پر ان کا کہا ہوا مرثیہ تاریخ میں محفوظ ہے۔ اپنے کمسن نور نظر کو انہوں نے ابوا کے مقام پر بیماری کے دوران جو کچھ کہا وہ ان کے پاکیزہ خیالات اور ذہنی سمت کی عکاسی کرتا ہے۔

جناب آمنہؓ جب ختم الرسل کی حاملہ ہوئیں تو انہیں خواب میں بتایا گیا کہ تمہارے ہاں ایک بابرکت بچہ جنم لینے والا ہے۔ اس کا نام احمد رکھنا۔ اگرچہ کچھ روایات میں ہے کہ انہیں محمد ﷺ نام بتایا تھا۔ انہوں نے یہ بات جناب عبدالمطلب کو بتائی چنانچہ رسم و رواج کے مطابق ساتویں روز جب بچے کا عقیقہ ہوا تو اس محفل میں جناب عبدالمطلب نے اپنی

Marfat.com

برادری کے سامنے بچے کا نام محمد ﷺ ہی رکھا۔ اس خواب اور دیگر علامات سے بی بی آمنہؓ جان گئی تھیں کہ ہونے والا بچہ بڑا ہو کر نبی مبعوث ہوگا۔ مستقبل کے نبی کو جن امتیازی خصوصیات کا مالک ہونا چاہیئے، بی بی آمنہؓ نے انہی خیالات کا اظہار دو مرتبہ کیا۔ اولاً جب آپ ﷺ کو بی بی حلیمہ کے سپرد کیا اور ثانیاً جب آپ کا انتقال ہونے والا تھا۔ ان باتوں کا علم صرف اسی خاتون کو ہو سکتا تھا جو دین ابراہیمی سے مشرف اور جہالت کی تاریکیوں سے دور ہو۔

محمد بن عمر کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کو حلیمہ اپنے گھر لے چلیں تو آمنہؓ بنت وھب نے کہا:

"جسم پر جو مصائب گذرتے ہیں۔ جو برائی و خرابی ہوتی ہے۔ جو آفات و امراض پیش آتے ہیں۔ ان سب سے میں اس بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں اور اس کے لئے خدا سے پناہ مانگتی ہوں۔

میں اس وقت تک کے لئے اس کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں کہ اس کو حلال معاملے کا کرنے والا اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرنے والا نہ دیکھ لوں۔

اور صرف غلاموں ہی کے ساتھ نہیں بلکہ یہ بھی دیکھوں کہ ان کے علاوہ دوسرے ادنی درجہ کے لوگوں کے ساتھ نیکیاں کر رہا ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد اول)

مقام ابوا پہ جناب آمنہؓ بیمار پڑی تھیں۔ بیماری اتنی بڑھ چکی تھی کہ انہوں نے مکہ کے لئے واپسی کا سفر موقوف کر دیا تھا۔ وہ موت کی آہٹ سن رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے جو کچھ کہا وہ تمام ابہام دور کر کے ایک واضح ترین تصویر ہمیں پیش کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اور اس کی شہادت ام ایمن اور مدینہ کی ایک خاتون اسما بنت ابی رہم نے دی جس کی والدہ حضرت آمنہؓ کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھیں۔ سیدہ آمنہؓ نے فرمایا۔

اے میرے بیٹے تو اس باپ کا فرزند ہے جو سردار اور شریف قوم تھا جس نے خدائے برتر و اعلیٰ کی مدد سے نجات پائی اور جس کے بدلے میں اس روز جب تیروں سے قرعہ اندازی ہوئی، ایک سو اونٹ ہدیہ دیئے گئے۔۔ خدا تجھے بابرکت کرے۔ جو کچھ میں

Marfat.com

نے خواب میں دیکھا ہے اگر وہ درست ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل عالم کے لئے نبی مبعوث ہوگا۔ تو حلال وحرام میں نبی مبعوث ہوگا۔ جو تیرے پاک باز جد اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ کا دین تھا اور اللہ تجھے بتوں سے بچائے رکھے اور اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ تو لوگوں کے ساتھ مل کر بتوں کی تعظیم اور ان کے لئے ذبح کرے ہر ذی روح کو مرنا ہے، میں بھی مر رہی ہوں۔ لیکن میرا نام ہمیشہ زندہ رہے گا کیونکہ میں نے تم کو جنم دیا ہے اور تم طیب و طاہر ہو۔ (رسالہ سالک الحنفا)۔

علامہ زرقانیؒ حضرت آمنہؓ کے آخری وقت کے اشعار وکلمات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

حضرت آمنہؓ کا یہ قول اس بات کی صریح دلیل ہے کہ وہ موحدہ تھیں۔ انہوں نے دین ابراہیم اور اپنے فرزند کا اللہ کی طرف سے نبی مبعوث ہونا بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کو بتوں کی تعظیم وعبادت اور دوستی سے روکنے کی دعا کی ہے اور یہی توحید ہے۔ اس کے سوا اور کوئی چیز توحید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی الوہیت کا اعتراف و اقرار اور اس کے ساتھ کسی شریک کی نفی اور بتوں کی عبادت سے برآت وغیرہ کی جائے۔ عہد جاہلیت میں بعثت سے پہلے کفر سے بری ہونے اور صفت توحید کے ثبوت کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

حضرت ابو طالب:

حضرت ابو طالب کے حالت شرک وکفر میں مرنے کی بطور خاص تشہیر کی جاتی ہے۔ ایسے واقعات اور روایات پیش کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہو کہ جناب ابو طالب، رسول اکرم ﷺ کی خواہش واصرار کے باوجود اسلام لانے پر تیار نہ ہوئے اور بالآخر مشرک وکافر ہو کر اس دنیا سے اُٹھے۔ یہ طوفان دراصل بنو امیہ کے دور میں اٹھایا گیا۔ احادیث وروایات وضع کی گئیں اور اس کا مقصد صرف اور صرف جناب علی کرم اللہ وجہہ کی قدر ومنزلت کم کرنا تھا۔ عزیزان رسول کو برا کہنا قانون بنی امیہ بن چکا تھا۔ جو عزیزانِ رسول کو جتنا زیادہ برا ثابت کرتا انعام پاتا۔

Marfat.com

بنی امیہ نے اپنے دور میں بنی ھاشم سے مخالفت کی جو بنیاد ڈالی تھی اس پر دفتروں کے دفتر تحریر ہوئے۔ چنانچہ بڑے بڑے محققین نے حدیث کے بنیادی اُصول دانستہ نظر انداز کئے۔ علما کرام کا فیصلہ ہے کہ احادیث تین قسم کی ہیں۔

پہلی قسم میں مستند اور متفق علیہ احادیث ہیں جن کے راوی اول تا آخر صادق اور معیار راویان حدیث پر پورے اترتے ہیں۔

دوسری قسم موضوع ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔

تیسری قسم ضعیف ہے۔ اس کی کچھ اصل تو ہوتی ہے لیکن اس کا تسلی بخش ثبوت نہیں ملتا۔

عام طور پر حدیث بخاری اور صحیح مسلم کو مستند اور معتبر مانا جاتا ہے۔ حضرت ابو طالب کے بارے میں ان کی روایات ملاحظہ کریں۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔

ہم سے اسحاق نے، ان سے یعقوب بن ابراہیم نے، ان سے ابی نے ان سے صالح نے ان سے ابن شہاب زھری نے ان سے سعد ابن میسّب نے اور ان سے ان کے والد میسّب نے بیان کیا کہ جب ابو طالب کی وفات قریب ہوئی تو رسول خدا ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ پس آپ نے ان کے پاس وہاں ابو جہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ کو موجود پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا کہ اے چچا، لا الہ الا اللہ کہہ دو۔ میں تمہارے لئے اللہ کے پاس اس کی گواہی دوں گا۔

ابو جہل اور عبداللہ نے کہا اے ابو طالب کیا تم عبدالمطلب کے طریق سے پھر جاؤ گے۔ رسول اللہ بار بار کلمہ شریف پر اُن کی دعوت دیتے رہے اور وہ دونوں وہی بات کہتے رہے۔ یہاں تک کہ ابو طالب نے سب سے آخری گفتگو جو اُن سے کی۔ اس میں کہا کہ وہ عبدالمطلب کے طریق پر ہیں۔ اور انہوں نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ مر گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ جب تک مجھے اس سے منع نہ کیا جائے چنانچہ آپ استغفار کرنے لگے جس پر اللہ نے قرآن مجید میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (حدیث نمبر ۱۲۵۹)

Marfat.com

ترجمہ: ان کے معاملہ میں تو خود نبی یا مومنین کے لئے بھی جائز نہیں کہ جب وہ مشرکین قانون خداوندی کے مطابق سزا کے لئے ماخوذ ہوں تو ان کے لئے اس سزا سے محفوظ رہنے کی آرزو کریں (سورۃ توبہ۔آیت ۱۱۳)

امام مسلم کہتے ہیں:

مجھ سے حرملہ یحییٰ نے ان سے عبداللہ بن وھب نے، ان سے یونس نے، ان سے ابن شہاب زہری نے، ان سے سعید بن میتب نے ان سے ان کے والد میتب نے بیان کیا کہ جب ابوطالب کا وقت وفات آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور وہاں ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کو ان کے پاس موجود پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔اے چچا کلمہ لاالـــہ الاالـلـہ کہہ دیجئے۔اس کے ذریعے میں خدا کے سامنے آپ کے حق میں گواہی دوں گا۔اس پر ابوجہل اور عبداللہ نے کہا اے ابوطالب، کیا تم عبدالمطلب کے طریق سے انحراف کرو گے۔رسول اللہ ﷺ ابوطالب کو مسلسل کلمہ کی دعوت دیتے رہے اور وہ دونوں برابر اپنے قول کا اعادہ کرتے رہے۔یہاں تک کہ جو آخری بات ابوطالب نے کہی وہ یہ تھی کہ وہ عبدالمطلب کے طریق پر قائم ہیں۔اس پر رسول اللہ نے فرمایا۔خیر، خدا کی قسم میں ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا۔ جب تک مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے۔پس اللہ عزوجل نے سورہ توبہ، آیت نمبر ۱۱۳ نازل فرمائی۔(صحیح مسلم جلد اول)

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ عبدالمطلب بھی حالت کفر وشرک میں وفات پاگئے اور ابوطالب نے بھی آخری سانس تک کلمہ نہ پڑھا۔اور مسلمان نہ ہوئے اور یہ بات بھی مشترک ہے کہ ان حدیثوں کا راوی میتب ہے جو صحابی رسول اللہ ہے۔لیکن میتب فتح مکہ کے موقع پر ۸ ہجری میں مسلمان ہوئے تھے۔

ابوطالب کا انتقال مکہ میں ہجرت سے تین سال قبل ہوا تھا۔گویا میتب کے مشرف بہ اسلام ہونے سے دس گیارہ برس پہلے ابوطالب کی وفات ہو چکی تھی۔اس لئے ابو طالب کی وفات کے وقت میتب کا موجود ہونا اور گواہ بن کر گواہی دینا بے معنی اور غلط ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ خود میتب نے کسی حدیث میں اس کا ذکر نہیں کیا کہ وہ ابوطالب کی

Marfat.com

وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھے اور وہ وقت آنکھوں سے دیکھا اور وہ باتیں کانوں سے سنی تھیں۔ نہ کسی ایسے شخص کا نام بتایا ہے جو اس واقعہ کا شاہد اور گواہ ہو جس سے میسّب نے یہ واقعہ سن لیا ہو۔ چنانچہ اس تحقیق کے بعد میسّب والی حدیثیں بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ ان غلط حدیثوں کی تردید میں علامہ شبلی نعمانی اپنی تصنیف سیرۃ النبی ﷺ میں لکھتے ہیں۔

ابوطالب کے اسلام لانے کے متعلق اختلاف ہے لیکن چونکہ بخاری کی روایت عموماً صحیح تر مانی جاتی ہے اس لئے محدثین زیادہ تر ان کے کفر کے ہی قائل ہیں۔ لیکن محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت چنداں قابل حجت نہیں۔ کیونکہ آخری راوی میسّب ہیں جو فتح مکہ میں اسلام لائے اور ابوطالب کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود نہ تھے۔ اس بنا پر علامہ عینی مصنف عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔

حدیث کے متعلق محدثین نے چند علامات موضوع حدیث کے بارے میں بتائی ہیں۔ ملا علی قاری موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں کہ حدیث کے موضوع ہونے کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے۔

کہ یہ حدیث باطل ہے

اب اس آیت قرآنی کا سیاق سباق دیکھتے ہیں جس کے متعلق کہا گیا کہ آنحضرت کو ابوطالب کی وفات پر استغفار کرنے پر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ نازل فرمائی۔

یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ سورۃ توبہ کا نزول ۹ ہجری میں جنگ تبوک کے بعد ہوا۔ ابوطالب کا انتقال تو اس سورۃ کے نزول سے بارہ برس پہلے ہو چکا تھا۔ اس لئے اس آیت کا ابوطالب کی وفات سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ یہ حدیث موضوع ہے یعنی اس کی کوئی اصل نہیں۔

ان حدیثوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جناب ابوطالب کے پاس دین حق کی دعوت لے کر اس وقت تشریف لے گئے جب حضرت ابوطالب پر موت کا عالم

Marfat.com

تھا۔ ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ عمل قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف ہے قرآن پاک میں سورۃ یونس میں فرعون کے ذکر میں کہا گیا:

ترجمہ: ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلائی اور انہیں سلامتی کے ساتھ دریا کے پار اُتار دیا۔ فرعون نے اُن کا تعاقب کیا تا کہ انہیں پکڑ کر اُن پر ظلم و ستم کرے لیکن فرعون نے اس کا اندازہ نہ لگایا کہ وہ دریا میں غرق ہو جائے گا۔ چنانچہ جب فرعون معہ اپنے لشکر کے غرق ہونے لگا اور اپنی موت کو سامنے دیکھ لیا تو پکار اُٹھا کہ میں خدا پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں۔ میں بھی ان مسلمانوں میں سے ہونا چاہتا ہوں جو اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اس پر (وحی خداوندی نے بزبان) موسیٰؑ کہا کہ تو ساری عمر حق و انصاف کی راہ سے سرکشی اختیار کئے رہا اور ملک میں فساد انگیزیاں کرتا رہا۔ تجھ سے بارہا کہا گیا کہ اس روش کو چھوڑ دے ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ لیکن تم نے اپنے اقتدار کے نشہ میں ایک نہ مانی۔ اب جب موت سامنے دکھائی دے رہی ہے تو خدا یاد آ گیا اور خدا پر ایمان یاد آ گیا۔ اب اس ایمان کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ جو ایمان ڈر اور خوف کی بنا پر لایا جائے وہ ایمان کہلا ہی نہیں سکتا۔

قرآن مجید کے اس فیصلہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب موت سامنے آ جائے تو اس وقت ترک کفر کر کے اللہ پر ایمان لانا بے سود ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک اس کا گھونگھٹ بولنا نہ شروع کر دے اور اس پر موت کا سکرات طاری نہ ہو۔ (تفسیر کبیر جلد چہارم)

اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومن میں اسکی وضاحت کر دی:

ترجمہ: ''لوگوں نے جب ہمارے عذاب کو دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ ہم ایک خدا پر ایمان لائے اور جن کو ہم اس کا شریک گردانتے تھے۔ اب ہم ان کو نہیں مانتے۔ لیکن یہ اس وقت کہاں تھے جب لوگوں نے اللہ کا عذاب آتے ہوئے دیکھ لیا۔ چنانچہ اس وقت ان کا ایمان لانا سود مند نہیں ہوسکتا۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو اپنے بندوں کے لئے ہمیشہ سے چلی

Marfat.com

آرہی ہے اور کافر لوگ اس وقت خسارے میں رہتے ہیں۔ (سورۃ مومن آیت ۸۴-۸۵)

رسول اللہ ﷺ کوئی ایسی بات نہیں کرتے تھے جس کی ممانعت اللہ تعالیٰ کر دے۔ اس لئے یہ خیال کرنا کہ آپ نے چچا کی زندگی کے آخری لمحوں میں انہیں ایمان لانے کی دعوت دی قرین قیاس نہیں۔ آپ ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد اور پہلے کی زندگی آپ ﷺ کے چچا پر کھلی کتاب کی طرح تھی۔ قریش کے مقاطعہ کی دستاویز کو دیمک چاٹ جانے کی اطلاع دیتے ہوئے جناب ابو طالب نے عمائدین قریش سے کہا تھا کہ...... میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ یہ صورت پیش آچکی ہے اور وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ جس چچا کو اپنے بھتیجے کی راست گوئی کا اتنا یقین ہو وہ ایمان لائے بغیر کیونکر رہ سکتا تھا۔

حضرت ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے واقعات اور احادیث وضع کرنا دراصل مخالفت کی سیاسی لہر کا نتیجہ تھا۔ یہ سب کچھ شاہ سے زیادہ شاہ کے وفاداروں نے کیا۔ حضرت ابو طالب کا قصور یہ تھا کہ وہ حضرت علیؑ کے والد تھے۔

نبی کریم ﷺ پر مکمل ایمان اور آپ کی رسالت کی صداقت کے بارے میں حضرت ابو طالب کے مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

"اے میرے بھتیجے، خدا کی قسم جب تک ابو طالب مٹی میں نہ سو جائے اور لحد کو اپنا بستر نہ بنا لے، دشمن ہرگز ہرگز تم تک نہ پہنچ سکیں گے۔

لہذا کسی چیز سے نہ گھبرانا اور اپنی ذمہ داری اور ماموریت کا ابلاغ کرتے رہنا، بشارت دیتے رہو اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاؤ۔

تم نے مجھے اپنے مکتب کی دعوت دی۔ میں اچھی طرح معرفت رکھتا ہوں کہ تمہارا ہدف و مقصد صرف اور صرف پند و نصیحت کرنا اور بیدار کرنا ہے۔ تم اپنی دعوت میں امین اور صحیح ہو۔

میں یہ جانتا ہوں کہ محمد (ﷺ) کا دین و مکتب تمام ادیان و مکاتب میں سب سے بہترین ہے۔

اے قریش کیا تمہیں معلوم نہیں کہ محمد (ﷺ) موسیٰ کی مثل ہیں اور ان ہی کی مانند

Marfat.com

خدا کے پیغمبر اور رسول ہیں جن کے آنے کی پیش گوئی پہلی آسمانی کتابوں میں موجود ہے اور ہم نے اسے پالیا۔ (حی علی خیر البشر۔ بلاغت حسین)

کیا اب بھی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ مسلمان حضرت ابو طالب کے دین مصطفےٰ ﷺ پر ایمان میں کسی قسم کا شک وشبہ کریں۔

Marfat.com

دسواں باب:

والدین کے حقوق

رسول اکرم ﷺ کو اپنے حقیقی والد اور حقیقی والدہ کے حقوق ادا کرنے اور ان کی اطاعت و خدمت کا موقع ہی نہ ملا۔ ورنہ ہمارے سامنے ایک مثالی بیٹے کا کردار بھی آجاتا لیکن آپ ﷺ نے اس حوالے سے واضح تعلیمات دی ہیں۔ والدین خاندان کی اصل اور جڑ ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر والدین کی مشترکہ حیثیت کو تفصیل سے بیان کیا گیا اور بتایا گیا کہ والدین کا درجہ بہت بڑا ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ نیکی کرو (النساء۔۳۶)

قرآن پاک میں شرک سے نہایت سختی سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کا حکم دیا گیا یعنی جس قدر ضروری شرک سے بچنا ہے اسی قدر ضروری والدین کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ قرآن پاک میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک اور اپنے شکر کے بعد والدین کا شکر ادا کرنے کا حکم ہے۔ کیونکہ انسان کے لئے سب سے بڑی نعمت اس کا وجود، اس کی پرورش اور اس کی

Marfat.com

تربیت ہے۔ اگرچہ انسان کے وجود کا حقیقی سبب تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن ظاہری اور دنیاوی سبب اس کے والدین ہیں۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو نعمتیں دے کر اس سے ان کا معاوضہ نہیں چاہتا اسی طرح والدین بھی اپنی اولاد کو کسی معاوضے کی توقع اور لالچ کے بغیر نعمتوں سے سرفراز کرتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمتیں عطا کرتے ہوئے نہ تھکتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے گناہ گار بندے پر بھی اپنی رحمت کے دروازے بند نہیں کرتے۔ اسی طرح والدین بھی چاہے ان کی اولاد نالائق ہو پھر بھی اس کو اپنی شفقت و محبت سے محروم نہیں رکھتے بلکہ نافرمانیوں اور گستاخیوں کے باوجود بار بار معاف کرتے اور اپنی شفقت و محبت کا مرکز بناتے رہتے ہیں۔ البتہ اپنی اولاد کو مختلف قسم کے نقصانات سے بچانے کے لئے نصیحت و ہدایت کرتے رہتے ہیں۔

سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ: اور تیرے پروردگار نے حکم دے رکھا ہے کہ اس (ایک رب) کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ حسن سلوک رکھنا۔'' (بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۲۳)

اس آیت میں پھر تاکید کی جارہی ہے کہ انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ غیر اللہ کی عبادت سے مکمل اجتناب کرے۔ اس لئے کہ ''تمہارا رب اس بات کا حکم دے چکا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔ عبادت تو اسی کی فرض ہے جو زندگی کی نعمتیں عطا کرتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ والدین کے لئے حسن سلوک کا حکم بھی ہے۔

چونکہ انسان کے وجود کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اور اس کا ظاہری سبب اس کے والدین ہیں اس لئے پہلے حقیقی سبب کی تعظیم کا حکم فرمایا گیا اور اس کے ساتھ ہی ظاہری سبب بننے والوں کی تعظیم کا حکم دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ منعم حقیقی ہے۔ اس کی نعمتوں کا شکر بجالانا واجب ہے۔ اسی لئے اس کی عبادت فرض ہے۔ دنیا میں اللہ کے بعد سب سے بڑے منعم والدین ہیں۔ ان کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

Marfat.com

جس نے لوگوں کا شکر نہ ادا کیا اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہ کیا۔ (سنن ترمذی۔ مسند احمد)

اولاد پر والدین کے جتنے احسانات ہوتے ہیں اتنے احسانات مخلوق میں کسی اور کے نہیں ہوتے۔ بچہ ماں باپ کے جسم کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ماں باپ بچے پر فطری طور پر شفقت اور محبت کرتے ہیں۔ وہ اسے ہر قسم کے ضرر سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خود تکالیف اٹھا لیتے ہیں لیکن اپنے بچے کو تکلیف نہیں پہنچنے دیتے۔

بچپن میں انسان بہت کمزور ہوتا ہے۔ شیر خواری کے دنوں میں تو اپنے اوپر بیٹھنے والی مکھی کو بھی نہیں اڑا سکتا۔ وہ غذا کے لئے موسم کی سختیوں سے تحفظ کے لئے بھی بڑوں کا مرہون منت ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں یعنی بچپن کی ناتوانی اور محتاجی میں والدین اس کا بے لوث سہارا بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دیگر مخلوقات کی طرح بقائے نسل کے لئے انسانوں میں بھی اپنی اولاد کو پروان چڑھانے کی جبلت اور فطرت ودیعت کر رکھی ہے۔ دیگر جانداروں میں اولاد اپنی پرورش کا صلہ دینے کی پابند نہیں لیکن نوع انسان کو اس کا پابند بنایا گیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ: اور آپ کا رب حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا، والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور اگر تمہاری زندگی میں وہ دونوں یا ان میں سے ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے تو اس کو اف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور نہ ان سے بے ادبی سے بات کرنا اور ان کے سامنے عاجزی اور رحم دلی کا بازو جھکائے رکھنا اور یہ دعا کرنا۔ اے میرے رب ان پر رحم فرمانا جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی۔

(بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۲۳-۲۴)

انسان پر سب سے بڑے احسانات والدین کے ہیں کہ انہوں نے اس کی پرورش کی۔ بچپن میں اس کی کفالت کی اس کو تحفظ دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کی انتہائی توقیر و تعظیم اور حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ فرمایا گیا کہ اگر تمہاری زندگی میں وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کی منزل کو پہنچ جائے تو اس کو نہ جھڑکنا بلکہ اف تک نہ کہنا۔ جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کی طاقتیں اور توانائیاں مضمحل ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ

Marfat.com

بعض اوقات روزمرہ زندگی کے معمولات میں دوسروں کا دستِ نگر ہو جاتا ہے۔ اس عالم میں وہ جذباتی طور پر اتنا حساس ہو جاتا ہے کہ اگر اولاد اُسے جھڑک کے اف تک بھی کرے تو اُسے گراں گزرتا ہے۔ چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ جب وہ بوڑھے، ضعیف اور کمزور ہو جائیں تو اُن کے لئے اپنے منہ سے کوئی سخت جملہ کوئی کرخت کلمہ نہ نکالو کہ ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔ اس لئے ان کے ساتھ احترام کے ساتھ بات کرو۔ نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو۔ ان کے لئے تمہاری زبان سے کلمہ خیر نکلنا چاہئے کہ انہوں نے تم پر ایسا احسان کیا ہے جسے بھلایا نہیں جا سکتا۔ یعنی اس وقت پرورش کی جب تم چھوٹے، کمزور و ناتواں تھے۔ اور دعا کیا کرو کہ اے پروردگار اُن پر رحم فرما۔ جس طرح انہوں نے مجھ پر بچپن میں رحمت اور شفقت کی۔

پھر اس آیت مبارکہ میں کہا گیا ہے۔ کہ ان کے سامنے عاجزی اور رحم دلی کا بازو جھکائے رکھو۔ یعنی ماں باپ کے سامنے اکڑنے کی بجائے عجز وانکسار کے ساتھ رہا جائے۔ پھر دعا کا حکم ہے کہ اے میرے رب، ان پر رحم فرمانا جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھ پر رحم کیا یعنی پرورش کی۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کی ترغیب ہی نہیں حکم دیا گیا ہے۔ بعض انبیائے کرام کی اس لئے تعریف فرمائی کہ انہوں نے اپنے والدین کے ساتھ مثالی سلوک کیا۔ حضرت یحییٰ علیہ اسلام کے بارے میں کہا گیا۔

ترجمہ: اور وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش و نافرمان نہیں تھے۔ (سورۃ مریم۔ آیت۔۱۴)

حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے بارے میں کہا گیا:

ترجمہ: اور مجھے اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔ (سورۃ مریم۔ آیت۔۳۲)

ان آیات مبارکہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ والدین سے نیکی اور حسن سلوک ضروری اور سرکشی اور نافرمانی سے گریز لازمی ہے۔ علما کا کہنا ہے کہ جو شخص والدین کا

Marfat.com

نافرمان ہوگا وہ متکبر اور بد بخت ہوگا۔ والدین سے حسن سلوک کا فریضہ اتنا ہی قدیم ہے جتنی نوع انسانی۔ یہ فریضہ شریعت موسوی میں بھی موجود تھا اور شریعت عیسوی میں بھی۔ شریعت محمدی میں تو اس کی پابندی سوا کردی گئی۔

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں رکھا۔ اور اس کا دودھ چھڑانا دو برس میں ہے (اور یہ کہ) تو میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا (کہ تو نے) میری طرف لوٹنا ہے۔

والدین کے لئے قرآن پاک میں جن میں مقامات پر نیکی اور حسن سلوک کا حکم دیا گیا وہاں ایک اہم نکتہ پایا جاتا ہے۔ مثلاً جب بھی والدین کی خدمت اور حسن سلوک کا حکم دیا گیا وہاں پہلے خدا کی عبادت کرنے اور شرک سے گریز کرنے کے احکامات ہیں لیکن یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ شرک کرنے والے والدین کی خدمت سے پہلو تہی کرو۔ کہا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بعد والدین کی اطاعت کی جائے۔ اگر والدین مشرک ہوں تو پھر بھی ان کی خدمت اور صلہ رحمی سے کام لیا جائے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کر کے والدین کی اطاعت کا حکم نہیں۔

قرآن پاک میں والدین کے بارے میں ایک مقام پر فرمایا گیا ہے۔

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ اس کی ماں نے بڑی مشقت کے ساتھ اس کو پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر ہی اس کو جنم دیا۔ اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس ماہ لگ گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار، مجھے توفیق دے کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائیں اور ایسا نیک عمل کروں جس سے آپ خوش ہوں اور میری اولاد کو بھی نیک بنا کہ مجھے سکھ چین دیں۔ میں آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور تابع اور فرماں بردار بندوں میں سے ہوں۔ (سورۃ الاحقاف۔۱۴)

Marfat.com

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ ماؤں کی اس مشقت کا ذکر کیا ہے جو عرصہ حمل وضع حمل اور رضاعت سے متعلق ہے۔ اور پھر کہا گیا کہ جو لوگ صاحب عقل اور سپاس گزار ہوتے ہیں وہ جوان ہونے پر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق دے جو اس نے ان کو اور ان کے والدین کو عطا کیں۔ اور پھر اظہار تشکر اور حسن سلوک کے سلسلہ کو آگے بڑھانے کے لئے دعا ہے کہ اے اللہ میری اولاد کو بھی نیک بنا تا کہ مجھے تسکین واطمینان حاصل ہو۔ اس آیت مبارکہ کا خصوصی نکتہ والدین کا تذکرہ ہے جو اولاد کے لئے خاص طور پر تکالیف برداشت کرتی ہے۔ منشاو مقصد یہ یاد کرانا ہے کہ تمہاری ماں نے اتنی صعوبتیں برداشت کی ہیں اس لئے خصوصی توجہ اور حسن سلوک کی مستحق ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں نبی رحمت ﷺ کے ارشادات انسانیت کے ۔ ، بام عروج پر ہیں۔ آپ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کی ہر حال میں تاکید کی ہے چاہے والدین غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ میں آپ ﷺ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں دونوں زندہ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم اللہ سے اجر چاہتے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ فرمایا اپنے ماں باپ کے پاس جاؤ اور ان سے نیک سلوک کرو۔ (مسلم)

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے منبر کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے تین بار آمین کہا...... صحابہ نے پوچھا۔ یارسول اللہ! آپ نے کس بات پر آمین کہا...... آپ ﷺ نے بتایا کہ جبرئیل نے ہر سیڑھی پر مجھے ایک بات کہی اور تیسری سیڑھی پر مجھے کہا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے ماں یا باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہ کیا۔ آپ کہئے آمین تو میں نے کہا آمین......

(ترمذی۔ مسند احمد۔ مستدرک حاکم)

Marfat.com

''کوئی اولاد اپنے والدین کا اس وقت تک حق ادا نہیں کر سکتی جب تک انہیں غلام دیکھ کر انہیں خرید کر آزاد نہ کر دے۔(مسلم۔ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ نے ماں کے تین درجے بیان فرمائے۔اس نے کمزوری پر کمزوری برداشت کی۔بچے کو اپنے پیٹ میں رکھا۔پھر مشقت کے ساتھ جنم دیا اور پھر اس کو دودھ پلایا۔چنانچہ ماں کو باپ پر تین درجہ فضیلت ہے۔رسول اکرم ﷺ نے بھی ماں کی تین درجہ فضیلت بیان فرمائی۔

''حضرت ابوھریرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔یارسول اللہ میرے حسن خدمت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا۔تمہاری ماں۔

عرض کیا۔پھر کون؟

فرمایا......تمہاری ماں

عرض کیا۔پھر کون؟

فرمایا......تمہاری ماں

عرض کیا۔پھر کون؟

فرمایا......تمہارا باپ

(بخاری۔مسلم۔مسند احمد۔ابن ماجہ)

حضرت بریدہ بیان کرتے ہیں۔ایک شخص سرکار دو عالم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے سخت گرمی میں ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے دو فرسخ (تقریباً ۹ میل) سفر کیا۔اتنی سخت گرمی تھی کہ اگر اس میں کچے گوشت کا ٹکڑا ڈال دیا جاتا تو پک جاتا۔تو کیا میں نے ماں کا شکر ادا کر دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔یہ تو ماں کا تمہاری طرف کشادہ روئی سے دیکھنے کا بدلہ ہوا۔(معجم صغیر طبرانی)

حضرت عبداللہ عباس فرماتے ہیں۔ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا۔یارسول اللہ ﷺ میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے

Marfat.com

لئے مکہ فتح کر دیا تو میں بیت اللہ جا کر اس کی نچلی چوکھٹ کو بوسہ دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم اپنی ماں کے قدم کو بوسہ دے دو تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔

سیدہ اسماء بنت ابوبکرؓ فرماتی ہیں کہ میری ماں گھر آئی وہ رسول مقبول ﷺ کے زمانہ میں ایمان نہیں لائی تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا...... میری ماں آئی ہے اور مجھ سے کسی چیز کی خواہش مند ہے۔ کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہو۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد)

حضرت ابوھریرہ نے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ جس شخص نے اپنے والدین یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قبر پر ہر جمعہ کو حاضری دی تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اور اسے مطیع وفرماں بردار لکھ دیا جاتا ہے (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

زبان زد خاص وعام یہ حدیث ہے کہ
جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

اسی طرح باپ کی اطاعت وفرمابرداری پہ زور دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا تھا باپ کے غصہ میں اللہ کا غصہ ہے۔

حضرت امام بیہقی۔ شعب الایمان میں حدیث بیان فرماتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا:

"اگر میں اپنے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو پالیتا اور میں عشاء کی نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھ چکا ہوتا تو اس حالت میں میری والدہ مجھے آواز دیتیں کہ اے محمد (ﷺ) تو میں نماز چھوڑ کر جواب دیتا...... امی جان میں حاضر ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: حق مان میرا اور اپنے والدین کا۔ (سورۃ لقمان۔ آیت نمبر ۳۱)

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا دروازہ صرف ان کی زندگی تک ہی کھلا نہیں رہتا بلکہ ان کے مرنے کے بعد بھی وہ بدستور کھلا رہتا ہے۔ لہذا ان کے انتقال کے بعد بھی ان سے حسن سلوک برابر جاری رہنا چاہیئے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا۔ ایک شخص کے والدین یا ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جاتا ہے اور وہ ان

Marfat.com

کا نافرمان ہوتا ہے لیکن ان کے مرنے کے بعد وہ ان کے لئے دعا اور استغفار کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ہاں مطیع وفرماں بردار لکھ دیتے ہیں (بیہقی)

حضرت انس بن زرارہؓ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ''بیٹے کا اپنے والد کے مرنے کے بعد اس کے لئے استغفار کرنا بھی ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک ہے۔''

حضرت ابوھیریرہؓ فرماتے ہیں۔ رسول اکرمؐ کا ارشاد ہوا۔ ''جنت میں ایک شخص کے درجات بلند کردیئے جائیں گے۔ وہ بارگاہ ایزدی میں عرض کرے گا اے اللہ۔ میرے ساتھ یہ معاملہ کیوں ہوا؟ کہا جائے گا۔ تیرے بیٹے نے تیرے لئے استغفار کیا اس وجہ سے تمہارے درجات بلند کئے گئے (مسند احمد، ابن ماجہ)

ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن دینارؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں بتاتے ہیں کہ ایک بدو انہیں مکہ کے راستے میں ملا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انہیں سلام کیا اور اپنی سواری پر انہیں بٹھالیا۔ اپنے سر سے عمامہ اتار کر بھی انہیں دے دیا۔ عبداللہ بن دینار نے حضرت عبداللہ بن عمر سے پوچھا۔ اللہ آپ کو خوش رکھے یہ شخص تو ایک بدو ہے یہ ذرا سا دینے سے خوش ہو جاتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا۔ یہ شخص میرے والد کا دوست ہے اور میں نے سرکار دو عالمؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ بیٹا اپنے والد کے دوستوں سے صلہ رحمی کرے (مسلم)

حسن سلوک صرف یہی نہیں کہ ان کو مال دیا جائے یا ہر رات ان کے پاؤں دبائے جائیں بلکہ والدین سے نرم اور شستہ گفتگو کرنا بھی حسن سلوک میں داخل ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

ترجمہ: اور ان کے ساتھ ادب سے بات چیت کرو اور ان کے سامنے محبت اور انکسار کے ساتھ جھکے رہو (بنی اسرائیل ۲۴)

ابولہداج نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے پوچھا۔ اور ان کے ساتھ ادب سے بات چیت کا مطلب کیا ہے؟ جناب سعید نے فرمایا نرم لہجہ اور تواضع وانکساری سے گفتگو کرنا

Marfat.com

جوایک مجرم اپنے سخت گیر آقا اور مالک سے کرتا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ایک شخص سرکار دو عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ ایک بوڑھا شخص بھی تھا۔ آپؐ نے پوچھا۔ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اس نے عرض کیا۔ میرے والد۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ان کے آگے نہ چلنا۔ ان سے پہلے نہ بیٹھنا انہیں ان کا نام لے کر نہ پکارنا اور ان کو برا بھلا کہلوانے کا ذریعہ نہ بننا۔ (معجم الاوسط للطبرانی)

قرآن حکیم میں ہے کہ حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام کا والد آذر اگرچہ کافر تھا لیکن آپ پھر بھی اسے ''یا ابت'' کہہ کر پکارتے تھے۔ جس کا مطلب ہے ''اے میرے پیارے ابا جان۔'' سورۃ مریم میں ان کے یہ الفاظ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمائے ہیں تا کہ ہمیں اپنے والدین کو بلانے کا طریقہ آجائے۔

ماں کی نافرمانی کو گناہ کبیرہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی رحمتؐ نے ایک دفعہ چار بڑے گناہوں کا ذکر فرمایا اور اس میں سرفہرست ماں کی نافرمانی کو قرار دیا اور فرمایا کہ تمہارے خدا نے ماؤں کی نافرمانی تم پر حرام قرار دی۔ (بخاری کتاب الادب)

ایک دفعہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ۔ میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ کیا میرے لئے کوئی توبہ ہے؟ فرمایا۔ کیا تیری ماں زندہ ہے؟ عرض کیا۔ نہیں۔ دریافت فرمایا۔ خالہ ہے؟ عرض کیا۔ ہاں ہے۔ فرمایا اس کے ساتھ نیکی کر یہی اس کی توبہ ہے (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں مضمر ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔ (ترمزی، حاکم)

جب اولاد والدین کی خدمت کرے اور ان کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک کرے تو پھر والدین کے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اولاد کے لئے دعا نکلے گی۔ جو اللہ کے ہاں مقبول ہوگی کیونکہ حدیث نبوی ہے۔

تین دعائیں بلاشک وشبہ قبول ہوتی ہیں۔

Marfat.com

۱۔مظلوم کی دعا۔۲۔مسافر کی دعا اور۳۔اولاد کے حق میں والدین کی دعا (بخاری فی الادب المفرد، مسند احمد، ترمذی) ابن ماجہ میں یہ الفاظ ہیں۔ والد کا اپنے بیٹے کے لئے دعا کرنا۔

حضرت ثوبان سے روایت ہے۔رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: چار آدمیوں کی دعا مقبول ہوتی ہے۔نیک اور عادل حکمران،ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے لئے اس کی پیٹھ پیچھے دعا،مظلوم کی دعا اور والد کی اپنی اولاد کے لئے دعا۔(حلیۃ اولیاء)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی ، ناحق قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا ہیں۔(بخاری)

والدین کو غمگین کرنا یعنی کوئی ایسی بات کرنا جس سے وہ غم زدہ ہوں یا رونے لگیں، نافرمانی میں داخل ہے۔حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا۔جس شخص نے والدین کو غمگین کیا اس نے ان کی نافرمانی کی۔اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ کا ارشاد ہے۔جس شخص نے والدین کو رلایا اس نے ان کی نافرمانی کی (الادب المفرد۔بخاری)

نبی محتشم نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے والدین کو برا بھلا کہنا اور گالی دینا بھی ہے۔عرض کیا گیا۔یا رسول اللہ۔کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔جب وہ کسی کے والدین کو گالی دیتا ہے اور وہ جواب میں اس کے والدین کو گالی دیتا ہے تو یہ والدین کو گالی دینا ہی ہے (بخاری، مسلم)

احادیث نبوی سے واضح ہے کہ والدین کو ترچھی نگاہ سے دیکھنا بھی نافرمانی میں داخل ہے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں۔رسول مقبولؐ نے ارشاد فرمایا۔جس شخص نے والد کو ترچھی نظر سے دیکھا اس نے والد کے ساتھ حسن سلوک نہیں کیا اور نہ ہی اس کی اطاعت کی۔(بیہقی)

معجم کبیر میں طبرانی کے الفاظ ہیں۔"جس نے والد کو غصہ کی تیز نگاہ سے دیکھا۔

Marfat.com

اس نے نافرمانی اور حکم عدولی کی چاہے زبان سے کچھ نہ کہا۔ تیز نگاہ سے دیکھا بھی اطاعت کے منافی اور نافرمانی میں داخل ہے۔ نافرمانی جس طرح زبان سے ہوتی ہے۔ اسی طرح ترچھی نگاہ اور غصہ کے ساتھ دیکھنے سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت ابوھریرہ روایت کرتے ہیں۔ رسول رحمتؐ نے ارشاد فرمایا۔ جس نے قرآن حکیم پر عمل نہیں کیا اس نے اس کی تلاوت ہی نہیں کی یعنی پڑھا ہی نہیں۔ اور جس نے نافرمانی کی حالت میں والدین کی طرف ترچھی نگاہ سے دیکھا اس نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا ہی نہیں۔ یہ لوگ مجھ سے بری ہیں اور میں ان سے بری ہوں۔ (دارقطنی)۔

والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے چنانچہ احادیث نبوی بتاتی ہیں کہ اس گناہ کی سزا بھی اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی رکھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالمؐ نے ارشاد فرمایا۔ تین آدمی ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے۔ شرابی، والدین کا نافرمان اور وہ دیوث جو اپنے گھر والوں میں بے حیائی کو برقرار رکھے اور اسے نہ روکے (مسند احمد، نسائی، بزار، حاکم)۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، فرماتے ہیں۔ رسول مقبولؐ کا ارشاد ہے۔ والدین کی نافرمانی سے بچو، اس لئے کہ جنت کی خوشبو بھی والدین کا نافرمان نہیں سونگھ سکے گا چاہے ہزار سال کے فاصلہ سے وہ آئے۔ قطع رحمی کرنے والے کو، بوڑھے زانی کو اور تکبیر کی وجہ سے اپنے آزار کو زمین پر گھسٹ کر چلنے والے کو اور بڑائی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ (مسند الفردوس۔ دیلمی)

جناب ابوھیریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔ ''چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو جنت میں داخل نہ کرنا اور اپنی نعمتوں سے محروم رکھنا۔ اللہ تعالیٰ پر لازم اور ضروری ہے۔ شرابی، سود خور، یتیم کا حق مارنے والا اور والدین کا نافرمان (مستدرک حاکم)

والدین کی نافرمانی اخروی فلاح میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ حضرت عمرو بن مرہؓ کی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ میں نے اس بات کو گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ

Marfat.com

کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور پانچوں وقت کی نماز پڑھی اور اپنے مال کی زکواۃ دی اور رمضان کے روزے رکھے۔'' نبی مکرمؐ نے فرمایا۔ جو شخص اس حالت میں مرے گا وہ قیامت کے روز انبیاء کرام صدیقین اور شہداء کے ساتھ اس طرح ہوگا'' اور آپؐ نے دونوں انگلیاں اٹھائیں اور انہیں ساتھ ملایا اور کہا جب تک کہ وہ اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرے۔
(احمد بن حنبل وطبرانی)

اللہ تعالیٰ والدین کی نافرمانی کرنے والے شخص کے نیک اعمال بھی قبول نہیں فرماتے۔ حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن کے نہ کسی فرض کو اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں اور نہ کسی نفل کو۔ والدین کے نافرمان، احسان جتلانے والے اور تقدیر کے منکر، (کتاب السنہ)۔

حضرت ثوبان کی روایت ہے۔ خاتم النبینؐ نے فرمایا ''تین گناہ ایسے ہیں جن کے ہوتے ہوئے کوئی عمل نفع نہیں پہنچاتا۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔ (الطبرانی معجم الکبیر)

یہی نہیں کہ اس کے اعمال صالحہ قبول نہیں ہوتے بلکہ والدین کے نافرمان کو فوری سزا بھی دی جاتی ہے۔ حضرت صدیق اکبر فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے۔ اللہ گناہوں میں سے جس کی سزا موخر کرنا چاہیں، قیامت کے روز تک موخر فرمادیتے ہیں سوائے والدین کی نافرمانی کرنے والے کی کہ اس کو اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے ہی دنیا میں سزا دے دیتے ہیں (الادب المفرد۔ بخاری، حاکم مستدرک)۔

امام بخاری اپنی تاریخ کبیر میں اور امام طبرانی اپنی معجم کبیر میں روایت نقل کرتے ہیں کہ دو چیزوں پر اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی عذاب دے دیتے ہیں بغاوت اور والدین کی نافرمانی۔

اسی موضوع پر حضرت زید بن ثابت نے رسول اکرمؐ کا ارشاد روایت کیا ہے کہ پانچ گناہ ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد سزا دیتے ہیں۔ بغاوت و والدین کی نافرمانی، غدر، قطع رحمی اور ناشکری۔

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ نے رسول اللہ ؐ کا ارشاد بیان کیا کہ اچھائی اور بھلائی کے جن کاموں میں بہت جلدی ثواب ملتا ہے وہ والدین کی اطاعت اور صلہ رحمی ہے اور برائیوں میں سے سب سے زیادہ جلدی سزا بغاوت اور قطع رحمی کی ملتی ہے (ترمذی وابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے اجر کا متمنی ہوں۔ رسالت مآب ؐ نے فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا اپنے والدین کے پاس چلے جاؤ اور ان کی اچھی طرح خدمت کرو۔ ''ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اس شخص نے کہا میں اپنے والدین کو روتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ فرمایا۔ ان دونوں کے پاس جاؤ اور انہیں خوش کر کے ایسے ہی ہنساؤ جیسے تم رلا کر آئے ہو۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد)

Marfat.com

سمندر سے ''ملی'' پیاسے کو شبنم

عرضِ مولف

زندگی کے بوجھل لمحوں میں، میں نے روضہ اقدس کو تصور میں لا کر ایک وعدہ کیا تھا کہ اس گراں بار مرحلہ سے گزر جاؤں تو اظہار تشکر کے طور پر آپ ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں کتاب مرتب کروں گا۔ اس وعدہ کے پیچھے دراصل وہ تشنگی ہے جو سیرت کی کتابوں میں رسول اکرم ﷺ کے والدین کے تذکرہ کے حوالے سے پائی جاتی ہے۔ دراصل مولفین اور مرتبین آپ کے والدین کے تذکرہ کو چھوکر گزر جاتے ہیں۔ اور پھر کسی کتاب میں ان کے بارے میں ایک بات درج ہے تو کسی اور کتاب میں دوسری بات یوں کسی ایک کتاب میں کم از کم اردو میں لکھی گئی کسی ایک کتاب میں ان کا مبسوط اور مربوط تذکرہ موجود نہیں۔ چنانچہ لاشعور میں اتری ہوئی اسی تشنگی نے موضوع سجھایا کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین کے حالات زندگی مرتب کئے جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب مجھے آسودہ لمحے عطا کئے تو میں نے اپنا وعدہ پورا کرنے پر توجہ دی۔

ایفائے عہد کے لئے میں نے کام شروع کیا۔ طبقات ابن سعد جیسی ماخذ کی کتابوں سے رجوع کیا کچھ اور متاخرین اور دور جدید کے مولفین کی سیرت النبی ﷺ پر کتابیں کھنگالیں اور زیر نظر مسودہ مرتب کیا۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ میں کوئی معرکتہ الا آرا کام نہیں کر سکا۔ اس کا بڑا سبب رسول اکرم کے والدین کے بارے میں تفصیلات کی عدم

Marfat.com

موجودگی ہے کسی شخصیت کے سوانحی خاکہ میں پیدائش، بچپن اور جوانی کے مشاغل معاش اور معاشرت وغیرہ پیش کیے جاتے ہیں۔ لیکن سیرت النبی ﷺ کی ماخذ کی کتابیں ان معلومات کی تفصیل تو کیا بنیادی خبروں سے عاری ہیں۔ سیدہ آمنہؓ تو خیر خاتون خانہ تھیں۔ ان کے حالات زندگی کا تاریکی میں رہنا میل شاونسٹ عرب معاشرے کے پس منظر میں خوب سمجھ میں آتا ہے لیکن حضرت عبداللہ کے حالات زندگی کی تفصیلات بھی پردہ اخفا میں ہیں۔ کائنات کی عظیم ترین ہستی کے والدین کے بارے میں مورخین نے ''سمندر سے پیاسوں کو شبنم'' مہیا کی ہے۔ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ دور نبوت مصطفوی ﷺ سے صدیوں پہلے کی عرب شخصیات کے بارے میں تو مورخین اور راویان پاتال سے خبریں لاکر پیش کرتے ہیں لیکن دور نبوت ﷺ سے متصل ماضی کی ان دونوں ہستیوں کے حالات حاصل کرنے میں بے نیازی برتی گئی ہے جن کا تذکرہ اور تصدیق کرنے والے لوگ ابھی موجود تھے۔

سیرت کی کتابیں مرتب کرنے والوں نے جزیرہ نما عرب کی تاریخ اور جغرافیہ تفصیل سے دیئے ہیں۔ سرزمین عرب میں سکونت اختیار کرنے والے قبائل کا تذکرہ بھرپور انداز میں کیا ہے۔ رسول اکرم کے شجرہ مبارک میں عدنان تک پہنچتے ہیں اور ہر پشت کے بارے میں دفتر کے دفتر تحریر کر دیتے ہیں نظر انداز کیا گیا ہے تو جناب عبداللہ اور سیدہ آمنہؓ کو۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علامہ شبلی نعمانی جیسے سیرت نگار حضرت عبداللہ اور سیدہ آمنہؓ کا تذکرہ صرف ایک صفحہ میں کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

فن سیرت پہ کام کی ابتدا امام زھری نے کی تھی۔ امام زھری اور فن سیرت کے عنوان سے علامہ شبلی رقم طراز ہیں...... ''اسی زمانہ میں امام زھری نے مغازی پر ایک مستقل کتاب لکھی اور جیسا کہ امام سہیلی نے روض الانف میں تصریح کی ہے۔ یہ اس فن کی پہلی تصنیف تھی۔ امام زھری اس زمانہ کے اعلم العلما تھے۔ فقہ اور حدیث میں ان کا کوئی ہم سر نہ تھا۔ آپ امام بخاری کے شیخ الشیوخ تھے۔ انھوں نے حدیث و روایت حاصل کرنے میں یہ محنتیں اٹھائیں کہ مدینہ منورہ میں ایک ایک انصاری کے گھر جاتے، جوان بڈھے، عورت مرد جو مل جاتا، یہاں تک کہ پردہ نشین عورتوں سے جا کر آنحضرت کے اقوال اور حالات

Marfat.com

پوچھتے اور قلمبند کرتے۔ وہ نسباً قریشی تھے۔ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے بہت سے صحابہ کو دیکھا تھا۔ ۸۰ھ میں عبدالملک بن مروان کے دربار میں گئے۔ اس نے بہت قدر و منزلت کی۔ کتاب المغازی غالباً حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہدایت کے موافق لکھی۔ ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔

امام زھری کے تلامذہ میں موسیٰ بن عقبہ نے شہرت پائی۔ ان کے مغازی اور سیرت نگاری کی خصوصیات یہ ہیں کہ:

۱۔ مصنفین اب تک روایات میں صحت کا التزام نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے زیادہ تر اس کا التزام کیا۔

۲۔ عام مصنفین کثرت سے واقعات نقل کرتے چلے جاتے تھے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ہر قسم کی رطب و یابس روائتیں آجاتی تھیں۔ موسیٰ نے احتیاط کی اور صرف وہ روائتیں لیں جو ان کے نزدیک صحیح ثابت ہوں۔

۳۔ موسیٰ نے دیگر لوگوں کے برخلاف روایت حدیث کا فن بڑی عمر میں آکر سیکھا چنانچہ تغیر و اختلاط بہت کم ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا تھا۔ ۱۴۱ھ میں وفات پائی۔

محمد بن اسحاق اور سیرت: محمد بن اسحاق نے فن مغازی میں سب سے زیادہ شہرت پائی۔ وہ تابعی ہیں۔ ایک صحابی حضرت انس کو دیکھا تھا محمد بن اسحاق کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ سے روایت کرتے تھے اور ان کو ثقہ سمجھتے تھے (خیبر وغیرہ کے واقعات انہوں نے یہودیوں سے دریافت کر کے اپنی کتاب میں شامل کئے)۔ ان کی کتاب کو ابن ہشام نے زیادہ منقح اور اضافہ کر کے مرتب کیا جو سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے۔ محمد بن اسحاق نے ۱۵۱ھ میں وفات پائی۔

ابن ہشام اور سیرت: ابن ہشام کا نام عبدالملک تھا۔ وہ نہایت ثقہ اور نامور محدث اور مورخ تھے۔ انہوں نے سیرت میں یہ اضافہ کیا کہ سیرت میں جو مشکل الفاظ آتے ہیں ان کی تفسیر بھی لکھی۔ ۲۱۳ھ یا ۲۱۸ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

ابن سعد اور سیرت: واقدی مشہور سیرت نگار تھے لیکن خود قابل اعتبار نہ ٹھہرے۔ (واقدی کی لغو بیانی مسلم عام ہے) ان کے تلامذہ میں ابن سعد نے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کے حالات میں ایسی جامع اور مفصل کتاب لکھی کہ آج تک اس کا جواب نہ ہو سکا۔ ابن سعد مشہور محدث ہیں۔ محدثین نے لکھا ہے کہ گو ان کے استاد (واقدی) قابل اعتبار نہیں لیکن وہ قابل سند ہیں۔ ۲۳۰ھ میں وفات پائی۔

امام بخاری اور سیرت: سیرت کے سلسلہ کی الگ تاریخی تصنیفات پیش کیں۔ انہیں محدثانہ طریقہ سے لکھا۔ سند کے ساتھ روائتیں مذکور کیں۔ ان میں آنحضرت ﷺ کے حالات اور واقعات درج کئے۔ تاریخ صغیر میں سیرت نبوی کا حصہ کتاب کا دسواں حصہ بھی نہیں۔ یعنی صرف پندرہ صفحات ہیں۔ تاریخ کبیر البتہ بڑی ہے۔ لیکن سوانح نبوی اس میں بھی بہت کم اور واقعات جستہ جستہ اور بلا ترتیب ہیں۔

امام طبری اور سیرت: تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے۔ بعض محدثین (سلیمانی) نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ یہ شیعوں کے لئے حدیثیں وضع کرتے تھے۔ لیکن علامہ ذہبی کا کہنا ہے کہ یہ محض بدگمانی ہے۔

سیرت نبوی کے جو واقعات قلمبند کئے گئے ہیں وہ نبوت کے تقریباً ایک سو برس کے بعد قلمبند ہوئے اور زیادہ تر روایتیں زبانی تھیں۔

مذکورہ بالا سطور علامہ شبلی نعمانی کی ہیں۔ وہ مزید بتاتے ہیں کہ متقدمین علمائے سیرت میں سب سے پہلے عالم عروہ بن زبیر تھے۔ ان کا سن وفات ۹۴ھ ہے آپ حضرت ابو بکر صدیق کے نواسے اور حضرت عائشہؓ کی آغوش تربیت میں پلے تھے۔ سیرت و مغازی میں کثرت سے ان کی روائتیں ہیں دوسرے نمبر پر شعبی ہیں۔ ان کی وفات ۱۰۹ھ میں ہوئی۔ مشہور محدث ہیں فن مغازی اور سیرت میں ان کو اتم درجہ واقفیت تھی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ گو ان غزوات میں بذات خود میں شریک تھا مگر یہ مجھ سے زیادہ ان حالات کو جانتے ہیں۔ اس فہرست میں تیسرے نمبر پر وھب بن منبہ ہیں۔ آپ کی وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی۔ یمن کے عجمی خاندان سے تھے۔ حضرت ابو ھریرہ سے احادیث سنی تھیں۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کے متعلق کتب عہد قدیم کی بشارت اور پیشن گوئیاں کثرت سے انہی سے مروی ہیں۔ اس فہرست میں ۱۳۰ افراد ہیں جن کی تحریر کردہ سیرت نبوی کی کتب کو ماخذ بنا کر متاخرین نے کتابیں پیش کیں۔

حیرت ہوتی ہے کہ ان کبار سیرت نگاروں نے رسول اکرم ﷺ کے والدین کے حالات زندگی کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ ایسے روایان تلاش نہیں کئے جو اس ضمن میں مستند حالات و واقعات ان کو پیش کر سکتے۔ محمد بن السائب جیسے راوی کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی حدیث فواطم وعواتک کے پیش نظر رسول اکرم ﷺ اور ان کے والدین کے مادری سلسلہ کی ۵۰۰ خواتین کے نام اکھٹے کئے۔ ان کے بارے میں بتائی گئی باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ان تمام خواتین پر دور جہالت کے کسی منفی فعل و عمل کا الزام عائد نہیں ہوتا۔ ۵۰۰ خواتین کا سلسلہ مرتب کرنے کا مطلب ہے کہ سینکڑوں برس پر محیط تاریخ کھنگالی گئی اور ان خواتین کے کردار، اعلیٰ اقدار کی کسوٹی پر پرکھے گئے۔ بلاشبہ یہ دقت طلب اور محنت طلب کام لائق تحسین ہے لیکن اتنی جان توڑ محنت کرنے والے لوگوں نے ماضی قریب کی ان دو با برکت شخصیات کی سوانح مرتب کرنے کی زحمت کیوں گوارا نہ کی۔ مختصر سی زندگیاں پانے والی ان ہستیوں کے ساتھ اس عظیم ترین ہستی کا نام جڑا تھا۔ جس نے ان تمام مورخین، سیرت نگاروں اور روایوں کو اہم بنایا تھا۔

یہ درست ہے کہ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ دونوں ہی جوانی میں چل بسے۔ لیکن بیس پچیس سال کا عرصہ اتنا کم بھی نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہ کی قربانی کا واقعہ بہت اہم تھا اور اس کا چرچا بھی بہت ہوا۔ اس موقعہ پر کہیں کسی نے ذکر نہ کیا کہ جس شخصیت کی دیت ایک سو اونٹ بنی۔ اس کا بچپن کیسا تھا۔ اس کے مشاغل کیا تھے۔ اور خصوصاً بلوغت کے بعد مردوں کی زندگی اتنی غیر فعال بھی نہیں ہوتی کہ سیرت کی کتابوں میں ان کے حوالے سے خاموشی کے سوا کچھ نہ ملے۔ اور اگر غیر فعال تھی تو اس کا ذکر تو کیا جائے۔ یہ بھی درست ہے کہ اتنی کم عمر (حضرت عبداللہ ۲۵ سال اور حضرت آمنہ ۲۰ سال) میں واقعات کی تعداد بھی بہت کم ہوگی۔ لیکن جو کچھ بھی تھا ان کو تلاش اور مرتب نہ کرنا کس زمرے میں رکھا جائے۔

Marfat.com

قریش میں بالخصوص بنوھاشم تو اعلیٰ پایہ کے نساب تھے۔ابوسفیان نے ایک دفعہ طعنہ دیا تھا کہ بنوھاشم کی عظمت وفضیلت کیا ہے محض انسانوں، اونٹوں اور گھوڑوں کا نسب یاد رکھنا اور اس بنیاد پر فیصلے کرنا۔اس طعنہ زنی کے سیاق وسباق سے قطع نظر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اہل عرب اور خاص طور پر بنوھاشم بہت اچھے نساب تھے لیکن علم حسب ونسب میں محض باپ دادا، پردادا کے نام ہی یاد نہیں رکھے جاتے تھے ان کے اطوار و کردار اور حالات وواقعات بھی یاد رکھے جاتے تھے۔سیرت کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں عدنان تک رسول اکرم کے اجداد کی ہر پشت کے بارے میں بے تحاشا واقعات وحالات درج ہیں۔ اگر نہیں ہیں تو رسول اکرم ﷺ کے حقیقی والدین کے بارے میں زیادہ تفصیلات نہیں ہیں اس گریز واجتناب کو بے نیازی کہا جائے یا کوتاہی؟

جب رسول اکرم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور سرزمین حجاز بلکہ پورے عرب میں شور مچ گیا تو کیا شہر مکہ کو آنے جانے والوں اور مکہ کے باہر سننے سنانے والوں نے ایک دوسرے سے یہ نہ پوچھا اتنا بڑا دعویٰ کرنے والی شخصیت کون ہے؟ کیا صرف اسی پر اکتفا ہوتا رہا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والا سردار قریش عبدالمطلب کا پوتا ہے۔اہل عرب کا تو مشغلہ تھا کہ ایک دوسرے کے اب وجد کے بارے میں متجسس رہتے تھے۔عکاظ کے میلے جیسے اجتماعات میں شعرا قبائلی عصبیت کی بنا پر ہر قبیلہ کے معروف لوگوں کی خامیاں اور خوبیاں موضوع سخن بناتے تھے۔

یہ تسلیم کہ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہؓ جوانی میں اس دنیا سے چلے گئے۔ان کی اموات کے وقت لوگوں کے علم میں نہیں تھا کہ ان کے ہاں جنم لینے والا بچہ تاریخ عالم کی کتنی بڑی شخصیت بنے گا۔لیکن ان کے انتقال کے محض بیس برس بعد یہ بچہ صادق وامین کی حیثیت سے شہرت پا چکا تھا۔زید بن قیس جیسے متمول تاجر اُن کے کردار کے معترف اور بر ملا معترف تھے۔زید اس دور میں ہزاروں طلائی سکوں کی سرمایہ کاری کرنے والا عرب کا مشہور تاجر تھا جب عام آجر اپنے اجیروں کو چند قراریط (درہم کی کم ترین اکائی) اجرت میں دیا کرتے تھے۔نبوت کا اعلان تو بہت بعد میں کیا گیا۔اونٹوں اور گھوڑوں کے شجرے یاد

Marfat.com

رکھنے والوں نے صادق وامین کے حقیقی والدین کی زندگیوں کے بارے میں حقائق وکوائف پر مبنی معلومات کا باہمی تبادلہ کیوں نہ کیا؟ یقیناً کیا ہوگا تو پھر دور نبوت کے بعد سیرت نگاروں نے راویوں سے ان کے بارے میں معلومات کیوں نہ لیں اور پھر جب نبوت کا اعلان فرمایا گیا تو آپ ﷺ کا تذکرہ زبان زد خاص وعام ہوگیا۔ان دنوں آپ کے والد ماجد کے ہم عمر اور ہم عصر افراد موجود تھے۔اسی طرح بنو عدی النجار میں حضرت آمنہؓ کی ہم عمر اور ہم عصر خواتین موجود تھیں۔اہم افراد کے والدین کا تذکرہ قدرتی طور پر سب کی دلچسپی کا موضوع بن جاتا ہے آپ ﷺ تو انتہائی اہم ترین (VVIP) بن چکے تھے۔مکہ کے لوگ تو خیر آپ کے والد اور اجداد سے آگاہ تھے۔ہجرت کے بعد مدینہ میں تو آپ کے والد اور والدہ کا تذکرہ بر بنائے تجسس ہوتا ہوگا۔اور یہ مدینہ یہ نبی ﷺ کا دار ہجرت نبی ﷺ کی والدہ کا میکہ تھا۔وہاں حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہؓ کے بارے میں بتانے والے اگر خود زندہ نہیں تھے (متقدمین سیرت نگاروں کے دور میں) تو ان کی اولادیں تو زندہ تھیں۔کوئی تو کسی سے کچھ پوچھتا۔

طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ جب سیدہ آمنہؓ کمسن محمد ﷺ کو لیکر یثرب روانہ ہوئیں تو...... ''واقعہ یہ ہے کہ وہ تیرہ برس کے بعد یثرب جارہی تھیں''۔ یہ تیرہ کا ہندسہ بھی ناقابل فہم ہے۔اگر کتابت کی غلطی نہیں تو پھر شادی کے بعد آپ مسلسل مکہ میں رہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی۔آپ ﷺ جب چھ سال کے ہوئے تو انہیں لیکر یثرب روانہ ہوئیں تو اس حساب سے آپ سات سال کے بعد یثرب گئیں۔یہ تیرہ کا ہندسہ اگر درست ہے تو پھر بقیہ تمام تر واقعات اور آپ کی عمر کے بارے میں روایات مشکوک ہوجاتی ہیں۔

کوئی کتاب نہیں بتاتی کہ حضرت عبداللہ کا بچپن کیسا تھا۔آپ کب پیدا ہوئے۔ کہاں پیدا ہوئے۔ننھیال (یثرب) میں یا ددھیال (مکہ) میں۔روایات میں اختلاف ہے کہ شادی کے وقت آپ کی عمر کیا تھی۔کوئی کہتا ہے کہ چوبیس برس، کسی کا دعویٰ ہے کہ اٹھارہ برس اور کسی کو گمان ہے کہ بائیس برس۔ان کی وفات کے سن کا تعین تو رسول اکرم ﷺ کی ولادت کی تاریخ کے حساب سے دوٹوک انداز میں ہوجاتا ہے لیکن عمر کے بارے میں

Marfat.com

اختلاف کی وجہ سے تاریخ پیدائش متنازعہ بن جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ کے بدلے سواونٹوں کی قربانی کا واقعہ کب ہوا؟ سیرت نگار جس انداز میں اس واقعہ اور شادی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس سے گمان ہوتا ہے کہ جناب عبداللہ کے بدلے اونٹوں کی قربانی کے واقعہ کے چند دنوں بعد ان کی شادی کر دی گئی تھی۔

حضرت عبداللہ کے بچپن کے بارے میں کسی کو کوئی خبر نہیں۔ حضرت عمرؓ بن خطاب بچپن میں اونٹ چرایا کرتے تھے، خود رسول اکرم ﷺ آٹھ سال کی عمر میں گلہ بانی میں مصروف کر دیئے گئے تھے۔ کیا حضرت عبداللہ نے بھی گلہ بانی کی۔ کیا جوان ہونے پر وہ حضرت عبدالمطلب کے ساتھ تجارتی سفر پہ جایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ کا دور نہ تو اتنا قدیم تھا اور نہ ہی ان کے بارے میں بتانے والے افراد کی موجودگی اتنی ناممکن تھی کہ کسی نے تجسس نہ کیا اور سناٹا چھایا رہا۔

حضرت ابوطالب اور حضرت عبداللہ کی والدہ ایک ہی تھیں۔ ایک باپ کی ایک سے زیادہ بیویوں اور ان بیویوں سے اولاد میں ایک خانگی تقسیم تو ہوسکتی ہے۔ اور اس تعصب کی بنیاد پر معلومات سے لاعلمی بھی ہوسکتی ہے لیکن ایک ماں کے بچے تو ایک دوسرے کے بارے میں (ماں کے توسط سے) سب کچھ جانتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ حضرت عبداللہ کے بچپن، جوانی، شادی تجارت، سفر، بیماری اور انتقال کے حوالے سے کوئی بات حضرت ابوطالب کی اولاد کے ذریعے راویان نے حاصل نہ کی۔ کہیں سے معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت عبداللہ بچپن میں تیز طرار اور شرارتی تھے یا خاموش اور غیر فعال رہتے تھے؟ جوان ہوئے تو کس طرح کے تاجر تھے۔ کامیاب یا ناکام؟ آپ نے کتنے تجارتی سفر کئے۔ عربوں کے مروجہ مشاغل میں آپ کی دلچسپی کتنی تھی۔ شہوار کیسے تھے؟ شمشیر زنی یا تیراندازی سے آپ کو کتنا شغف تھا۔ آپ نے کبھی جنگ و جدل میں حصہ لیا۔ اپنے بھائیوں ابوطالب اور زبیر بن عبدالمطلب سے اور بقیہ بھائیوں سے رویہ کیسا تھا؟

حضرت عبداللہ کے بارے میں ہمیں جملہ معلومات یہی ملتی ہیں کہ آپ حضرت عبدالمطلب کے ان دس بیٹوں میں سے ایک تھے جن کے لئے انہوں نے نذر مانی تھی۔ نذر

Marfat.com

پوری کرنے کے لئے قرعہ اندازی ہوئی تو قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ باپ کو آپ سے خصوصی محبت تھی یا سرداران قریش کے اصرار پر اور یا پھر حضرت عبداللہ کی بہنوں کے احتجاج پر حضرت عبدالمطلب نے نذر پوری کرنے کے لئے ۱۰۰ اونٹ قربان کیے۔ پھر سیرت نگار جست لگاتے ہیں اور حضرت عبداللہ کی شادی کا ذکر کرتے ہیں۔ شادی کے چند ماہ بعد وہ سفر کے دوران بیمار ہو جاتے ہیں اور یثرب میں قیام کے دوران ہی انتقال کر جاتے ہیں۔ ان کے فرزند ارجمند یعنی رسول رحمتؐ ان کی وفات کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ کی غیر معاشی سرگرمیوں یا دلچسپیوں میں سے ایک کا ذکر ہوتا ہے اور وہ شاعری ہے۔ انہوں نے اپنے والد حضرت عبدلمطلب کی شان میں اشعار کہے تھے جو کتابوں میں منقول ہیں۔ ان کی تجارتی سرگرمیوں کے بارے میں بھی متضاد روایات ہیں۔ ایک روایت ہے کہ آپ شادی کے بعد شام کو جانے والے تجارتی قافلہ کے ساتھ گئے تھے اور واپسی پر یثرب میں اپنی بیماری کے باعث ننھیال میں رک گئے جہاں آپ کا انتقال ہو گیا۔ جبکہ ایک روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے آپ کو خشک چھوہارے خریدنے کے لئے یثرب بھیجا اور وہاں بیماری کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ابہام یہ ہے کہ کیا تجارت آپ کا کل وقتی ذریعہ معاش نہ تھا، محض ایک خریداری کے لئے انہیں یثرب بھجوایا گیا۔

سیدہ آمنہؓ کے بارے میں زیادہ معلومات نہ ہونے کا جواز تو سمجھ میں آتا ہے۔ کہ اشراف عرب کی بہو بیٹیوں کے حالات زندگی عوام کی زبانوں اور کانوں تک نہیں پہنچتے تھے۔ سرداران قریش کی بیٹیاں اور بہوئیں چار دیواری کی زندگی تک محدود ہوتی تھیں۔ مردوں کی طرح ان کی سرگرمیاں بیرون خانہ تو ہوتی نہیں تھیں اور جو ناگزیر سرگرمیاں ہوتی تھیں وہ متمدن دنیا کے معیار سے نہ ہونے کے برابر تھیں۔ لیکن درون خانہ تو ایک زندگی ہوتی تھی اور اس کی کچھ نہ کچھ جھلک کتابوں میں دکھائی دیتی ہے۔ بنو مطلب کی خواتین کے حوالے سے کچھ واقعات مرقوم ہیں۔ مثلاً رسول اکرم ﷺ بچپن میں قریش کے میلوں ٹھیلوں میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ دیوی دیوتاؤں کے لئے مذہبی اجتماعات سے گریزاں رہتے

Marfat.com

تھے۔ چنانچہ آپ کی پھوپھیوں نے تشویش میں آ کر اظہار ناراضگی کیا تھا۔ ان کی گفتگو کی راوی ام ایمن ہیں۔ اسی طرح جب رسول اکرم ﷺ نے مبعوث ہونے کے بعد بنو مطلب کو دعوت حق دینے کے لئے ضیافت کا اہتمام کیا تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اسلام کی دعوت پر ابولہب بہت برہم ہوا تھا۔ اس کے غضب ناک ہونے پر گھر کی خواتین نے کہا کہ ایک نبی کی آمد کا انتظار تو سب کو تھا۔ تم اتنے چیں بجبیں کیوں ہو رہے ہو تو ابولہب جھلا کر یہ کہتے ہوئے باہر نکل گیا کہ یہ باتیں تم عورتوں نے ہی گھڑ رکھی ہیں۔ اور پھر اس واقعہ سے کئی برس پہلے جب حضرت عبدالمطلب نے اپنی نذر پوری کرنے کے لئے ایک بیٹے کے انتخاب کا قرعہ نکالا اور وہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا تو حضرت عبداللہ کی بہنوں (فاطمہ بنت عمرو کی بیٹیوں) ام الحکیم، برہ اور عاتکہ نے احتجاج کر کے حضرت عبدالمطلب کو کسی متبادل راہ پر چلنے کا مشورہ دیا تھا۔ مطلب یہ کہ بنو مطلب کے گھرانے کی بہو بیٹیاں ایسی گونگی، بہری بن کر بھی نہیں رہتی تھیں کہ خانوادے کے مرد جو بھی کریں اس کو سر نیہوڑائے تسلیم کرتی رہیں۔ لیکن حضرت آمنہؓ بنو مطلب کے گھرانے میں بہو بن کر آتی ہیں سات سال کا عرصہ کسی بھی خوشگوار یا ناخوشگوار واقعہ کے بغیر گزرتا ہے۔ کوئی واقعہ، کوئی گفتگو کوئی گرم و سرد کسی تذکرہ میں نہیں۔ ان کے ساتھ ان کی چچازاد بہن ھالہ بنت وھیب ساس کے رشتہ میں موجود تھیں۔ لیکن کسی حوالے سے کوئی بات کہیں نہیں ملتی بی بی ھالہ کے بارے میں بھی روایات کا اختلاف ہے۔ کہیں انہیں وھب و وھیب کی بہن لکھا گیا ہے تو کہیں وھیب کی بیٹی۔

حضرت آمنہؓ کے بارے میں صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ شعر کا عمدہ ذوق رکھتی تھیں اور قریش کی متعدد اور خواتین کی طرح خود بھی اشعار کہتی تھیں۔ انہوں نے اپنے شریک حیات کی موت پر مرثیہ کہا۔ ان کے کچھ دعائیہ اشعار ملتے ہیں جو انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو شیر خواری کے زمانہ میں رضاعت کے لئے بی بی حلیمہ سعدیہ کے سپرد کرتے ہوئے کہے۔ اسی طرح کچھ اشعار ہیں جو انہوں نے اپنی وفات سے چند لمحے یا چند دن پہلے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہے۔ ان اشعار کے مضامین انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔

حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہؓ کے بارے میں معلومات کی کم یابی کا تدارک کچھ

Marfat.com

مورخین اور سیرت نگاروں نے ایسے واقعات درج کیے جو لگتا ہے یہود ونصاری کی اپنی تاریخی اور مذہبی شخصیات کے بارے میں افسانہ تراشیوں کے جواب میں وضع کیے گئے مقصد سرکار دو عالم ﷺ کی فضیلت ثابت کرنا تھا۔ یہ تمام تر افسانے جوش عقیدت میں وضع کیے گئے۔ رسول اکرم ﷺ اور ان کے والدین کریمین کی عظمت اس طرح کے واقعات کی مرھون منت نہیں تھی کیونکہ قرآن پاک دوسرے پیغمبروں پر آپ ﷺ کی فضیلت کا اعلان کر چکا ہے۔ حضرت عبداللہ کے بارے میں کہا گیا کہ ایک دفعہ جنگل میں شکار کے لئے گئے۔ یہودی ان کو قتل کرنے کے لئے آ گئے۔ یہودیوں نے دیکھ لیا تھا کہ یہ شخص آنے والے نبی کا باپ ہے۔ اپنے مذہب اور اعتقادات کا تحفظ کرنے کے لئے انہوں نے چاہا کہ حضرت عبداللہ کو قتل کر دیں تا کہ مستقبل کے ممکنہ واقعات کو رونما ہونے سے روک دیا جائے۔ حضرت عبداللہ کو بچانے کے لئے غیبی امداد کا سامان ہوا فرشتے آ گئے اور انہوں نے حملہ آور یہودیوں کو قتل کر دیا۔ عبداللہ محفوظ رہے یہ واقعہ بیان کرنے والوں کا کہنا ہے کہ وہاں حضرت آمنہ کے والد وھب بن عبد مناف موجود تھے۔ انہوں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ حضرت عبداللہ کی وجاھت اور جوانی سے پہلے ہی متاثر تھے چنانچہ انہوں نے اپنی بیٹی کو حضرت عبداللہ کے حبالہ عقد میں دینے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ افسانہ اس لئے بے بنیاد ہے کہ جناب وھب کا انتقال حضرت عبداللہ کے نکاح سے کئی برس پہلے ہو چکا تھا۔

حضرت آمنہ چونکہ خاتون خانہ تھیں۔ چنانچہ بیرون خانہ ان کے بارے میں کوئی ایسا واقعہ شامل کرنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ رسول اکرم کی والدہ کی حیثیت سے ان کی رفعت وعظمت ثابت کرنے کے لئے ایسے واقعات ان سے منسوب کیے گئے کہ عقیدت عش عش کر اٹھے چاہے عقل وفہم انہیں نہ قبول کریں۔ سادہ لوحی کی انتہا ہے کہ آپ (بی بی آمنہؓ) کے امید سے ہونے پر ایسی باتیں لکھیں گئیں کہ نازک طبائع پر ان کا تذکرہ گراں گزرتا ہے مسئلہ یہ تھا اور اب بھی ہے کہ سادہ دل عقیدت مند اسی صورت میں انبیاء اور ان کے عزیز واقربا کو جلیل القدر، عظیم المرتبت اور رفیع الشان تسلیم کرتے ہیں جب ان سے مافوق الفطرت واقعات منسوب کیے جائیں۔ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کر اللہ تعالیٰ نور السماوات ہے

Marfat.com

لیکن ہم اس کو بشری سطح پر دیکھ کر مطمئن ہوتے ہیں جبکہ انبیا و پیغمبر بشری شکل میں ہمارے پاس آئے اور بشری سطح پر رہ کر ہمارے لئے خود کو قابل اتباع بنایا لیکن ہم ان کو مافوق البشر حیثیت میں دیکھنے اور دکھانے کے عمل سے روحانی تسکین حاصل کرتے ہیں۔

اس طرح کی صورت حال میں رسول اکرم ﷺ کے والدین کریمین کے حالات زندگی مرتب کرنا ایک مشکل کام بن چکا ہے اول تو حالات زندگی بہت کم دستیاب ہیں۔ جو ہیں ان میں سے زیادہ تر اصول روایت و درائت پر پورے نہیں اترتے۔ چنانچہ میں نے کوشش کی ہے کہ بکھرے ہوئے دستیاب مواد کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ میں نے ایک کوشش کی ہے۔ بلکہ اپنی سی کوشش کی ہے مجھے اعتراف ہے کہ میں کوئی معرکتہ آلارا کام نہیں کر سکا۔ اور ایسا کہتے ہوئے کسر نفی سے کام نہیں لے رہا۔ اپنی کم مائیگی اور اس موضوع کی رفعت وعظمت کا مجھے پورا احساس ہے۔ میں نے اپنا قرض اتارا ہے۔ رسالت مآب ﷺ اسے قبول کرلیں۔ تو دنیا و آخرت سنور جائے۔ اس موضوع پر اردو میں کوئی کتاب نہیں۔ میری یہ کاوش ان احباب کے لئے ایک تحریک ہے جو مجھ سے بہتر لکھنے اور تحقیق و تجسس کا ہنر رکھتے ہیں۔

کتابیات

طبقات ابن سعد	محمد ابن سعد
سیرت النبیؐ	علامہ شبلی نعمانی
حیات محمدؐ	محمد حسنین ہیکل
سیرت خاتم النبین	حکیم محمود احمد ظفر
نبی رحمتؐ	ڈاکٹر سلام الدین نیاز
محمدؐ	کیرن آرم سٹرانگ
پیغمبر اسلام	کونستان ویئر ریل جارج
ننھے حضورؐ	احسان بی اے
حی علی خیر البشر	بلاغت حسین
نبی کریم کے عزیز و اقارب	محمد شریف اشرف + ڈاکٹر اشتیاق احمد

Marfat.com